ماہنامہ مسٹر میگزین کا خون آشام سلسلہ

قبر کا بیٹا

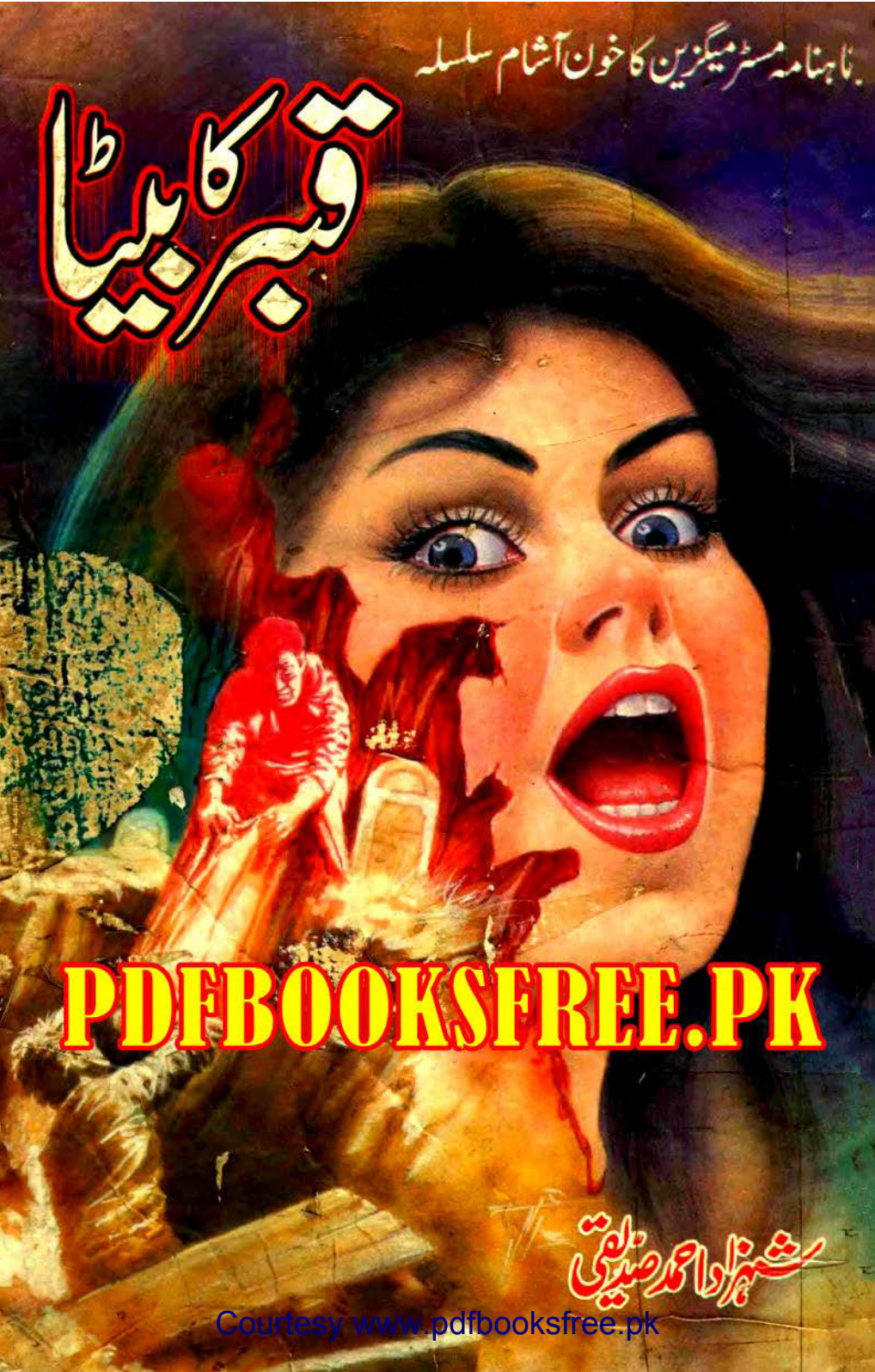

PDFBOOKSFREE.PK

شہزاد احمد صدیقی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیش لفظ

"قبر کا پیٹا" نے ماہ نامہ مسٹر میگزین میں کئی ماہ تک آپ لوگوں کے ذہنوں کو جکڑ کر رکھا اور جس طرح سے آپ لوگوں نے اس تحریر کی پذیرائی کی وہ میری محنت کا منہ بولتا ثبوت ہے لیکن جس قدر آپ لوگوں کی طرف ہر قسط کو پذیرائی مل رہی تھی میرا دل اتنا ہی اداس ہوتا جارہا تھا کیوں...... ؟

میں نہیں جانتا کہ میرے ذہن میں یہ خیال کب آیا...... ؟ اور کب یہ تحریر صفحہ قرطاس پر بکھرتی چلی گئی البتہ میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جس دور میں، میں نے لکھنا شروع کیا اس وقت جو سب سے پہلی تحریر میں نے پڑھی وہ انوار صدیقی صاحب کی "انکا" تھی "انکا" پڑھنے کے بعد انوار صدیقی سے ملنے کی جستجو جاگ اٹھی اس کے بعد میں نے ان کی کئی لازوال تحریریں پڑھیں اور جس قدر ان کو پڑھتا گیا اتنی ہی ان سے ملنے کی تڑپ بڑھتی چلی گئی اور میں ان کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔ مگر شومیء قسمت کہ ہر ادارے نے مجھے مایوس کیا پھر جس طرح سے ہر قسط کو پذیرائی ملتی چلی گئی میرے آئیڈیل میرے محبوب سے ملنے کی تمنا بڑھتی چلی گئی۔ یہ پذیرائی جو مجھے مل رہی تھی یہ میرے لیے تو نہ تھی یہ تو میرے محبوب میرے آئیڈیل کے لئے تھی۔ جس کو اور جس کی تحریروں کو جنون کی حد تک چاہتا تھا۔ جس کی تحریروں نے مجھے قلم پکڑ کر کاغذ پر چلانا سکھایا۔ پھر ایک دن ہواؤں نے اپنا رخ بدلا۔ وفاؤں کی خوشبو بکھری اور دور افق پر ایک چمکتا ہوا درخشاں ستارہ نمودار ہوا۔ جس تک میری رسائی ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور تھی۔ میری تڑپ، میری لگن سچی تھی۔ میرا جنون، میرا اخلوص سچا تھا اور وہ دور راولپنڈی کے افق پر چمکتا ہوا درخشاں ستارہ کراچی میرے آنگن میں اتر آیا۔ راولپنڈی کے افق سے کراچی میرے آنگن میں اترنے والا یہ چمکتا ستارہ اندر سے بھی اتنا ہی روشن اور چمکیلا تھا جتنا کہ باہر سے میں نے اپنی تمنا اپنی آرزو اس کے سامنے رکھ دی اس نے مجھے نہ صرف میرے محبوب میرے آئیڈیل سے ملوایا بلکہ وفاؤں کا وہ تحفہ میری نظر کیا جو کہ انمول ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں اپنے آئیڈیل اپنے محبوب کے سامنے کسی طرح سے اپنے جذبات کا اظہار کروں لیکن میں خود کو ان جذبات کو الفاظوں کا روپ دے کر ان کی اہمیت کھونا نہیں چاہتا تھا۔ انوار صدیقی جیسا پُر خلوص انسان اس دور میں ملنا بہت مشکل ہے۔ وہ اس قدر مہربان اور مشفق ثابت ہوئے کہ ہم تصور ہی نہیں کر سکتے۔

مجھے میرے محبوب میرے آئیڈیل سے ملانے کا سہرا اس درخشاں ستارے جناب "اعجاز احمد نواب" صاحب کے سر ہے ماہنامہ "مسٹر میگزین" کے چیف ایڈیٹر نے میری اس قسط وار تحریر کو نہ صرف شائع کیا بلکہ اپنی محبت کا بھرپور ثبوت دیا اور پھر کسی بھی تحریر کو کتابی شکل میں لانا بے انتہا مشکل کام ہے۔ کاغذ کی مہنگائی اپنے پورے عروج پر ہے مگر اعجاز بھائی کے حوصلے بھی جواں ہیں اور وہ مسلسل محنت کرتے چلے جارہے ہیں اس پُر آشوب دور میں راولپنڈی جیسے شہر میں کسی میگزین کو باقاعدگی سے جاری رکھنا کسی بھی صورت میں ممکن نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی محنت اور لگن سے اس میگزین کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

میں اس درخشاں ستارے کا بے حد ممنون و مشکور ہوں جس کی بدولت میں اپنے محبوب اپنے آئیڈیل تک پہنچ گیا۔ اعجاز بھائی نے بڑی خوشدلی سے میری ہر خواہش کا خیر مقدم کیا۔ اگر راولپنڈی سے یہ درخشاں ستارہ نہ چمکتا تو شاید میں اپنے محبوب اپنے آئیڈیل جناب "انوار صدیقی" سے ملنے کی تمنا لئے قبر میں جا سوتا۔ میں زیادہ دیر آپ کے اور تحریر کے درمیان حائل ہونا نہیں چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ یہ تحریر پڑھیں اور مجھے اجازت دیجئے۔

والسلام

[illegible] احمد صدیقی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

☆☆☆

لوگ اپنی سرگزشت کا آغاز عموماً اپنے بچپن سے یا اپنی پیدائش اپنے گھریلو ماحول سے کرتے ہیں۔ میں نہ تو اپنے بچپن کے بارے میں کچھ جانتا ہوں اور نہ ہی اپنے گھریلو ماحول کے بارے میں کچھ جانتا ہوں۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے میں کہاں پیدا ہوا لیکن جب میں اپنے جائے پیدائش کا نام لوں گا تو کسی کو یقین نہیں آئے گا۔ مگر لوگوں کی اس بے یقینی کے باوجود میں وہی کچھ لکھنے پر مجبور ہوں جو کہ حقیقت ہے۔

میں صدیوں پرانے قبرستان کی ایک شکستہ قبر میں پیدا ہوا۔ اور اس وقت میری عمر پچیس سال تھی۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ اس کے لگ بھگ تھی۔ ان دونوں باتوں سے زیادہ صحیح بات یہ ہوگی کہ میں اپنی لمحہ پیدائش پر پچیس سال کا ایک خوبرو جوان نظر آتا تھا۔ اس لمحہ پیدائش پر میرے جسم پر کرتا پائجامہ موجود تھا۔ یہ سب باتیں محض اس لیے ظاہر کرنے کے لیے لکھ رہا ہوں کہ میں اپنی لمحہ پیدائش پر اس سطح پر تھا جس سطح پر ایک بالغ آدمی ہوتا ہے۔ مجھے اپنے ماحول کا پورا ادراک تھا۔

''مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میرا ماضی کیا ہے۔ میں کون ہوں اور میں اس قبر میں کہاں سے آ گیا۔ مجھے اس قبر نے جنم دیا تھا۔ جس کے نام سے لوگ خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ وہ قبر جس نے کبھی کسی پر رحم نہیں کیا تھا۔ بچوں کی آنکھیں ماں کی گود میں کھلتی ہیں لیکن میرے لیے تو ماں کی گود یہ قبر تھی۔ دنیا میں اگر اس وقت کوئی میری ماں تھی تو وہ یہ قبر تھی جس نے مجھے جنم دیا تھا۔ اور جس کی آغوش میں اس وقت میں لیٹا ہوا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں آہستہ آہستہ اٹھ کر اس شکستہ قبر سے باہر نکل آیا۔ سارے قبرستان پر گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دور دور چند ایک قبروں پر دیے جل رہے تھے جو قبرستان کی گہری تاریکی کو مٹانے میں بری طرح ناکام ہو رہے تھے۔ مہینے کی آخری تاریخیں ہونے کی بنا پر چاند بھی نکلا ہوا نہ تھا۔ جس کی وجہ سے ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ماحول کو مزید ہیبت ناک بنا رہی تھی۔ قبرستان میں موجود مختلف قسم کے حشرات الارض کی آوازیں ماحول کو خوفناک بنانے کے لئے اپنا کردار پوری طرح ادا کر رہی تھیں۔ وقفے وقفے سے دور کہیں کتا بھونکتا تو خوف کی سی لہر میرے پورے جسم میں دوڑ جاتی تھی۔

''میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں، کہاں جاؤں، یہ ایسے سوال تھے جن کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ میں نے اپنی جیبیں کھنگالنا شروع کر دیں کہ شاید میری جیب سے کوئی ایسی چیز برآمد ہو جائے جس سے مجھے میری شناخت میں آسانی ہو۔ ساری جیبیں دیکھنے کے بعد میری جیب سے صرف ایک پرس برآمد ہوا میں نے بے تابی سے پورا پرس چھان مارا لیکن اس میں سوائے بڑے بڑے کرنسی نوٹوں کے علاوہ کچھ نہ ملا جس سے میں اپنے متعلق کچھ جان سکوں۔

ایک ہی سوال کسی آسیب کی طرح میرے ذہن میں گونجنے لگا۔

''میں کون ہوں؟...... میں کون ہوں؟...... میں کون ہوں؟............ یہ ایک سوال میرے ذہن میں اس قدر تیزی سے گردش کرنے لگا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے چند لمحوں بعد میرا دماغ کسی آتش فشاں کی طرح پھٹ جائے گا میں دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر قبر کے سرہانے بیٹھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

اب تک کے حالات نے میرا ذہنی توازن کافی حد تک بگاڑ دیا تھا۔ ابھی میں اپنے حالات پر حیران و پریشان غور و فکر میں مشغول تھا کہ اچانک ہی کسی سمت سے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے اس سمت نظریں اٹھا کر دیکھنے لگا۔ جس سمت سے آوازیں آ رہی تھیں لیکن سوائے تاریکی کے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ پھر یہ آوازیں کبھی دائیں جانب سے آتیں اور کبھی بائیں جانب سے آنے لگتیں۔ پورا قبرستان ہی ان شیطانی قہقہوں سے گونج اٹھا تھا۔ مجھے یہ قہقہے اپنے کانوں میں تیزاب ڈالتے محسوس ہو رہے تھے۔

مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ساری دنیا کی مخلوق مل کر میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی ہو...... تھوڑی دیر

بعد ایک دم سناٹا چھا گیا۔ ایسا سناٹا کہ میری بے ترتیب سانسوں کی آواز مجھے شور کرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی مجھے اپنا خون رگوں میں جمتا ہوا محسوس ہو رہا تھا مجھے اس قبرستان سے نکل جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر میں اٹھ کھڑا ہوا لیکن پیشتر اس کے میں قبرستان سے نکلنے میں کامیاب ہوتا۔ مشک و عنبر کا تیز خوشبو کا جھونکا میرے اطراف میں پھیل گیا۔ یہ خوشبو مجھ پر اتنی تیزی سے حاوی ہوتی جا رہی تھی کہ میں سب کچھ بھول کر اس کے سحر میں کھوتا چلا گیا۔ میری آنکھیں خود بخود بند ہونے لگیں مگر آنکھیں بند کرتے ہی میں چونک اٹھا۔ کسی کے سرد ہاتھوں کا لمس اپنے شانوں پر محسوس کر کے میں نے دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔ اور اس سفید ریش بزرگ کو دیکھنے لگا جو کہ میرے بائیں ہاتھ پر موجود تھے۔

سر سے پیر تک انہوں نے سفید لباس پہن رکھا تھا ان کی داڑھی اور سر کے بال بھی سفید تھے۔ ہاتھ میں انہوں نے تسبیح تھام رکھی تھی۔ ان کی پروقار نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اور ہاتھ تسبیح کے دانوں پر چل رہے تھے۔ اس ویران قبرستان میں ان بزرگ کو اپنے قریب پا کر حیرت ہو رہی تھی۔ اس لیے ایک منٹ پہلے وہاں کسی آدم زاد کا وجود نہ تھا۔

''پھر وہ کون تھے اور اچانک کہاں سے آ گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ میں ان سے کوئی سوال کرتا انہوں نے بڑی شفقت سے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور نہایت ہی نرم لہجے میں کہنے لگے۔

میں بھی تمہاری طرح خدا کا ایک بندہ ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس خالق کائنات نے تمہیں بہت سی طاقتوں سے سرفراز کیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ طاقتور سمجھنے لگو اور انسانوں کو انسان نہ سمجھو اتنا یاد رکھو کہ اس زمین پر جب بھی کوئی فرعون پیدا ہوا ہے خدا نے اس کے لیے کسی نہ کسی کو موسیٰ بنا کر بھیجا ہے نیکی اور بدی کی جنگ ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ شیطانی طاقتوں میں سوائے فریب کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

'میں نے ان کی باتوں کے درمیان کئی بار کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن میں اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

''میرے محترم بزرگ کیا آپ مجھے میرے بارے میں بتا سکتے ہیں۔ میں کون ہوں۔ میں یہاں تک کیسے پہنچ گیا۔'' میں نے ان بزرگ سے التجائی لہجے میں پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''صبر سے کام لو۔ وقت آنے پر سب کچھ تمہیں پتہ چل جائے گا۔''

ایک بار پھر انہوں نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ دیا مجھے یوں لگا جیسے میں یک دم جھلستی دھوپ سے نکل کر ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں آ گیا ہوں۔

مجھے بے پناہ سکون کا احساس ہو رہا تھا۔ میں ان بزرگ کے قدموں میں بیٹھتا چلا گیا مجھ پر غنودگی سی چھاتی جا رہی تھی۔ نہ جانے کب میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

جب دوبارہ میری آنکھ کھلی تو میں حیرت سے اچھل پڑا۔ اب نہ وہ قبرستان تھا نہ وہ بزرگ تھے۔ میں قبرستان کے بجائے ایک ویرانے میں تھا۔ میں اٹھ کر آس پاس دیکھنے لگا۔ کافی دور مجھے روشنیاں سی نظر آ رہی تھیں میں آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا ان روشنیوں کی طرف چل پڑا۔ میرے اور روشنیوں کے درمیان فاصلہ بتدریج کم ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے دور ہی سے کسی بستی کے آثار نظر آنے لگے تھے میں جیسے جیسے بستی کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ جب میں بستی میں داخل ہوا تو پوری بستی میں ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے یہاں برسوں سے کوئی نہ رہتا ہو۔ میں بستی کے درمیان بنے ہوئے چوک پر جس میں نلکہ بھی لگا ہوا تھا ہاتھ منہ دھوئے اور کچھ دیر آرام کرنے کے لیے وہاں ہی بیٹھ گیا۔ اس کے علاوہ میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ میں کہاں جاؤں۔ کس سے مدد مانگوں۔ مجھے میرے بارے میں کون بتائے گا۔ یہ میری کیسی بے بسی تھی۔ یہ ہی باتیں سوچتے سوچتے میں وہاں پر لیٹ گیا نہ جانے کب نیند کی دیوی نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔ ابھی مجھے سوئے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی میں اچانک ہی ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ سب سے پہلے تو میری نظر ان لوگوں پر پڑی جو میرے اردگرد جمع تھے۔

''بھائی تم کون ہو۔ اور کہاں سے آئے ہو۔'' ان میں سے ایک مرد نے مجھ سے پوچھا۔

''اس سے قبل کہ میں اس کی کسی بات کا جواب دیتا۔ مشک و عنبر کی تیز خوشبو کا جھونکا میرے اطراف میں پھیلتا چلا گیا۔ اور میری زبان سے الفاظ خود بخود ادا ہونے لگے۔ میرا نام شہریار احمد ہے اور میں یہاں سے آگے جا رہا تھا۔ ذرا دیر یہاں آرام کرنے کے لئے رک گیا تھا۔ پتہ ہی نہیں چلا کہ کب آنکھ لگ گئی۔ اگر آپ لوگوں کو میری وجہ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو میں معذرت چاہتا ہوں۔ میں نے ان سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

دوست اس بستی میں راجہ ارجن سنگھ کی حکومت چلتی ہے۔ اور اگر اس کو بھنک بھی پڑ گئی کہ ہم نے جانے یا انجانے میں کسی اجنبی کو پناہ دی ہے تو وہ ہماری بوٹیاں بنا کر اپنے کوؤں کو کھلا دے گا۔ وہ بہت ہی ظالم انسان ہے۔ رحم نام کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں ہے۔ اس مرد نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''آپ لوگ فکر مت کریں اب ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ الفاظ بے اختیار ہی میری زبان سے نکلے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ تیز خوشبو کا جھونکا میرے اطراف سے غائب ہو گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا یہ باتیں خود بخود میری زبان سے کس طرح ادا ہو رہی تھیں۔

''بیٹا! تم کیوں اپنی جان کے دشمن بنے ہو؟ اور تم اکیلے کیا کر سکو گے۔ ان میں سے ایک بوڑھی خاتون نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ماں جی سب ٹھیک ہو جائے گا خدا پر بھروسہ رکھیں۔'' میں نے ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا لیکن میرے تسلی دینے کے باوجود ان کے چہرے پر غور و فکر کی لکیریں اور گہری ہو گئیں۔

''بیٹا! میں اپنا بیٹا ان ظالموں کے ہاتھوں کھو چکی ہوں اور میں نہیں چاہتی کہ کسی اور ماں کا لال ان ظالموں کے ہاتھوں مارا جائے۔'' جوان بیٹے کی موت کا دکھ کیا ہوتا ہے یہ میں جانتی ہوں یا وہ مائیں جانتی ہیں جن کے جوان بیٹے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ جوان بیٹے ماں باپ کے بڑھاپے کا سہارا ہوتے ہیں مگر ان ظالموں کو یہ بات کون سمجھائے؟ یہ ظالم لوگ تو اپنی طاقت کے گھمنڈ میں آ کر اپنے قدموں تلے آنے والی ہر چیز کو روندتے چلے جاتے ہیں۔ پتہ نہیں خدا کب ہمیں ان ظالموں سے نجات دلائے گا؟

''ماں جی میں بھی آپ کے بیٹے جیسا ہوں۔ اور جب بھی اس زمین پر فرعون پیدا ہوگا کوئی نہ کوئی موسیٰ بن کر اس سے نجات دلانے کے لئے پہنچ جائے گا۔ لوگ دلچسپی سے ہماری گفتگو سن رہے تھے میں نے سب کچھ کہہ تو دیا تھا مگر کیا ہونے والا تھا اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ابھی میں ان ہی خیالات میں کھویا ہوا تھا کہ ان لوگوں میں سے ایک لڑکی آگے بڑھی اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

اب ذرا آپ یہ نلکہ چھوڑ دیں تو ہم پانی بھر لیں۔ مگر میں نے تو جیسے اس کی آواز سنی ہی نہیں تھی۔ میں دم بخود اس لڑکی کو تکے جا رہا تھا جو اپنے یاقوتی ہونٹوں پر دلنواز مسکراہٹ بھرے ہر لمحہ میرے قریب آتی جا رہی تھی۔ وہ میرے قریب آ کر رکی تو میں اس کی غزالی آنکھوں کے سحر میں کھو گیا۔ یوں لگ رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا جیسے قدرت نے اس کو تخلیق کرتے وقت حسن و رعنائی کے تمام خزانے اس میں سمو دیئے ہوں۔ چند ثانیوں تک وہ مجھے خمار آلود نظروں سے دیکھتی رہی پھر اس کے تراشیدہ ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

''کہاں کھو گئے آپ؟ اس کی آواز میں جھرنوں جیسی جلترنگ تھی۔ میں شرمندہ سا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ میرے کھڑے ہوتے ہی لڑکیاں قطار بنا کر پانی بھرنے لگیں اور میں دلچسپی سے یہ منظر دیکھنے لگا۔

اب یہاں پر ہی کھڑے رہو گے یا چل کر ناشتہ وغیرہ بھی کرو گے۔ وہ بزرگ خاتون میرے قریب آتے ہوئے بڑی اپنائیت سے بولیں۔

''ماں جی آپ بلاوجہ میرے لیے پریشان ہو رہی ہیں۔ ناشتہ تو میں کہیں بھی کر لوں گا۔''

''ماں جی بھی کہتے ہو غیروں جیسی باتیں بھی کرتے ہو۔ انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اور وہ وہاں سے جانے لگیں۔ میں بھی دوڑتا ہوا ان کے پیچھے پہنچ گیا۔

''ماں جی! معاف کر دیجئے آئندہ ایسی بات نہیں کروں گا۔'' میں نے ان کے سامنے دونوں ہاتھوں کو جوڑتے ہوئے کہا۔ پھر میں ان کے ساتھ چلتا ہوا ان کے مکان میں پہنچ گیا۔ چوک سے لے کر مکان میں آنے تک کئی لوگوں نے ان سے دبی زبان میں کہا۔

''آپ کیوں ارجن سنگھ کے غضب کو للکار رہی ہیں۔ لیکن وہ سب کی بات نظر انداز کرتی ہوئی آ گئیں۔ میں نے بھی صرف ماں جی کی ناراضگی کی وجہ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ میں خود بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے ان غریب لوگوں پر کسی قسم کی مصیبت آئے۔ مکان میں پہنچ کر مجھے ان لوگوں کی غربت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ ان کا یہ مکان کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ چھت پر ٹین کی چادریں پڑی ہوئی تھیں جو کہ اب تک کئی جگہ سے گل چکی تھیں۔ دیواروں پر پلاسٹر بھی جگہ جگہ سے اکھڑا ہوا تھا۔ دو کمروں پر مشتمل یہ چھوٹا سا مکان تھا۔ ماں جی نے مجھے دوسرے کمرے میں لے جا کر زمین پر بچھی دری پر بٹھا دیا اور خود کمرے سے باہر نکل گئیں۔ میں اس کمرے کا جائزہ لیتا رہا اس کی حالت بھی پہلے والے کمرے سے مختلف نہ تھی۔ چند لمحوں بعد ہی مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ وہی لڑکی میرے سامنے کھانے کی تھال لیے کھڑی تھی چوک پر جس کے حسن میں میں کھوتا چلا گیا تھا۔

''تم اور یہاں.....؟'' میں نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

''کیا کسی انسان کا اپنے گھر میں آنا منع ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس سے پیشتر کہ ہمارے درمیان کوئی اور بات ہوتی ماں جی پانی کا جگ لئے کمرے میں داخل ہوئیں ہم دونوں ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''یہ میری بیٹی غزالہ ہے۔''

ہم تینوں باتیں بھی کرتے رہے، اور ناشتہ بھی کرتے رہے۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد غزالہ کہنے لگیں۔

''آئیں میں آپ کو بستی دکھاؤں۔'' میں اٹھ کھڑا ہوا۔

''ارے اس غریب کو کچھ دیر آرام تو کرنے دے۔ نا جانے بیچارہ کب کا تھکا ہارا ہے۔ ماں جی نے اس کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''ماں جی! میں آرام کی ضرورت محسوس نہیں کر رہا ہوں۔ اور پھر میں اس بستی کی سیر بھی کرنا چاہتا ہوں۔ میں محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ ماں جی کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے۔

''جاؤ بیٹا! لیکن خبردار کسی سے الجھنا نہیں چاہیے کوئی کچھ بھی بکواس کرتا رہے۔ ماں جی نے غزالہ کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں مکان سے باہر نکل آئے۔ باہر ہر طرف چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ ہم بستی کا چکر لگا رہے تھے کہ میرے کانوں میں تیز سیٹی کی آواز پڑی۔ میں سیٹی کی طرف متوجہ ہو گیا مگر غزالہ نے کوئی توجہ نہ دی۔ میں اس طرف جانے لگا لیکن میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی تین چار لڑکے ٹولے کی صورت میں نکل کر میرے سامنے آ گئے۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر غزالہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''جان من! ہم اتنے عرصے سے محنت کر رہے ہیں اور تم ہمیں گھاس نہیں ڈال رہی ہو اور اس اجنبی پر صرف چند گھنٹوں میں مہربان ہو گئی ہو۔ ایسا کون سا جادو ہے اس کے پاس جو ہمارے پاس نہیں ہے۔'' مجھے یوں لگا جیسے کسی نے سر بازار مجھے ننگا کر دیا ہو۔ میں نے غزالہ کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''چلو غزالہ'' میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں آگے بڑھنے لگے۔ ایک بار پھر وہ ہمارا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

''جان من! اتنی بھی جلدی کیا ہے۔ مجھے یوں لگا جیسے میرے جسم میں خون کی جگہ لاوا دوڑنے لگا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو۔اس سے قبل کہ مزید کوئی بات ہوتی میرے دائیں ہاتھ کا بھرپور تھپڑ اس کے منہ پر پڑا میرے ایک ہی تھپڑ نے اس کا جبڑا اکھاڑ دیا تھا وہ کئی فٹ دور جا گرا تھا حالانکہ دیکھنے میں وہ اچھا خاصہ باڈی بلڈر نظر آتا تھا۔ جب اس کے ساتھیوں نے اس کا یہ حشر دیکھا تو تینوں ہی اکٹھے مجھ پر پل پڑے۔ لیکن ان لوگوں کا حشر بھی اپنے پہلے ساتھی سے مختلف نہ ہوا۔ میں نے اس کو گریبان سے پکڑ کر کھڑا کیا جس اس جھگڑے کی شروعات کی تھیں۔ اور اس سے کہنے لگا۔

''اگر دوبارہ کبھی اس بستی کی کسی لڑکی کی طرف بری نظر سے دیکھا تو آئندہ یہ نظریں دیکھنے لائق نہیں رہیں گی۔'' یہ میری طرف سے تمہیں پہلی اور آخری وارننگ ہے۔ وہ چاروں ایک دوسرے حیرت سے دیکھنے لگے۔

میں غزالہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چل پڑا غزالہ کے چہرے پر اب تک ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''کیا بات ہے غزالہ؟ یہ تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''آپ نے ان لوگوں سے جھگڑا مول کر اچھا نہیں کیا۔ یہ آپ کی جان کے دشمن بن جائیں گے۔ خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو گیا تو......''

''تو کیا ہوگا؟''

میرے اس جملے سے اس کا چہرہ حیا سے سرخ ہو گیا۔ وہ نظریں جھکا کر اپنے دوپٹے کے کونے میں اپنی انگلی لپیٹ کھول کر اس سے کھیلنے لگی۔ ہم آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مکان میں پہنچ گئے۔ ماں جی نے ہمیں دیکھتے ہی گہری اطمینان کی سانس لی لیکن غزالہ نے جب ان کو جھگڑے کے بارے میں بتایا تو پریشان ہو گئیں۔

''بیٹا! میں نے تمہیں اسی لیے نصیحت کر کے بھیجا تھا مگر تم شاید میری بات سمجھ نہیں سکے تھے۔ اب ہوگا یہ کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی حویلی جا کر راجہ ارجن سنگھ سے کہہ دے گا کہ ہم نے کسی اجنبی کو پناہ دی ہوئی ہے۔'' ماں جی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''آنے دیجئے اس راجہ ارجن سنگھ کو اب اس کے بھی دن گنے جا چکے ہیں۔'' میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد میں کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ چند منٹ بعد ہی

دنیا و مافیا سے بے خبر ہو گیا۔ نہ جانے کتنی دیر گزر گئی جب میری آنکھ کھلی تو شام کا اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ میں آس پاس نظریں دوڑائیں تو مکان میں کوئی بھی موجود نہ تھا۔ میں نے کئی بار ماں جی کو پکارا غزالہ کو آوازیں دیں لیکن ہر بار میری آوازیں دیواروں سے ٹکرا کر واپس آ گئیں۔ میں بے چین ہو کر مکان سے باہر نکل آیا۔ میری چھٹی حس مجھے مسلسل کسی آنے والے خطرے سے آگاہ کر رہی تھی۔ میں چوک کی طرف چلنے لگا جس پر نلکہ لگا ہوا تھا۔ وہاں جو منظر میری آنکھوں نے دیکھا اس نے مجھے پاگل کر دیا۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ تین سادھو قسم کے لوگ جو کہ شکل وصورت سے کسی مندر کے پنڈت نظر آتے تھے انہوں نے ماں جی کو ایک درخت سے باندھا ہوا تھا ماں جی کے کپڑے جگہ جگہ سے تار تار ہو چکے تھے۔ اور ایک آدمی جو کہ شکل سے ہی جلاد نظر آتا تھا ماں جی کے جسم پر ہر لمحے بعد ایک کوڑا مارتا تھا۔ مجھے اپنے آپ پر قابو پانے میں مشکل ہو رہی تھی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک پجاری آگے بڑھا اور ماں جی کے عین سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا۔

''تم نے مہاراج ارجن سنگھ کے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی؟ تم نے اس اجنبی کو پناہ کیوں دی؟''

''پرتاپ کمار تیرے مہاراج ارجن سنگھ نے اس بستی والوں پر بہت ظلم کر لئے ہیں۔ اب وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا۔

''تم مہاراج کو کشٹ (نقصان) پہنچاؤ گی۔ یا وہ کل کا چھوکرا۔ مارو اس بڑھیا کو اور اس وقت تک مارتے رہو جب تک اس کے جسم سے جان نہ نکل جائے۔

اس سے پہلے کہ وہ جلاد نما شخص آگے بڑھتا میں درمیان میں آ گیا۔

''اب اگر تم میں سے کسی نے ماں جی کو چھونے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

''تم کون ہو مہاشے۔'' پرتاپ کمار نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

''میں وہی اجنبی ہوں جس کی سزا تم اس بوڑھی عورت کو دے رہے ہو۔ میں نے پرتاپ کمار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ پرتاپ کمار نے جلاد کو اشارہ کیا۔ وہ میری طرف یوں دیکھنے لگا جیسے کوئی قصائی بکرے کو قربانی سے پہلے دیکھتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا میں نے ہاتھ ملانے والے انداز میں اپنا دایاں ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا ہاتھ تھامنا اس کو بہت مہنگا پڑا۔ اس نے میرا ہاتھ تھام کر دبانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کو کامیابی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں ہوئی مگر جب میں نے یہ حرکت کرنا شروع کی تو وہ پاگلوں کی طرح چیخنے چلانے لگا۔ میں نے ہاتھ کا زور ذرا سا بڑھا دیا تو وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ جب میں نے اس کا ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کیا تو اس کی انگلیوں اور کلائی کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں میں اپنے ہاتھ کو حیرت سے دیکھنے لگا۔ وہ بالکل اسی طرح سے تھا جس طرح سے ایک عام آدمی کا ہاتھ ہوتا ہے۔ پھر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ میری عقل اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھی اچانک ہی میرے دماغ میں بزرگ کے جملے گونجنے لگے۔ جو کہ انہوں نے قبرستان میں مجھ سے کہے تھے کہ "تمہیں اس خالق کائنات نے بہت سی طاقتوں سے سرفراز کیا ہے۔" میں یہ ہی سوچتا ہوا آگے بڑھا اور ماں جی کو رسیوں سے آزاد کرتے ہوئے مہاراج پرتاپ کمار کے پاس پہنچ گیا۔

"کس سوچ میں گم ہو مہاراج۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ اچانک ہی چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"تو میرے ایک چیلے کو مار کر یہ سمجھ رہا ہے بالک (بچہ) کہ وجے (جیت) تیری ہو گئی۔

"پرتاپ کمار! تم یا تمہارا ارجن سنگھ آج کے بعد اس بستی میں قدم نہیں رکھو گے۔ اور اگر تم میں سے کسی نے ایسی کوشش کی تو اپنی ٹانگوں پر چل کر حویلی نہیں پہنچ سکو گے۔ پوری بستی میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہر ایک بت بنا میرے اور پرتاپ کمار کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔

"تو مجھ سے یدھ (جنگ) کرے گا بالک۔ مجھے تیری اس سندر جوانی پر دیا (رحم) آتا ہے اب بھی سمے ہے میرے چرن چھو کر شما مانگ لے۔ سمے بیت گیا تو بہت پچھتائے گا۔

"میں بھی تمہیں یہ ہی مشورہ دوں گا کہ ماں جی کے پاؤں کو چھو کر معافی مانگ لو۔" میں نے پرتاپ کمار کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا تو اس کا چہرہ غیض و غضب سے سرخ ہوتا جا رہا تھا۔

"تجھے اپنی شکتی کے کچھ کرشمے دکھانے ہی پڑیں گے۔ تو پھر ہو جائیں دو دو ہاتھ۔ میرے اس جملے پر پرتاپ کمار کا کرخت قہقہہ فضا میں گونجا۔

"میں اور تمہارا مقابلہ کروں گا۔ میں تو تمہیں ہاتھ لگائے بغیر نرخ (دوزخ) میں جھونک سکتا ہوں [...] نے اپنا ہاتھ اٹھا کر میری طرف جھٹک دیا۔ دوسرے لمحے جو کچھ ہوا اس نے مجھ سمیت پوری [...] حیرت میں ڈال دیا۔ پرتاپ کمار کے ہاتھ جھٹکتے ہی اس کے ہاتھ سے نکلنے والے شعلے میری

طرف لپکے میرے جسم سے ٹکراتے ہی وہ اس قدر تیزی سے واپس پلٹے تھے کہ اگر پرتاپ کمار کو اپنی جگہ چھوڑنے میں ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو اب تک اس کا وجود جل کر خاک ہو گیا ہوتا۔ پرتاپ کمار اس قدر بوکھلا گیا کہ چند لمحے تو وہ مجھ پر حملہ کرنا ہی بھول گیا مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے کہ میں کوئی عجوبہ ہوں۔

"کیوں مہاراج! اپنی شکتی کے کچھ اور کرشمے نہیں دکھاؤ گے۔ میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں، کئی منٹ بعد جب دوبارہ اس نے آنکھیں کھولیں تو ایک لمحے کے لیے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کی جگہ دو سرخ انگارے دھک رہے ہوں۔ اس نے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر دو تین بار اوپر نیچے کیے اور ساتھ ساتھ وہ اپنے کسی منتر کا جاپ بھی کرتا جا رہا تھا۔ میں خاموشی سے اس کی ایک ایک حرکت دیکھ رہا تھا۔ اس کا ایک حملہ ناکام ہوتے ہی میرا حوصلہ کھل گیا تھا۔ اسی لیے میں خاموشی سے کھڑا تھا اس نے اپنے دونوں ہاتھ کھول کر آسمان کی طرف بڑھا دیئے اور ایک دم سے ہی ہاتھوں کو گرا دیا دوسرے ہی لمحے میرے سر پر بڑے بڑے پتھر گرنے لگے لیکن جیسے ہی کوئی پتھر میرے سر کے قریب پہنچتا خوشنما پھول بن کر میرے قدموں میں آ گرتا۔ اس کے بعد تو جیسے پرتاپ کمار پر پاگل پن کے دورے پڑنے لگے اس نے پے در پے کئی منتر آزمائے۔ سب کا وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔

"بس بہت ہو چکا اب میری باری ہے۔" میں قدم بڑھاتا ہوا پرتاپ کمار کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔

"پرتاپ کمار! میں نے چیختے ہوئے اسے پکارا۔ میری طرف دیکھنے کے ساتھ ہی میرے دائیں ہاتھ کا بھرپور تھپڑ اس کے منہ پر پڑا۔ میرا تھپڑ جیسے ہی اس کے منہ پر پڑا اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ میرے ایک ہی تھپڑ نے اس کا جبڑا اپھاڑ کر رکھ دیا تھا۔ دوسرے دونوں پجاری ایک دم سے آگے بڑھے بس وہ ایک لمحہ میں نے غفلت برتی تھی۔ دوسرے ہی لمحے پرتاپ کمار نے وہاں کھڑے ہو کر مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ اور مجھے رگیدتا ہوا دور تک لے گیا۔ اس کے کئی ایک گھونسے میرے جسم پر پڑے تو مجھ پر تو جیسے جنون سوار ہو گیا۔ میں نے اس کو لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ ہانپتا ہوا نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑا [...] نے پوری طاقت سے اس کی گردن [...]

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دباؤ لحہ بہ لحہ بڑھتا جا رہا تھا اس کی آنکھیں یوں لگتا تھا جیسے ابھی چہرے سے باہر نکل آئیں گی۔ وہ اکھڑی اکھڑی سانس لینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میں نے اس وقت تک گردن نہیں چھوڑی جب تک مجھے یقین نہ ہو گیا کہ اس کی روح اس کے جسم سے پرواز کر چکی ہے۔ میں ہاتھ جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا میں نے پرتاپ کمار کے ساتھ آئے ہوئے دونوں پجاریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''اپنے اس پنڈت مہاراج کی لاش کو اٹھا کر لے جاؤ اور اپنے مہاراج ارجن سنگھ کو بتا دینا کہ اگر وہ کسی اور کا یہ حشر دیکھنا چاہتا ہے تو اسے ابھی بھیج دے۔ وہ دونوں پنڈت اپنے ساتھی کی لاش اٹھا کر خاموشی سے چلے گئے۔

ساری بستی والوں نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا۔ ہر ایک اپنی اپنی بولی بول رہا تھا۔ کوئی مجھے فرشتہ کہہ رہا تھا کوئی جادوگر۔ یہ سب لوگ اپنی اپنی بولیاں بولنے میں مگن تھے اور میں حیرت میں ڈوبا اپنی اس پراسرار طاقت کے بارے میں سوچنے لگا جس کے بارے میں ابھی تک مکمل طور پر مجھے کوئی علم نہ تھا۔

میں انہی سوچوں میں مگن تھا کہ ان میں سے ایک عمر رسیدہ بزرگ آگے بڑھے اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے۔

''بیٹا! تم کون ہو۔ کیا تم کوئی جادوگر ہو۔''

''بابا! الحمدللہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کے مذہب میں جادو کو حرام قرار دیا ہے۔ میں کوئی جادوگر وغیرہ نہیں ہوں ایک خدا اور ایک رسول ﷺ کو ماننے والا مسلمان ہوں..... میں آپ لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں بہت جلد آپ لوگوں کو اس ظالم راجہ ارجن سنگھ سے نجات مل جائے گی۔ ادھر گھر پہنچنے پر ماں جی مجھ سے کہنے لگی۔

''بیٹا نہ جانے میرا دل کیوں گھبرا رہا ہے راجہ ارجن سنگھ بہت ہی ظالم انسان ہے نا جانے وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ جن لوگوں کو اس نے بھیجا تھا ایسے تو اس نے سینکڑوں کتے پال رکھے ہیں اور وہ خود بھی کسی بڑے جادوگر سے کم نہیں ہے۔

''ماں جی اطمینان رکھیں کچھ نہیں ہوگا۔ میں نے ان کو تسلی دی۔ جب میں دوبارہ مکان سے باہر نکلا تو پوری بستی بدلی ہوئی محسوس ہوئی جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے دیے جلا کر روشنی کی گئی تھی ہر طرف دو دو

چار چار کی ٹولیوں کی صورت میں لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے جن جن لوگوں کی نظریں مجھ پر پڑتی تھیں وہ عقیدت و احترام سے نظریں جھکا لیتے تھے کچھ دور بچے کھیلنے میں مصروف تھے میں ان سے دور بیٹھ کر ان کو دلچسپی سے کھیلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ کاش کہ مجھے بھی اپنے بچپن کے بارے میں معلوم ہوتا۔ میں جان سکتا کہ میں کون ہوں۔ نہ جانے کتنی دیر میں بچوں کے اس کھیل کو دلچسپی سے دیکھتا رہا اچانک ہی مجھے دور ہی سے پولیس موبائل کے سائرن کی آواز آنے لگی وہ آواز لحہ بہ لحہ مجھ سے قریب ہوتی جا رہی تھی۔ میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا بستی کے لوگ بھی میرے اردگرد جمع ہونے لگے تھے۔ چند لمحوں بعد ہی پولیس جیپ بستی میں موجود تھی۔ اس میں سے ایک انسپکٹر اور دو سپاہی اتر کر میرے نزدیک آ گئے ان کے پیچھے وہ دونوں پجاری بھی تھے جو پرتاپ کمار کی لاش کو بستی سے لے گئے تھے۔ انسپکٹر جیسے ہی میرے قریب پہنچا ان میں سے ایک پجاری چیخ چیخ کر انسپکٹر سے کہنے لگا۔

''یہ..... یہ ہی ہے وہ (شیطان) جس نے مہاراج پرتاپ کمار کی ہتیا کی ہے۔''

''کیوں یہ صحیح کہہ رہ ہیں؟'' انسپکٹر نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

''انسپکٹر صاحب اگر آپ کے پاس کوئی گواہ یا کوئی ثبوت ہو تو بے شک آپ مجھے گرفتار کر کے لے جا سکتے ہیں۔'' میں نے دونوں پجاریوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

''یہ دونوں اس واقعے کے چشم دید گواہ ہیں۔

''جب تو آپ مجھے بڑے شوق سے گرفتار کر کے لے جا سکتے ہیں، میں نے دونوں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس سے قبل کہ انسپکٹر میرے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالتا پوری بستی کے لوگوں نے نعرے بازی شروع کر دی کئی لوگ تو طیش میں آ کر انسپکٹر کی طرف بڑھے اور کہنے لگے۔

''ہمارے ہوتے ہوئے آپ شہریار کو یہاں سے نہیں لے جا سکتے'' ان لوگوں کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر ایک لمحے کے لئے انسپکٹر خود بوکھلا گیا میں نے سامنے آ کر سب کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کی تاکید کی اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

''یہ انسپکٹر مجھے زیادہ دیر اپنے پاس نہیں روک سکے گا۔ جیت ہمیشہ حق اور سچائی کی ہوتی ہے۔ ہم حق پر ہے سچائی پر ہیں اس لیے جیت ہماری ہی ہوگی۔ میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں بہت جلد دوبارہ آپ لوگوں کے درمیان ہوں گا۔ انسپکٹر نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی اور مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لاک اپ میں بند کر دیا۔ میں بھی لاپرواہی سے لاکپ کی زمین پر لیٹ گیا۔ میں نے اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا چند لمحوں بعد ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کہ میرے علاوہ بھی یہاں کوئی موجود ہو۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ میں نے سوچا کہ شاید میرا وہم ہو۔

''کس وچار میں گم ہو۔'' لاک اپ میں ایک نسوانی آواز گونجی تو میں چونک پڑا..... یہ آواز میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں تیزی سے پلٹ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا مگر یہاں کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔

''مجھے نہیں پہچانتے.....'' وہی مترنم آواز لاکپ میں گونجی۔

''تم جو کوئی بھی ہو میرے سامنے آ کر بات کرو۔ اس بار میں نے کرخت لہجے میں کہا۔''

''میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ سازوں پر رقصاں کوئی آواز دوبارہ ابھری۔ اچانک مجھے محسوس ہوا جیسے میری نظروں کے سامنے سے کوئی دبیز پردہ دھوئیں کی طرح ہٹ گیا ہو۔ اب میں اس عورت کو بخوبی دیکھ رہا تھا۔ جو میرے سامنے دروازے کے قریب کھڑی مسکراتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ سر سے پاؤں تک اس نے دھانی رنگ کی ایک ساڑھی لپیٹ رکھی تھی جس کے اندر سے اس کا مرمریں جسم جھانک رہا تھا۔ اس کے چہرے کے نقش و نگار اس قدر حسین و جاذب نظر تھے کہ ایک لمحے کے لئے میں اس کے حسن و رعنائیوں میں گم ہو گیا پھر مجھے راجہ ارجن سنگھ کا خیال آیا تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا میں نے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کون ہو تم؟''

جواب میں حسین و جمیل عورت کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ ابھری۔ آہستہ آہستہ شاہانہ انداز میں قدم بڑھاتی ہوئی وہ میرے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ میرے سوالوں کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ لیکن اس کی خمار آلود نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

''میں کیا کہہ رہا ہوں؟'' میں نے جھلا کر عورت کو مخاطب کیا۔

اس بار بھی عورت کے ہونٹوں پر ایک پروقار مسکراہٹ ابھری اس نے مجھے چمکیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تمہارے اندر اتنی شکتی نہیں ہے کہ مجھے پہچان سکو۔ عورت کی مترنم آواز لاک اپ میں گونجی تو

مجھے یوں لگا جیسے بے شمار نقرئی گھنٹیاں ایک ساتھ کھنک اٹھی ہوں۔ مجھے اعتراف ہے میں نے اس سے قبل اتنی حسین عورت نہیں دیکھی تھی۔ میں اس کے حسن سے مسحور ہوتا جا رہا تھا۔

''آخر تم ہو کون؟'' میں نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔

تم اپنے ماضی کے بارے میں جاننا چاہتے ہو نا۔ اس نے میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا تم میرے ماضی کے بارے میں جانتی ہو؟'' میں نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

''میں تمہارے ماضی کے بارے میں ایک ایک بات جانتی ہوں۔ کیونکہ میں پاروتی دیوی ہوں۔ اور میں خود اتنی شکتی شالی ہوں جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے ہو..... میں تمہیں تمہارے ماضی کے بارے میں ایک ایک بات بتا سکتی ہوں۔

''تو پھر بتاؤ میں کون ہوں؟'' کہاں سے آیا ہوں؟ میں نے اپنے دل کی بے ترتیب دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

''تم.....'' ابھی اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھی کہ مشک و عنبر کی تیز خوشبو کا جھونکا میرے اطراف میں پھیلتا چلا گیا۔ میں سب کچھ بھول کر اس خوشبو کے سحر میں کھوتا چلا گیا۔ نہ جانے کتنی دیر یونہی گزر گئی جیسے ہی خوشبو کا جھونکا میرے اطراف سے غائب ہوا میں نے وہاں دیکھا جہاں چند منٹ پہلے پاروتی دیوی موجود تھی اب وہاں پر اس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پاروتی دیوی مجھے میرے ماضی کے بارے میں بتانے آئی تھی پھر مجھے کچھ بتائے بغیر عائب کیوں ہو گئی تھی۔ عین وقت پر بزرگ کی آمد کیا معنی رکھتی تھی۔ کیا وہ بزرگ نہیں چاہتے کہ مجھے اپنے ماضی کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ ہاں بالکل یہ ہی بات تھی مجھے اس وقت بزرگ کی آمد بڑی خاص لگ رہی تھی۔ ابھی میں اپنے حالات پر غور کر رہا تھا کہ انسپکٹر لاک اپ کا دروازہ کھولتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ کتنی دیر تک تو وہ ایک ٹک مجھے گھورتا رہا..... پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

''تمہارے اور کتنے ساتھی اس بستی میں موجود ہیں؟ انسپکٹر کی اس بات پر میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں قہقہے لگاؤں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میں جان سکتا ہوں کہ تمہارے اس سوال کے پوچھنے کا مقصد کیا ہے؟''

''وہ دونوں پجاری رام لال اور جگت لال پراسرار طور پر لاپتہ ہو گئے ہیں اور باوجود کوشش کے اب تک ان کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

میرا بستی میں نہ کوئی ساتھی ہے اور نہ ہی یہاں پر کوئی مجھ سے ملنے آیا ہے۔ انسپکٹر نے مجھے دو دن بند رکھا۔ ان دو دنوں میں اس نے مجھے اپنی ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی۔ تیسرے دن اس نے مجھے عدالت میں پیش کر دیا۔ کوئی ثبوت اور گواہ نہ ہونے کی بنا پر عدالت نے مجھے جلد ہی باعزت بری کر دیا۔ میں ایک بار پھر بستی میں پہنچ گیا۔ میں اپنے ساتھ گزرنے والے حالات پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا ایک کے بعد ایک پراسرار حادثہ میرے ساتھ پیش آ رہا تھا۔ رات کی تاریکی میں قبر سے پیدا ہونا بزرگ کا مجھے نصیحتیں کرنا، پنڈت پجاریوں سے جنگ کرنا، پاروتی دیوی سے ملاقات، ان دونوں پجاریوں کا پراسرار طور پر غائب ہو جانا۔

''کیوں..... آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟'' نہ جانے کتنی دیر تک میں خیالات کی دنیا میں گردش کرتا رہا اور چونکا اس وقت جب غزالہ نے میرے سامنے کھانے کا تھال لا کر رکھا!

''کن سوچوں میں گم ہیں؟'' غزالہ نے مجھے شوخی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ آخر یہ دونوں پجاری کہاں غائب ہو گئے تھے؟''

''تو کیا یہ کام آپ نے نہیں کیا؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

یہ کام کسی اور طاقت کا ہے اور میں اس طاقت کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوں۔

اس نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا۔ اسے شاید میری بات پر یقین نہیں آیا تھا۔ اس سے پیشتر کہ ہمارے درمیان کوئی اور بات ہوتی ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے پوری بستی میں زلزلہ آ گیا ہو۔ پوری بستی کی زمین تھرتھرانے لگی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی یہ زمین پھٹ جائے گی اور ہم اس میں سما جائیں گے۔ میں تیزی سے مکان سے باہر نکل آیا۔

ہر طرف چیخ و پکار مچی ہوئی تھی عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے سبھی بھاگ رہے تھے۔ اعصاب کو چٹخا دینے والا شور بپا تھا۔ اسی لمحے قیامت کے اس شور میں کسی کی آسمان کو چیرتی ہوئی چیخ سنائی دی۔

سب سے پہلے غزالہ کی نظر اس پر پڑی جو میرے پیچھے کھڑی تھی۔ اس نے میرا بازو مضبوطی سے

پکڑتے ہوئے خوفزدہ انداز میں ایک طرف اشارہ کیا۔

ادھر دیکھو شہریار۔ جو منظر میری آنکھوں کے سامنے تھا اس کو دیکھ کر میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔ مجھ سے کوئی بیس پچیس گز کے فاصلے پر زمین پر گہرے گہرے شگاف پڑ رہے تھے اور ہر پڑنے والے شگاف سے ایک ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ نمودار ہو رہا تھا۔ ان ڈھانچوں کی تعداد میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ غزالہ میرے قریب کھڑی بری طرح کانپ رہی تھی۔ اس کی ساری شوخی رخصت ہو چکی تھی۔ اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑ گیا تھا وہ مجھ سے کانپتی ہوئی آواز میں مخاطب ہوئی۔

اب ہمارا خاتمہ ہی سمجھو شہریار۔ اب ہم کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ ہم ان ڈھانچوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ابھی میں انہی ڈھانچوں کو دیکھنے میں مگن تھا کہ اچانک مجھے میرے بالکل نزدیک زمین پر گہرے شگاف پڑتے ہوئے نظر آئے ہمارے سنبھلنے سے پہلے ہی ان ڈھانچوں نے ہمارے گرد گھیرا ڈال دیا۔ غزالہ کی فلک شگاف چیخ نے مجھے ایک لمحے کے لئے بدحواس کر دیا۔ میں نے جیسے ہی پلٹ کر دیکھا چار ڈھانچے غزالہ کے گرد گھیرا تنگ کرتے جا رہے تھے۔ قبل اس کے کہ میں غزالہ اور ڈھانچوں تک پہنچتا ٹھیک اسی جگہ زمین پر گہرا شگاف پڑا جہاں غزالہ کو ڈھانچوں نے گھیرا تھا۔ چاروں ڈھانچے غزالہ کو شگاف میں لے کر غائب ہو گئے۔ اور وہاں پر زمین دوبارہ اس طرح سے برابر ہو گئی جیسے وہاں پر غزالہ کا یا ڈھانچوں کا کبھی کوئی وجود نہ ہو۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔

اچانک پوری فضا شیطانی قہقہوں سے گونج اٹھی۔ میں نظریں گھما کر اس طرف دیکھنے لگا۔ جس طرف سے ان قہقہوں کی آواز آ رہی تھی۔ ایک ہٹا کٹا طویل القامت پجاری میرے سامنے کھڑا تھا۔ اس کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح گھٹا ہوا تھا جس پر اس کی لمبی چٹیا بڑی مضحکہ خیز لگ رہی تھی ننگے سینے اور بازوؤں کے علاوہ پجاری نے اپنی کشادہ پیشانی اور چہرے پر صندل کے برادے کی قسم کی کوئی چیز مل رکھی تھی اس کے قوی خاصی مضبوط اور گٹھے نظر آ رہے تھے رنگت تانبے جیسی تھی آنکھوں میں اس نے بڑے سلیقے سے کاجل لگا رکھا تھا۔ جس سے اس کی ہیئت پراسرار بن کر رہ گئی تھی۔ اس نے سیدھے ہاتھ میں ایک لمبی مالا دبا رکھی تھی۔ جس کا جاپ اس وقت بھی جاری تھا۔ لمبی لمبی انگلیاں تیزی سے دانے بدل رہی تھیں لیکن ہونٹ بالکل ساکت تھے۔ وہ غضب ناک نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

اگر میری مان تو مہاراج ارجن سنگھ سے بدھ کرنے کا خیال دل سے نکال دے۔ پنڈت پجاریوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں ہوتی اور دیوی دیوتاؤں سے ٹکرانا تیرے بس کا روگ نہیں ہے۔'' میں غصہ ضبط نہ کر سکا اور پنڈت کی طرف بڑھنے لگا۔

''کیا صرف یہ ہی کہنے کے لیے تم نے یہاں آ کر ان ڈھانچوں سے بستی والوں کو خوفزدہ کیا ہے؟''

''دھیرج سے کام لے مورکھ میں صرف تجھ کو اتنا بتانے آیا ہوں کہ تو نے پجاری پرتاپ کمار کی ہتیا کر کے اچھا نہیں کیا۔ تجھے دیوی دیوتاؤں کی شکتی کبھی چین نہیں لینے دے گی۔

''مہاراج، کیا تم نے پرتاپ کمار کا عبرتناک انجام نہیں دیکھا؟ اور اب تمہیں کبھی میرے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ تمہارے دیوی دیوتا بھی نہیں، میں نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔

پجاری نے کہا۔

''مورکھ..... نادان چھوکرے، تیری یہ مجال کہ تو دیوی دیوتاؤں کی شکتی کو للکارے۔ اپرادھی۔ میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ مہاراج ارجن سنگھ کا خیال من سے نکال دے۔

اب تمہارے اور تمہارے مہاراج ارجن سنگھ کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ تم نے ان بستی والوں پر بہت ظلم کر لیے ہیں۔ میں نے پجاری کو قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ پجاری چند لمحے تو چپ چاپ کھڑا مجھے گھورتا رہا۔ پھر سپاٹ لہجے میں بولا۔

''مورکھ تجھے نہیں معلوم تو اس سے کس شکتی کے سامنے کھڑا باتیں کر رہا ہے۔ اگر تو میری شکتی دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھ۔ اس نے کوئی منتر پڑھ کر میری طرف اشارہ کیا دیکھتے ہی دیکھتے ایک سیاہ رنگ کا ناگ نہ جانے کہاں سے میرے سامنے نمودار ہوا اور اپنا پھن اٹھائے میری طرف لپکا۔ میں نے تیزی سے اچھل کر ایک طرف ہٹنے کی کوشش کی تھی لیکن میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ناگ کے ڈسنے سے ایک لمحے تو مجھے یوں لگا جیسے میرے جسم میں چنگاریاں پھوٹ پڑی ہوں۔ لیکن دوسرے لمحے کیف و سرور کی لہر میرے جسم میں دوڑنے لگی۔ مجھ پر ایسا نشہ طاری ہو رہا تھا جیسے میں زمین کے بجائے ہوا میں پرواز کر رہا ہوں لیکن میں بدستور اپنی جگہ پر کھڑا تھا پجاری نے مجھے حیرت سے دیکھا پھر منہ ہی منہ میں کسی اور منتر کا جاپ کرنے لگا۔ مگر اب میں اس کو کوئی موقعہ دینا نہیں چاہتا تھا۔ میں قدم بہ قدم پجاری کی طرف بڑھنے لگا۔ قبل اس کے کہ میں پجاری تک پہنچتا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے

میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی جا رہی ہے اور میں کئی من مٹی کے نیچے دفن ہوتا جا رہا تھا۔ آخری احساس جو میرے ذہن میں تھا وہ مٹی کا تھا جو کہ بے دریغ میرے منہ اور کانوں میں گھستی جا رہی تھی۔

جب میری آنکھیں کھلیں تو میں سمندر کے کنارے ریت پر اندھے منہ پڑا ہوا تھا اور کئی لوگ میرے گرد جمع تھے۔

نامعلوم کون ہے۔ کسی کی آواز کانوں میں پڑی۔ معلوم نہیں اس سمندر میں کہاں سے آ گیا ہے۔

''کیا معلوم بیچارے نے حالات سے تنگ آ کر خودکشی کرنے کی کوشش کی ہو۔ میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرے سارے کپڑے پانی سے بھیگے ہوئے تھے سمندر میں دور دور تک جہاز اور کشتیاں آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔

''بیٹا تم کون ہو اور اس بے نام سمندر کی آغوش میں کس طرح سے آ گئے۔ ان میں سے ایک بڑی عمر کے آدمی نے آگے بڑھتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

''بابا آپ یقین کریں کہ میں خود نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔'' میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ انہوں نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا اور کہنے لگے۔

''بیٹا! بزرگوں سے مذاق اچھا نہیں ہوتا۔

''بابا آپ میری بات کا یقین کریں کہ میں نے جو کچھ آپ سے کہا ہے وہ صحیح ہے لیکن مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ میری بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

''بیٹا! میری ایک بات یاد رکھنا، یہ بمبئی شہر ہے یہاں پر کوئی کسی کا نہیں ہے۔ یہاں اپنی حفاظت آپ کرنا پڑتی ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا میں سمندر میں کس طرح پہنچ گیا۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ میں پنڈت سے مقابلہ کر رہا تھا کہ اچانک ہی میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔ میں منوں مٹی تلے دبتا چلا گیا تھا۔ اس پنڈت نے پتہ نہیں ماں جی اور غزالہ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔ بیچارے بستی والوں پر کیا بیتی ہوگی؟ ابھی میں انہی سوچوں میں مگن تھا کہ اچانک ہی میرے بالکل قریب ایک نئے ماڈل کی بلیک کار آ کر رکی اس میں سے تین چار نوجوان تیزی سے نکلے اور میرے گرد گھیرا ڈال کر کہنے لگے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''چپ چاپ چل کر گاڑی کے اندر بیٹھ جاؤ۔ شور کرنے کی کوشش کی تو پستول کی سبھی گولیاں تم پر خالی کر دیں گے۔''

''لیکن..... تم لوگ؟''

''کوئی سوال نہیں صرف ہمارے حکم کی تعمیل کرو ورنہ اگلے لمحے سانس لینے کی مہلت بھی نہیں ملے گی۔ ان میں سے ایک نے میری بات کاٹتے ہوئے خونخوار لہجے میں کہا۔ میں خاموشی سے ان کے ساتھ گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ گاڑی ساحل سمندر سے نکل کر بمبئی شہر کی بھری پری سڑکوں پر فراٹے بھرنے لگی۔ میں ان لوگوں کے بارے میں سوچنے لگا کہ یہ لوگ کون ہیں اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں اور مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ ظاہر ہے ان باتوں کا جواب تو یہ ہی لوگ دے سکتے تھے۔ لیکن میں اس وقت ان لوگوں سے کسی بھی سوال کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ میں باہر گزرنے والے مناظر کو دلچسپی سے دیکھنے لگا۔ کار ایک ہلکے سے دھچکے کے ساتھ رکی تو میں نے چونک کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ لیکن اندھیرے کی وجہ سے کوئی چیز صاف نظر نہیں آئی۔ بس اتنا اندازہ ہوا کہ وہ کسی جدید ترین عمارت کا احاطہ ہے۔ ان میں سے ایک نے کار کا انجن بند کیا اور اتر کر پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

''نکلو.....'' اور میں خاموشی سے کار سے اتر آیا۔ ڈرائیونگ کرنے والے نے کار کا دروازہ بند کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر برآمدے پر چڑھ گیا برآمدے میں دو دروازے دائیں بائیں تھے ایک سامنے تھا۔ اس نے اس دروازے کو کھولا اور ہم اندر چلے گئے۔

عمارت میں مکمل سناٹا تھا۔ ہم جس کمرے میں داخل ہوئے وہ اپنی سجاوٹ کے اعتبار سے ڈرائنگ روم ہی لگتا تھا وہ مجھے یہاں چھوڑ کر چلا گیا اور میں نڈھال ہو کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ ابھی مجھے بیٹھے ہوئے چند لمحے ہی گزرے تھے کہ کسی کی آہٹ پا کر میں نے پلٹ کر دیکھا۔ جو شخصیت میرے سامنے کھڑی تھی اسے دیکھ کر میرا حیران ہونا لازمی تھا۔ میرے سامنے وہی بزرگ چہرے پر مسکراہٹ لیے کھڑے تھے۔ جنہوں نے مجھے ساحل سمندر پر نصیحتیں کی تھیں۔ وہ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔

''بابا یہ سب کیا ہے؟ اور مجھے اس طرح سے یہاں لانے کا مقصد؟''

''پہلے تم اپنے بارے میں کچھ بتا دو تا کہ زیادہ بہتر طریقے سے تمہارے سوالوں کے جواب دے

سکوں گا۔'' بزرگ کا لہجہ بدستور نرم ہی تھا۔

میرے محترم میں نے آپ کو ساحل سمندر پر جو کچھ بتایا وہ سب صحیح تھا۔ اور اگر میں آپ کو اپنی کہانی سنا بھی دوں تو شاید آپ میری باتوں پر یقین نہیں کریں گے۔

اس کے باوجود میں تمہاری کہانی سننے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اس بار میں تمہاری کسی بات کو جھٹلاؤں گا نہیں..... بزرگ نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''ٹھیک محترم اگر آپ بضد ہیں تو مجھے اپنے بارے میں بتانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اب اس پر یقین کرنا نہ کرنا آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ پھر میں نے ان بزرگ کو قبر میں پیدا ہونے سے لے کر سمندر میں آنے تک کی روداد سنا دی تو وہ مجھے یوں گھورنے لگے جیسے انہیں میری دماغی حالت پر شبہ ہو۔

''ناممکن..... یہ باتیں صرف کہانیوں، کتابوں میں تو مل سکتی ہے۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔''

''ایسا ہی ہے اور بطور ثبوت میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔''

''تمہارا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک طریقے سے تم ناقابل تسخیر انسان ہو؟'' انہوں نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا.....''

''اب تک کے حالات تو یہ ہی ثابت کرتے ہیں لیکن میں اپنے ماضی کے بارے میں جاننے کے لئے بہت بے چین ہوں۔ میں نے تو اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے اب آپ اپنے بارے میں بتانا پسند کریں گے۔'' میں نے صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

''یوں سمجھ لو کہ تمہیں یہاں تک پہنچانے والے میری تنظیم کے آدمی ہیں۔ اور میں اس تنظیم ''چارہ گر'' کا سربراہ ہوں۔ اور تمہیں یہاں پر پڑوسی ملک کا جاسوس سمجھ کر لایا گیا تھا۔ ہماری اس تنظیم کا اصول ہے کہ ہم اس سرزمین سے غداری کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کرتے ہیں لیکن تمہاری کہانی سننے کے بعد میں تمہاری بات پر یقین کر چکا ہوں اس لیے اب تم آزاد ہو اگر کہیں جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو اور اگر یہاں رہنا چاہتے ہو تو آزادی سے رہو۔ گھومو پھرو اور اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو۔'' انہوں نے نہایت ہی شفقت سے مجھ سے پوچھا۔

''بابا کیا کسی طرح پتہ نہیں چل سکتا کہ وہ بستی کون سی تھی جہاں سے مجھے سمندر کے حوالے کیا گیا تھا۔ میں نے نظریں بابا کے قدموں کی طرف جھکاتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کیوں.....؟ کیا غزالہ سے ملنے کی بے چینی ہے۔ انہوں نے میری حالت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

''بابا! مجھے تو یوں لگتا ہے کہ اس ظالم نے غزالہ کو بھی مار ڈالا ہے۔

''تم فکر مت کرو میں اپنے آدمیوں سے کہہ کر پتہ لگواتا ہوں کہ وہ بستی کس علاقے میں ہے یا کس شہر میں ہے۔ اطمینان رکھو انشاءاللہ بہت جلد ہمیں معلومات مل جائیں گی۔

آؤ تمہیں تمہارا بیڈ روم دکھاؤں۔ میں ان کے ساتھ چلتا ہوا ایک خوبصورت سے بیڈ روم میں جا پہنچا۔ اب تم آرام کرو صبح ملاقات ہوگی۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ کمرے سے باہر نکل گئے۔ میں نرم و ملائم بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کن حالات سے دوچار ہوتا جا رہا ہوں۔ ایک کے بعد ایک ناقابل یقین حادثات میرے ساتھ پیش آ رہے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ کہاں جاؤں۔ میں خیالات کے دھارے پر بہتا جا رہا تھا اور نہ جانے کس لمحے نیند کی دیوی نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔

صبح جب میری آنکھ کھلی تو دن کافی چڑھ آیا تھا۔ میں بیڈ سے اٹھ کر سامنے بنے باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ ہاتھ منہ دھو کر باتھ روم سے نکلا تو دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔

دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔

''باس آپ کا ناشتے پر انتظار کر رہے ہیں۔'' میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ڈرائنگ روم تک آ گیا ناشتہ لگ چکا تھا، ڈائننگ ٹیبل کے اطراف موجود تمام کرسیوں پر لوگ موجود تھے صرف دو کرسیاں خالی تھیں جن میں سے ایک پر میں بیٹھ گیا اور دوسری پر وہ نوجوان بیٹھ گیا۔

''میرے یہاں پر مالک یا نوکر والا حساب نہیں ہے۔ اس تنظیم کے لیے ہم سب ایک برابر ہیں۔ جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں سب نے اس تنظیم کے لیے کوئی نہ کوئی قربانی دی ہے۔

''ان سب کے مشترکہ فیصلے سے مجھے تنظیم ''چارہ گر'' کا سربراہ بنایا گیا ہے اور یہ لوگ میرا حکم بالکل اسی طرح سے مانتے ہیں جیسے کوئی بچہ اپنے باپ کا حکم مانتا ہے۔ بزرگ نے مجھے اپنی تنظیم کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

راجو جب تک ہمیں اس بستی کے متعلق کوئی اطلاع نہیں مل جاتی تم اسے بمبئی کی سیر کراؤ۔'' یس باس، راجو نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

''شہریار .....تمہارے بیڈ روم میں کپڑے موجود ہیں ان میں سے انتخاب کرو پہنو اور جب تک تمہارا دل چاہے بمبئی میں گھومو پھرو یہ راجو تمہارے ساتھ رہے گا۔

تیار ہو کر آئینے میں جب میں نے اپنے سراپے کا جائزہ لیا تو خود بھی حیران رہ گیا۔ ابھی میں اپنے سراپے کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ راجو کمرے میں داخل ہوا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا۔

''آج تو نہ جانے بمبئی شہر پر کون سی قیامت گزرنے والی ہے۔ اس وقت آپ کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہے۔''

''اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے'' میں نے اس کے مذاق سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

''کیوں، آپ ہم غریبوں کا مذاق اڑاتے ہیں جی.....'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر ہم بیڈ روم سے نکل کر پورچ میں آ گئے۔ راجو نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور ہم بمبئی کی سڑکوں پر آ گئے کیسا تضاد تھا ایک رات پہلے میں اس گاڑی میں قیدی کی حیثیت سے تھا اور اس وقت یہ گاڑی میرے مصرف میں تھی پھر تیسرے دن راجو مجھ سے کہنے لگا۔

''شہریار..... چلو آج تمہیں ایک نئی جگہ لیے چلتا ہوں، جہاں تمہارا دل خوش ہو جائے گا۔ دو دن کی رفاقت میں راجو مجھ سے کافی بے تکلف ہو گیا تھا۔

''ابھی کوئی نئی جگہ باقی ہے؟ میرا لہجہ اتنا معصومانہ تھا کہ وہ کھلکھلا کر نہیں پڑا۔

راجو کی صورت میں مجھے ایک اچھا اور پرخلوص دوست میسر آ گیا تھا۔ اس کی رفاقت میں میرے دن بڑے اچھے گزر رہے تھے۔ وہ اب تک ایک پرخلوص اور بے لوث دوست ہی ثابت ہوا تھا۔ کار ایک جھٹکے سے رکی تو میں خیالات کی دنیا سے باہر آ گیا۔

''آؤ.....'' راجو نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ہم پیدل چلتے ہوئے ایک خوبصورت سے علاقے میں داخل ہو گئے۔ یہاں فلیٹوں کی بالکونیوں پر لڑکیاں کھڑی ہمیں اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔ راجو سب کو نظر انداز کرتا ہوا مجھے لے کر علاقے کے بالکل آخری کونے پر پہنچ گیا۔ یہ مکان دوسرے بنے تمام مکانوں سے خوبصورت اور کافی بڑا تھا۔ راجو مجھے لے کر مکان میں بنے ہال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں داخل ہوا جہاں راگ رگ کی محفل جمی ہوئی تھی۔ شہر کے رؤسا گاؤ تکیے جمائے رقص و سرور کی محفل سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ دو خواجہ سرا تھرکتے مٹکتے نوابین کو شراب فراہم کرنے میں مصروف تھے۔ راجو اور میں بھی ایک آرام دہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ ہم تقریباً دو ڈھائی گھنٹے تک اس محفل سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ ابھی میں راجو سے اٹھنے کے لئے کہنے ہی والا تھا کہ میں نے ایک شخص کو ہال میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس سے پہلے اس کے چار باڈی گارڈ ہاتھوں میں گنیں لیے اندر داخل ہوئے۔ وہ اپنے رکھ رکھاؤ سے اس شہر کا کوئی بہت بڑا رئیس لگتا تھا۔ ان کے ہال میں داخل ہوتے ہی محفل میں خاموشی چھا گئی۔ اس نے نظریں گھما کر چاروں طرف دیکھا تو لوگ اس کے دیکھتے ہی اٹھ اٹھ کر باہر جانے لگے۔ راجو نے بھی اٹھنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے اشارے سے اٹھنے سے منع کر دیا۔ وہ مجھے یوں حیرت سے دیکھنے لگا جیسے اسے میری دماغی حالت پر شبہ ہوا ہو۔ اب صرف میں اور راجو تھے۔ نووارد نے جیب سے شراب کی بوتل نکالتے ہوئے راجو سے کہا۔

''کیوں بے راجو..... کیا اپنی اوقات بھول گیا جواب تک یہاں بیٹھا ہے۔''

''ٹائیگر وہ میرا مہمان ساتھ تھا، راجو نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔''

''تجھے پتا ہے نا جب ٹائیگر یہاں آتا ہے تو کسی کو یہاں نہیں مانگتا۔ تو اب تک یہاں بیٹھا ہے اب بول تجھے کیا سزا دی جائے۔

ٹائیگر آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ راجو نے آنکھیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ راجو اس سے اتنا خوفزدہ کیوں ہے؟

''وکرم، ٹائیگر کسی خونخوار چیتے کی طرح غرایا..... اس کی لاش کا تحفہ اس کے باس کے پاس بھجوا دو۔ تاکہ ان لوگوں کا کوئی آدمی آئندہ میرے سامنے ایسی گستاخی نہ کرے۔

چاروں باڈی گارڈوں میں سے ایک راجو کی طرف بڑھنے لگا۔ جیسے ہی وہ راجو کے قریب آیا میرا دایاں ہاتھ فضا میں لہرایا اور دوسرے ہاتھ سے میں نے اس کی گن اپنے قبضے میں لے لی۔ اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی کچھ سمجھتا میرا ہاتھ ایک بار پھر لہرا گیا۔ گن کا پچھلا حصہ وکرم کی کھوپڑی پر پڑا اور وہ کراہ کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے فرش پر ڈھیر ہوتے ہی میں نے راجو پر چھلانگ لگا دی اور اسے

رگیدتا ہوا دور لے گیا۔ اگر مجھے راجو پر چھلانگ لگانے میں ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو ٹائیگر کے دوسرے باڈی گارڈز کی گن سے نکلنے والی گولیاں راجو کے جسم میں اتر چکی ہوتیں۔

''ٹائیگر اپنے آدمیوں سے کہو کہ گنیں پھینک دیں۔ ورنہ دوسری صورت میں تمہیں زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔'' میں نے گن کا رخ ٹائیگر کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

''اس حرکت کا انجام جانتے ہو؟'' ٹائیگر نے کسی خونخوار کتے کی طرح غراتے ہوئے کہا.....!

''انجام کی پرواہ میں نے کبھی نہیں کی جو کہہ رہا ہوں اس پر فوراً عمل کرو ورنہ.....''

''تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ یہ گن مجھے دے دو اور خاموشی سے یہاں سے چلے جاؤ۔ تمہیں میرے یا میرے آدمی کے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ٹائیگر نے اپنا لہجہ نرم کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے ایک باڈی گارڈ کا نشانہ لے کر فائر کر دیا وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

''اس بیچارے نے تمہاری وفاداری میں ہوشیاری کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے باقی دونوں باڈی گارڈ بھی سہم گئے اور انہوں نے ہتھیار قالین پر پھینک دیئے۔

راجو، ہتھیاروں کو اٹھا لو۔ میرا لہجہ اتنا سخت تھا کہ راجو جیسا شخص بھی سہم گیا، خاموشی سے ہتھیار اٹھا کر واپس میرے پاس آ گیا۔ صرف ایک لمحہ بس ایک لمحہ میں نے راجو کو دیکھنے کے لیے ٹائیگر کی طرف سے غفلت برتی تھی۔ اس نے اسی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ اس کے بعد تو اس نے مجھے گھونسوں اور لاتوں پر رکھ لیا۔ اس کی لاتیں اتنی تیزی سے میرے جسم پر پڑی تھیں کہ مجھے کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ اچانک ہی اس نے لاتیں روک کر مجھے گریبان سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی تھا۔ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں آ گیا۔ ''ٹائیگر آج تک جو کچھ تم نے کیا سو کیا لیکن اب تم اس لائق نہیں رہو گے کہ کچھ کر سکو۔ میں نے اس کے دائیں ہاتھ کو گھماتے ہوئے اس کی کہنی پر اتنی زوردار ضرب ماری کہ اس کے ہاتھ کی ہڈی درمیان سے ٹوٹ گئی اور اس کا ہاتھ کہنی کے پاس سے اس طرح جھول گیا جیسے اس میں جان ہی نہ رہی ہو۔ ابھی وہ دائیں ہاتھ کی تکلیف سے سنبھل نہیں پایا تھا کہ میں نے بائیں ہاتھ کے ساتھ بھی وہی حشر کیا۔

''ٹائیگر..... اب کیا ارادہ ہے کیا دونوں ٹانگیں بھی تڑوانی ہیں۔'' میں نے حقارت سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ن.....ن.....ن ن.....نہیں خدا کے واسطے مجھے معاف کردو.....'' وہ ہذیانی انداز میں چلانے لگا۔ آئندہ اگر راجو کی طرف تمہارے کسی آدمی نے آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو اس کا بھی عبرت ناک انجام ہوگا۔ میں نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

''نہیں نہیں اب ایسا نہیں ہوگا'' وہ گڑگڑایا۔

''لیکن تم ہو کون؟''

''میں شیرو دادا ہوں۔''

''راجو مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے میں انسان نہیں کوئی مافوق الفطرت چیز ہوں، پھر اسلحہ تھامے ہم لوگ آ کر گاڑی میں بیٹھ گئے راجو نے ایک بار پھر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اس کو ایسا نہیں کرنے دیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، زندگی میں پہلی بار ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی لیکن مایہ ناز ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

''یہ تم بیوہ عورتوں کی طرح کس بات کا سوگ منا رہے ہو؟'' میں نے راجو کی خاموشی کو توڑا۔ میری بات سن کر وہ چونکا۔

''شہریار تم ٹائیگر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے سارا بمبئی اس سے ڈرتا ہے۔ بمبئی کے بڑے بڑے دادا لوگ اسے بھتہ دیتے ہیں۔ پولیس نے کبھی آج تک اس پر کبھی ہاتھ نہیں ڈالا۔ جس علاقے میں یہ رہتا ہے وہاں کے لوگ اس کا نام بھی اپنی زبان سے لیتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ نا جانے آج تک اس کے ہاتھوں کتنے خون ہو چکے ہیں۔ باس نے بھی کبھی اس سے براہ راست ٹکرانے کی جرات نہیں کی۔ اس نے اگر اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا تو پوری بمبئی کی پولیس تمہارے پیچھے پڑ جائے گی۔ راجو نے خوفزدہ لہجے میں مجھے ٹائیگر کے بارے میں پوری تفصیل بتائی۔

''اب تم یہ پریشان ہونا چھوڑو اور ٹائیگر کے بھوت کو ذہن سے اتار دو وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور یہ سوگ کا پردہ چہرے سے ہٹاؤ۔ پہلے والے راجو بن جاؤ۔ میرے جملے سے راجو کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

کار کو عمارت کے پورچ میں لے جا کر بند کیا اور چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔ بابا میٹنگ میں مصروف تھے مجھے دیکھتے ہی ان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ انہوں نے سامنے بیٹھے

ہوئے شخص سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ شہریار یہ ہماری تنظیم کی ایک شاخ جو کہ لندن میں ہے اس کے سربراہ ہیں اور یہ ہمارا مہمان شہریار ہے۔ بابا نے ہم دونوں کا آپس میں ایک دوسرے کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ میں نے آگے بڑھ کر ان سے مصافحہ کیا بابا ہماری طرف سے توجہ ہٹا کر جب راجو کو دیکھا تو اس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوگئی اور اس کی جگہ سنجیدگی نے لے لی۔

'' کیا بات ہے راجو تم کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو۔'' بابا نے راجو کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

''باس وہ ٹائیگر.....'' راجو ہکلایا۔

''ٹائیگر کیا؟''

''بابا دراصل ٹائیگر مجھ سے الجھ پڑا تھا اور میں نے اس کے دونوں ہاتھ توڑ دیئے ہیں۔ بیچارہ اب دادا گیری کرنے کے لائق نہیں رہے گا۔ بس اتنی سی بات تھی اس میں یہ راجو اتنا پریشان ہو رہا ہے۔ میرا انداز ایسا تھا جیسے میرے لیے یہ کوئی بہت معمولی بات ہو۔ میری بات سن کر وہ شخص جس کا تعارف ابھی بابا نے کرایا تھا صوفے سے اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اچانک صوفے میں اسپرنگ نکل آئے ہو۔

''کیا.....کیا.....کیا تم نے ٹائیگر کے دونوں ہاتھ توڑ دیئے؟ مجھے لگتا ہے تم نے بہت زیادہ پی لی ہے۔''

''کیا ٹائیگر انسان نہیں۔ جب ٹائیگر انسان ہو کر لوگوں کے ہاتھ پاؤں توڑ سکتا ہے تو کیا میں انسان ہو کر اس کے ہاتھ نہیں توڑ سکتا۔ میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں اس سے پوچھا۔

ن.....ن.....ناممکن میں نہیں مانتا۔ تم ہاتھ توڑنے کی بات کرتے ہو میں کہتا ہوں کہ تم اس کے علاقے کے قریب سے بھی نہیں گزر سکتے۔ اس نے مجھے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے کل ہم وہاں پر ہی چلیں گے جہاں ٹائیگر کا علاقہ ہے۔ تم جو کچھ دیکھنا چاہتے ہو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا''

''بابا کیا آپ بھی میری بات پر یقین نہیں کریں گے؟'' میں نے بابا سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ تم نے جو کہا وہ صحیح ہے۔'' انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ دوسرے دن صبح ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے راجو کو بلایا اور گاڑی نکالنے کے لیے کہا۔ راجو میری ہدایت سن کر خاموشی سے باہر چلا گیا میرے باہر نکلنے سے پہلے بابا نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔

''میں بھی تم لوگوں کے ساتھ چلتا ہوں۔''

''بابا کیا مجھے کوئی پستول مل سکتی ہے صرف اپنی حفاظت کے لئے۔ انہوں نے چند لمحے سوچنے کے بعد اندر والے کمرے سے ایک پسٹل لا کر میرے حوالے کر دی۔ میں نے اسے حفاظت سے اپنی جین کے اندر لگا دی۔ ہم تینوں اکٹھے ہی باہر نکل آئے راجو نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ میں راجو کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بابا اور لندن ''چارہ گر'' کا سربراہ پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ گاڑی ایک جھٹکے سے چل پڑی کوئی بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد ہم ٹائیگر کے علاقے میں پہنچ گئے۔ ٹائیگر مجھے سامنے ہی کھڑا نظر آ گیا۔ اس نے کالے رنگ کی ایک چادر اوڑھ رکھی تھی۔ وہ ہماری گاڑی کو دیکھ کر کتے کی طرح سے غرایا۔

''کون بغیر اجازت ٹائیگر کے علاقے میں گھس آیا ہے؟'' میں سائیڈ کا دروازہ کھول کر اترا تو مجھ پر نظر پڑتے ہی ٹائیگر بھیگی بلی بن گیا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا میرے پاس آیا۔

''شیر و دادا آپ اور یہاں؟'' اس نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

''ٹائیگر! میرے ساتھ بابا بھی آئے ہیں۔ کیا تم مہمانوں کو چائے پانی نہیں پوچھو گے؟'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

میری آواز اتنی اونچی تھی کہ یقیناً وہاں پر کھڑے بہت سے لوگوں نے سنی ہو گی۔ وہ ٹائیگر جس کے نام سے سارا بمبئی کانپتا تھا بمبئی کی پولیس فورس اس ٹائیگر پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی تھی۔ ٹائیگر جس کے علاقے کا کوئی شخص ٹائیگر کا نام زبان پر نہ لاتا تھا۔ وہ ٹائیگر آج میرے آگے کتنا بے بس تھا۔ ٹائیگر کو اپنی طاقت پہ جتنا گھمنڈ تھا۔ آج اس کی بستی والوں کے سامنے اتنی ہی رسوائی ہو رہی تھی۔ طاقت کا نشہ بہت برا ہوتا ہے۔ میں نے نظریں گھما کر بابا کی طرف دیکھا تو وہ یقین اور بے یقینی کی ملی جلی کیفیت میں مجھے دیکھ رہے تھے۔ ہم چاروں اکٹھے ہی مکان میں داخل ہوئے۔ مکان میں داخل ہوتے ہی میں

لاپرواہی سے صوفے پر جا بیٹھا۔

''آپ لوگ بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں۔'' ٹائیگر یہ کہتا ہوا مکان سے باہر نکل گیا۔ ٹائیگر کے باہر نکلتے ہی مجھے خطرے کا احساس ہو گیا۔

''راجو..... تمہارے پاس پسٹل موجود ہے نا.....؟'' میں نے تیزی سے پوچھا۔

''ہاں لیکن.....''

''لیکن ویکن کو چھوڑو فوراً یہاں سے نکلو۔ بابا آپ دونوں یہاں اطمینان سے بیٹھے رہیے۔

میں نے راجو کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے مکان سے باہر نکل کر مکان کے عقب میں پہنچ گیا۔ صرف دس سیکنڈ بعد میں نے آٹھ دس مسلح افراد کو مکان میں داخل ہوتے دیکھا ان سب سے پیچھے ٹائیگر تھا میں نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑی اور ٹائیگر کے عقب میں پہنچ گیا۔ پہلے ہی میں ہاتھ لے چکا تھا۔ میں نے پسٹل کی نال ٹائیگر کی کمر سے لگاتے ہوئے کہا۔

''کتے کی دم سو سال بھی نلکی میں رہے لیکن پھر بھی تمہاری طرح ٹیڑھی ہی رہے گی۔ سیدھی نہیں ہو گی۔'' میں اسے دھکیلتا ہوا مکان کے دروازے تک لے آیا۔

''خبردار کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرے گا۔ نہیں تو تمہارے ٹائیگر کی کھوپڑی میں روشندان کھول دوں گا۔ اپنے اپنے ہتھیار پھینک کر ہاتھ اوپر کر کے کھڑے ہو جاؤ۔'' سب میری ہدایت پر فوراً عمل کر چکے تھے۔

راجو، کہیں سے رسی تلاش کرو۔ راجو کو رسی تو نہ مل سکی البتہ اس نے بیڈ کی چادر کو پھاڑ کر رسی بنا ڈالی۔ میں نے اس رسی سے ٹائیگر کو باندھ کر صوفے پر ڈال دیا۔ راجو اس کا خیال رکھنا میں ابھی آتا ہوں۔ میں اندر جا کر کچن تلاش کرنے لگا چند منٹ بعد ہی میں کچن تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ گیس لائن پر لگا ربڑ کا پائپ کھینچ کر میں نے توڑ دیا۔ پورے کچن میں گیس کی بدبو پھیل گئی آہستہ آہستہ یہ بدبو کمروں میں پھیلنا شروع ہو گئی۔ میں دوڑتا ہوا دوبارہ بابا کے پاس پہنچ گیا۔

''آپ لوگ چل کر گاڑی میں بیٹھیں میں آ رہا ہوں۔ راجو گاڑی اسٹارٹ رکھنا۔ وہ تینوں جیسے ہی باہر نکلے میں بھی الٹا چلتے ہوئے دروازے تک پہنچ گیا۔ دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے کچن سے اٹھائی ہوئی ماچس نکالی اور ایک دیا سلائی جلا کر صوفے کی طرف اچھال دی۔ دوسرے ہی لمحے پھیلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئی گیس نے آگ پکڑ لی۔ میں نے فوراً ہی دروازے سے باہر نکل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ میں تیزی سے دوڑتا ہوا گاڑی تک پہنچ گیا۔ میں جیسے ہی گاڑی کی سیٹ پر بیٹھا پورا مکان اس وقت تک آگ کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ مکان سے اٹھنے والے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ پوری بستی کے لوگ مکان کے گرد جمع ہوتے جا رہے تھے۔

''سلیمان صاحب اب آپ کی کیا رائے ہے ٹائیگر کے بارے میں؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''شہریار صاحب! اگر میں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ نہ دیکھا ہوتا تو آپ کی بات پر کبھی یقین نہ کرتا۔'' اس نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔

''تمہیں یہ شک کس طرح ہوا کہ یہ ہم پر حملہ کرنے آ رہا ہے۔'' بابا نے مجھ سے پوچھا۔

''بس بابا اچانک ہی میری چھٹی حس نے مجھے خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔ ہم واپس ''چارہ گر'' کے ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔

''بابا میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔ چند منٹ بعد ہی راجو بھی آ گیا۔

''راجو کیا اس وقت چائے مل سکتی ہے؟''

''کیوں نہیں ابھی لے کر آتا ہوں۔'' تقریباً کوئی پندرہ منٹ بعد راجو چائے کے دو کپ ہاتھ میں لے کر آ گیا۔

''کیا تم نے خود بنائی ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں کیوں؟''

''سوری یار میری وجہ سے تمہیں تکلیف اٹھانی پڑی۔''

''شہریار مجھے شرمندہ کر رہے ہو؟ اگر آج میں زندہ سلامت ہوں تو تمہاری وجہ سے تمہارا یہ احسان پتہ نہیں کس طرح سے اتاروں گا۔'' راجو نے جذباتی لہجے میں کہا۔

او بھائی میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ شکر یہ ادا اس مالک کا کرو جس نے تمہیں اور مجھے پیدا کیا ہے۔ ہمیشہ سر بھی اسی کے آگے جھکاؤ کسی انسان کے آگے نہیں۔

راجو میرا ایک کام کر دو مجھے کچھ ایسی کتابیں چاہیں جن میں یادداشت کھو جانے کے متعلق کوئی مواد

مل سکے۔

''اچھا اب تم آرام کرو شام کو ملاقات ہو گی تو کتابیں بھی ساتھ ہوں گی۔ یہ کہہ کر راجو کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ میں راجو کے جاتے ہی نرم و ملائم بیڈ پر گر پڑا۔

''اچانک ایک جھٹکے سے میری آنکھ کھل گئی۔ کوئی دروازے پر بہت تیزی سے دستک دے رہا تھا۔ میں نے جیسے ہی دروازہ اٹھ کر کھولا سامنے بابا کو کھڑے ہوئے پایا۔ وہ کافی بدحواس نظر آ رہے تھے۔

''کیا بات ہے بابا؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''راجو ہسپتال میں ہے اسے تین گولیاں لگی ہیں۔''

''کیا..... کیا..... راجو کو گولیاں لگنے کا سن کر میرے جسم میں خون کی گردش تیز ہو گئی تھی۔ میں بابا کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ ہسپتال پہنچا تھا۔ میں نے ڈاکٹر سے ملتے ہی راجو کے بارے میں دریافت کیا۔

''ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں کل صبح کے بعد ہی کچھ پتہ چلے گا۔ تینوں گولیاں جسم سے نکالی جا چکی ہیں۔ اور بابا ڈاکٹر کے کمرے سے باہر کرسی پر بیٹھ گئے۔

''بابا یہ سب کیسے ہوا؟''

''بیٹا! ٹائیگر کی بدولت۔''

''ٹائیگر اب تک زندہ ہے میں نے ان کی بات درمیان میں کاٹتے ہوئے پوچھا۔

''ٹائیگر نہ صرف زندہ ہے بلکہ اس کے پورے جسم پر اب کوئی خراش تک باقی نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ تک صحیح سلامت ہیں۔ قبل اس کے کہ ہمارے درمیان کوئی بات ہوتی میں نے ٹائیگر کو پھولوں کا گلدستہ دونوں ہاتھوں میں اٹھائے اپنی طرف آتے دیکھا۔ ٹائیگر کے پیچھے آنے والی شخصیت پر میری نظر پڑی تو میرے پورے جسم میں سنسناہٹ ہونے لگی۔ وہ پنڈت گردھاری لال کے سوا کوئی نہ تھا۔ جس کی وجہ سے میں یہاں تک پہنچا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہو گیا.....؟''

''گردھاری لال! اب تمہارا کوئی بندوبست کرنا پڑے گا۔ میں نے گردھاری لال کو حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔

''دھیرج بالک..... دھیرج..... یدھ کرنے کے لیے تو ابھی بہت سے پڑا ہے۔ ابھی تو ہم صرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ دینے آئے ہیں۔تمہارے متر (دوست) کے بارے میں سن کر دکھ ہوا۔بھگوان اس پر دیا کرے، گردھاری لال نے طنز کی۔

''گردھاری لال..... میں حلق کے بل چیخا۔میری آواز سن کر وہ تیزی سے پلٹا اور حقارت بھرے لہجے میں کہنے لگا۔

''مورکھ اب بھی سمے ہے تو ہمارے راستے میں مت آ۔دیکھ یہ دیکھ جسے تو نے اپنی یدھی سے مار ڈالا تھا، میری شکتی نے اسے نیا جیون دے دیا۔اس نے ٹائیگر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

میں نے تیزی سے پسٹل نکالنے کی کوشش کی تھی۔اسی وقت میرے کانوں میں نسوانی آواز ابھری۔

''شہریار اس وقت اس سے الجھنا ٹھیک نہیں ہے..... میں ٹھٹھک گیا میں نے چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھا۔لیکن مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ٹائیگر اور گردھاری لال پھولوں کا گلدستہ بابا کے ہاتھ میں تھما کر جا چکے تھے۔میں غصے کی شدت سے ہونٹ کاٹنے لگا۔

''کیا بات ہے کچھ پریشان ہو؟'' بابا نے ان لوگوں کے جاتے ہی مجھ سے پوچھا۔

''آں..... نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن میرا جواب ان کو مطمئن نہ کر سکا۔ایک طرف میرا دوست زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا دوسری طرف ٹائیگر میرے ہاتھوں سے بچ گیا تھا۔اور اب یہ پنڈت گردھاری لال اچانک سامنے آ گیا تھا۔وہ نسوانی آواز کس کی تھی۔جو کہ میرے علاوہ کسی نے نہیں سنی تھی۔اور اس نے مجھے گردھاری لال پر فائر کرنے سے کیوں روکا تھا۔

بابا، آپ جا کر آرام کریں۔میں یہاں پر ہوں۔میں نے بابا سے کہا۔

بیٹا تم اپنا خیال رکھنا۔خدا تمہارا نگہبان ہو۔بابا مجھے دعائیں دیتے ہوئے چلے گئے۔

''میں نے ساری رات وہاں پر بیٹھے بیٹھے گزار دی۔دوپہر بارہ بجے ڈاکٹر نے آ کر بتایا کہ اب راجو خطرے سے باہر ہے۔میں نے سکون کی طویل سانس لی۔

''ڈاکٹر میں راجو سے مل سکتا ہوں؟'' میں نے ڈاکٹر سے کہا۔

''آپ رات آٹھ بجے کے بعد ہی راجو سے مل سکتے ہیں۔ڈاکٹر یہ کہتا ہوا اپنے وارڈ کی طرف چلا گیا۔

ایک ایک کر کے چارہ گر کی پوری تنظیم اکٹھی ہو چکی تھی۔رات تقریباً ساڑھے آٹھ بجے سب سے پہلے میں راجو کے کمرے میں داخل ہوا۔اس کے جسم پر جا بجا پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔

''کیا حال ہے؟.....'' میں نے چہرے پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے پوچھا۔

''دیکھ لیں..... موت مجھے شادی کی مہلت لے کر غائب ہو گئی۔راجو کے اس جملے پر میری مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔چارہ گر کے تقریباً سب ہی لوگ آئے اور ایک ایک کر کے راجو سے مل کر چلے گئے۔سب سے آخر میں بابا آئے تھے۔میں بابا اور راجو باتوں میں مصروف تھے۔کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے بند ہو گیا۔میرے کانوں میں کسی پرندے کے پروں کے پھڑ پھڑانے کی آوازیں آنے لگیں۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے پورے کمرے میں چمگادڑیں پھیلتی چلی گئیں۔پورے کمرے میں اس وقت صرف چمگادڑوں کا شور تھا۔جو ادھر سے ادھر فضا میں تیر رہی تھیں۔ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ کمرے میں سوائے ان کے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ان کا بھیانک شور لحہ بہ لحہ بڑھتا جا رہا تھا۔اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا کمرہ گہری تاریکی میں ڈوب گیا۔کمرے کے تاریکی میں ڈوبتے ہی بابا اور راجو کی دلخراش چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا۔

☆☆☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

☆☆☆

بابا اور راجو کی چیخوں نے میرے پورے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ چمگادڑوں کا شور بڑھتے بڑھتے اتنا خوفناک اور لرزہ خیز ہو گیا تھا کہ مجھے اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ کئی ایک چمگادڑوں نے مجھ پر حملہ بھی کیا تھا لیکن مجھے خود سے زیادہ بابا اور راجو کی فکر تھی۔ میں نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن تاریکی کی وجہ سے کسی چیز سے ٹکرا کر لڑکھڑا گیا۔ چمگادڑوں نے پہلے سے زیادہ خوفناک انداز میں مجھ پر حملے کرنا شروع کر دیئے۔ راجو اور بابا کی چیخیں اب بھی میرے کانوں میں پڑ رہی تھیں۔ میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان چمگادڑوں سے کس طرح سے نجات ملے گی۔ چمگادڑوں کا حملہ تیزی اختیار کرتا جا رہا تھا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک ہی میرے ذہن میں جھماکا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی میری زبان پر آیت الکرسی کا ورد جاری ہو گیا۔ جیسے ہی آیت الکرسی مکمل ہوئی میں نے انداز سے ایک طرف منہ کر کے پھونک ماردی۔ دوسرے لمحے یوں لگا جیسے پورے کمرے میں زلزلہ آ گیا ہو ایک لمحے کے لئے پورے کمرے میں بجلی سی کوند گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہاں پر موجود تمام چمگادڑوں کے جسموں کو آگ لگ گئی۔ پورے کمرے میں چرند کے گوشت جلنے کی بدبو پھیلتی چلی گئی۔ چار پانچ سیکنڈ بعد کمرے کی روشنی خود بخود بحال ہو گئی۔ اب وہاں پر کسی چمگادڑ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ البتہ فرش پر جا بجا راکھ بکھری ہوئی تھی۔

میں بابا اور راجو کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ان دونوں کا حال بہت برا تھا۔ ان دونوں کے چہروں،

ہاتھوں اور جسموں پر کئی خراشیں موجود تھیں۔ جگہ جگہ پڑنے والی خراشوں سے اب بھی خون بہہ رہا تھا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ دونوں میں سے کسی کی آنکھوں اور جان کو کوئی نقصان نہ پہنچا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ یہ حرکت پنڈت گردھاری لال کے سوا، کسی اور کی ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ میں نے اپنا جائزہ لیا۔ میرے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ چکے تھے۔ لیکن میرے چہرے یا جسم پر کوئی خراش تک نہ تھی۔ کیوں.....؟ آخر ایسا کیوں ہے.....؟ میں یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا حالانکہ چمگادڑوں نے مجھ پر جا بجا حملے کئے اس کے باوجود کوئی خراش میرے جسم پر یا میرے چہرے پر نہ تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے چمگادڑیں میرے قریب سے بھی نہ گزری ہوں لیکن یہ غریب لوگ میری وجہ سے مصیبت میں پھنس گئے تھے۔ ان غریبوں کا اس میں کیا قصور تھا جو کہ ان لوگوں کو ان بھیانک حادثات سے دوچار ہونا پڑا۔ میری ہی وجہ سے آج میرا دوست زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے۔ میرا دھیان ایک بار پھر پنڈت گردھاری لال کی طرف چلا گیا۔ میں غصے میں دانتوں سے اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگا۔

''بیٹا! یہ سب کیا تھا.....؟'' بابا نے کراہتے ہوئے پوچھا۔ تکلیف و پریشانی کے آثار اب بھی ان کے چہرے پر نمایاں تھے۔

''بابا! ہمارے دشمن اب ہمارے خلاف شیطانی قوتوں کو استعمال کر رہے ہیں۔'' میں نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ ''اب مجھے اس پنڈت گردھاری لال کا کوئی نہ کوئی بندوبست کرنا پڑے گا۔'' میں نے ایک بار پھر آیت الکرسی پڑھ کر بابا اور راجو کے گرد حصار قائم کیا اور خود ڈاکٹر کو بلانے کے لئے کمرے سے باہر نکل آیا۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں راجو اور بابا کے چہرے پر پڑنے والی خراشوں کے بارے میں ڈاکٹر کو کیا بتاؤں گا؟ وہ یہ ہی سوال کرے گا کہ یہ خراشیں کس طرح سے پڑی ہیں۔ تو میرے پاس اس کے سوال کا کیا جواب ہو گا؟ اگر میں سچ بتاتا ہوں تو کیا ڈاکٹر میری بات پر یقین کرے گا.....؟ کچھ بھی ہو ان لوگوں کے زخموں کا علاج بھی تو ضروری تھا۔ یہ ہی سب کچھ سوچتا ہوا میں ڈاکٹر کے کمرے میں جا پہنچا۔ مجھے دیکھ کر ڈاکٹر مسکرایا۔

''کیا حال ہیں آپ کے دوست کے.....؟'' اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ڈاکٹر صاحب! آپ ذرا میرے ساتھ راجو کے کمرے تک چلیں گے؟'' میں نے ڈاکٹر کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

''کیوں خیریت تو ہے؟'' اس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں چلیں تو سہی پلیز ڈاکٹر.....؟'' میں نے التجائی لہجے میں اس سے کہا۔

وہ میرے ساتھ چلتا ہوا راجو کے کمرے تک آیا۔ راجو کے کمرتے کے باہر کھڑے ہو کر اس نے ایک منٹ تک کچھ سوچا پھر سر ہلا کر اندر داخل ہو گیا جیسے کوئی بات اچانک اس کی سمجھ میں آ گئی ہو..... کمرے میں داخل ہوتے ہی جب اس کی نظر راجو اور بابا پر پڑی تو وہ یوں اچھل پڑا جیسے اچانک ہی اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

''یہ..... یہ..... یہ سب کچھ کس طرح سے ہو گیا؟.....'' ڈاکٹر نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

''ڈاکٹر! اگر ہم تمہیں بتا بھی دیں تو شاید تم ہماری بات پر یقین نہیں کرو گے.....'' میں نے کاٹ دار لہجے میں کہا.....! ڈاکٹر کو شاید میرا لہجہ برا لگا تھا اس لیے وہ مجھے صرف گھور کر رہ گیا۔

''آپ کی بات پر یقین کرنا نہ کرنا بعد کی بات ہے لیکن..... میں پھر بھی وجہ ضرور جاننا چاہوں گا.....'' ڈاکٹر نے بدستور مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

میں نے پھر تمام تفصیل ڈاکٹر کو بتا دی کہ کس طرح سے چمگادڑوں نے حملہ کیا تھا۔ اپنی ذات کے بارے میں میں نے کچھ نہیں بتایا تھا ڈاکٹر میری بات سن کر مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے کہ اسے میری دماغی حالت پر شبہ ہو۔

''ڈاکٹر! میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم میری بات سن کر یقین نہیں کرو گے۔ لیکن..... کیا تم اس راکھ کی حقیقت کو ٹھکرا سکتے ہو؟ میں نے فرش پر بکھری ہوئی راکھ ڈاکٹر کی آنکھوں کے سامنے نچاتے ہوئے کہا۔ چند لمحے تو وہ میرے ہاتھ میں بکھری ہوئی راکھ کو بڑے غور سے دیکھتا رہا..... اس کے بعد میز پر رکھے رف پیڈ میں سے ایک کاغذ پھاڑ کر میرے ہاتھ سے لی ہوئی راکھ اس کاغذ میں باندھ کر اس نے جیب میں رکھ لی..... میں اس کی اس حرکت کو خاموشی سے دیکھتا رہا۔ ڈاکٹر نے پڑیا کو جیب میں رکھنے کے بعد راجو اور بابا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کئی منٹ تک تو وہ ان دونوں کے زخموں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے میز پر رکھے انٹر کام کو اٹھا کر کسی کو کوئی ہدایت کی جو کہ میں دور ہونے کی وجہ سے نہ سن سکا۔ کوئی چار یا پانچ منٹ بعد ہی ایک خوبصورت سی نرس ہاتھوں میں اسٹیل کی ٹرے کی

ساخت کی کوئی چیز اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ اس ٹرے میں مختلف قسم کی ادویات اور مرہم کی ٹیوبیں موجود تھیں۔ جیسے ہی نرس ڈاکٹر کے پاس پہنچی۔ ڈاکٹر تیزی سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ وہ کسی ماہر ڈاکٹر کی طرح سے ان کے زخموں کو صاف کرتا جا رہا تھا اور ان پر مرہم لگاتا جا رہا تھا۔ کوئی آدھے گھنٹے تک ڈاکٹر انہماک سے اپنے کام میں مصروف رہا اور میں بغور اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتا رہا۔ مگر وہ میری طرف سے بے نیاز اپنے کام میں مصروف رہا۔ راجو کے آخری زخم پر مرہم لگاتے ہوئے ڈاکٹر کہنے لگا۔

''شکر کریں کہ انہوں نے زیادہ اچھل کود کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نہیں تو کسی بھی لمحے ان کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑ سکتے تھے۔''

''ڈاکٹر میں اتنی جلدی مرنے والا نہیں ہوں.....'' راجو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ ان حالات میں اپنے ہوش و حواس قائم رکھے ہوئے ہے۔ ورنہ ان حالات اور اس حالت میں تو اچھے اچھے آدمی کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ ڈاکٹر بھی راجو کی یہ بات سن کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

''آپ کو اب مکمل آرام کی ضرورت ہے۔ اس لیے جتنا ہو سکے باتیں کم کریں۔'' ڈاکٹر نے راجو کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔ راجو نے ڈاکٹر کی ہدایت پر فوراً آنکھیں بند کر لیں۔ ڈاکٹر کمرے سے باہر چلا گیا تو میں نے بابا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''بابا! اپنے کسی آدمی کو یہاں کی نگرانی پر لگا دیں اور آپ گھر جا کر آرام کریں.....''

''اور بیٹا! تم کہاں جاؤ گے.....؟'' انہوں نے میرے سراپے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''مجھے ایک کام ہے ذرا اسے نمٹا کر آتا ہوں.....'' میں نے بابا سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

''اس سے پیشتر کہ بابا مجھ سے مزید کوئی سوال کرتے میں تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا..... میرے ذہن میں اس وقت ایک ہی دھن سوار تھی انتقام..... اپنے دوست اور بابا کی اس حالت کا انتقام۔ میں نے تیزی سے سڑک پر پہنچ کر ایک ٹیکسی روکی۔ لیکن جب میں نے اسے ٹائیگر کے علاقے کا پتہ بتایا تو وہ کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا اتنی تیزی سے چلا گیا جیسے اس کے پیچھے پولیس لگی ہو۔ میں نے دو تین بار کوشش کی لیکن کوئی ٹیکسی والا وہاں جانے کو تیار ہی نہ تھا۔ مجھے ایک ٹیکسی والا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دور سے آتا نظر آ گیا۔ جیسے ہی وہ میرے قریب آنے لگا میں نے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی روکتے ہی میں پچھلا دروازہ کھول کر اس میں بیٹھ گیا۔

''کہاں جانا ہے باؤ جی.....؟'' اس نے گردن میری طرف گھماتے ہوئے پوچھا۔

''ٹائیگر! کو جانتے ہو نا.....؟'' میں نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''ٹ.....ٹ.....ٹائیگر.....ٹیکسی ڈرائیور ٹائیگر کا نام سب کر بری طرح سے بوکھلا گیا تھا۔

''ہاں ٹائیگر..... مجھے اس کی بستی میں جانا ہے.....'' میں نے دانستہ لہجے کو سخت کر لیا تھا۔

''باؤ جی! کیوں اپنی اور میری موت کو دعوت دے رہے ہو تم اس کو نہیں جانتا ہے.....مگر آپن.....''

''شٹ اپ.....اب اگر تم نے بکواس کی تو تمہاری لاش بھی یہاں سے اٹھانے والا کوئی نہیں ہو گا..... میں نے پسٹل نکالتے ہی پسٹل کی نال ٹیکسی ڈرائیور کی گردن سے لگاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ پسٹل کی نال گردن پر محسوس کرتے ہی اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمایاں ہو گئے اس نے بالکل خاموشی سے ٹیکسی گیئر میں ڈال کر آگے بڑھا دی۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد ہم ٹائیگر کی بستی کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ میں نے ٹیکسی ٹائیگر کے علاقے سے کافی دور رکوائی تھی۔ ٹیکسی سے اتر کر میں نے پرس میں سے سوکا ایک نوٹ ٹیکسی ڈرائیور کو دیا اور تیزی سے ٹائیگر کے علاقے میں داخل ہو گیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی زحمت ہی نہیں کی تھی۔ کہ میرے بارے میں ٹیکسی ڈرائیور کے تاثرات کیا ہیں۔

''ٹائیگر! میں بستی میں داخل ہوتے ہی اس طرح سے گرجا تھا کہ پوری بستی میری طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ تین آدمی گنیں لیے میری طرف بڑھے۔

''کون ہو تم.....؟'' ان میں سے ایک نے میرے قریب آتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''ٹائیگر کہاں ہے.....؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

دوسرا آدمی تیزی سے میری طرف بڑھنے لگا۔ میرے قریب آنے سے پہلے ہی میری پسٹل نے شعلہ اگل دیا اور وہ دھم کی آواز کے ساتھ ہی زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے زمین پر ڈھیر ہوتے ہی میں نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی اگر مجھے ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو نہ جانے کتنی گولیاں

میرے جسم کو چھو چکی ہوتیں۔ میں نے تیزی سے پلٹ کے فائر مارا گولی ٹھیک اس کے دل کے پاس لگی تھی۔ تیسرے آدمی نے بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن..... میں اسے بھاگنے کا کوئی موقعہ دینا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے ایک ہی جست میں اسے جا لیا۔ ''ہاں اب تم بتاتے ہو ٹائیگر کہاں ہے یا.....؟'' میں نے پسٹل اس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا.....''

''نہیں..... چاہے تم مجھے جان سے مار دو میں نہیں بتاؤں گا۔'' اس نے مجھے حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔

میں نے جنونی انداز میں اس کے گھٹنے پر فائر مارا..... ''بتاؤ ٹائیگر کہاں ہے.....؟ بولو ورنہ..... اس کے ساتھ ہی میں نے دوسرا فائر اس کے گھٹنے پر کیا..... اس کی دلخراش چیخوں سے پوری بستی گونج اٹھی تھی..... بتاؤ ورنہ..... میں بالکل وحشی بن چکا تھا۔ میرا انداز اتنا جارحانہ ہو گیا تھا..... بتاتے ہو یا..... میں نے جملہ دانستہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''وہ.....وہ..... پنڈت گردھاری لال کے ساتھ گیا ہوا.....'' اس نے اٹک اٹک کر بتایا۔

''کہاں..... کہاں گیا ہوا.....؟'' میں نے پسٹل کو ہاتھوں میں گھماتے ہوئے پوچھا۔

''یہ تو مجھے پتہ نہیں ہے..... ہاں میں نے ان کی باتیں سنی تھیں وہ لوگ کسی چارہ گر کے ہیڈ کوارٹر کی بات کر رہے تھے.....'' کیا کہہ رہے تھے وہ چارہ گر کے ہیڈ کوارٹر کے متعلق'' میں نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''یہ تو مجھے پتہ نہیں ہے.....'' تم یہاں ٹائیگر کے پاس نئے آئے ہو نا..... میں نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں صرف تین دن ہوئے ہیں.....'' اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

''میں تم کو اس لیے زندہ چھوڑ رہا ہوں کہ تم نے میرے ساتھ تعاون کیا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی میں تیزی سے دوڑتا ہوا بستی سے باہر نکل آیا۔ میں جلد از جلد چارہ گر کے ہی کوارٹر پہنچ جانا چاہتا تھا..... اتنی جلدی کرنے کے باوجود مجھے چارہ گر کے ہیڈ کوارٹر پہنچنے میں چالیس منٹ ضائع ہو گئے۔ میں جیسے ہی چارہ گر کے ہیڈ کوارٹر کے پاس پہنچا تو پورا چارہ گر کا ہیڈ کوارٹر کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہاں اس قدر رش تھا کہ میرا وہاں تک پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ بابا کی موت کا تصور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر کے ہی میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا..... مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے ان سب کا قاتل میں ہوں..... جو کچھ بھی ہوا تھا میری وجہ سے ہوا تھا..... ''ہاں..... میں ہوں ان سب کی موت کا ذمہ دار..... میں قاتل ہوں..... میں ہوں ان کا قاتل.....'' میں ہذیانی انداز میں چیخنے لگا..... ٹیکسی ڈرائیور بوکھلا کر مجھے دیکھنے لگا۔

''آ..... آں..... نہیں کچھ بھی نہیں ہوا۔'' میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو پیسے دیتے ہوئے کہا اور ٹیکسی سے نیچے اتر آیا۔ میری حالت اس وقت دیوانوں جیسی ہو رہی تھی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اپنے بال نوچ لوں اور گریبان پھاڑ کر سڑکوں پر نکل جاؤں میں نڈھال قدموں سے فٹ پاتھ پر چل رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جاؤں؟ اور کیا کروں؟'' مجھے میرے دشمنوں نے بابا کے سائے سے بھی محروم کر دیا تھا۔ آج میں ایک بار پھر یتیم ہو گیا تھا۔ میں راجو کے پاس کیا منہ لے کر جاتا اسے بھی بابا سے بے انتہا محبت تھی۔ میں اسے بابا کی موت کی خبر کس طرح سے دوں گا.....؟ اتنی ہمت اپنے اندر کہاں سے لاؤں گا..... میں جو یہ سب کچھ سوچتا ہوا ایک بار پھر ٹیکسی اسٹینڈ تک پہنچ گیا۔ دس منٹ بعد ہی میں ہسپتال کے گیٹ میں داخل ہو رہا تھا..... جب میں راجو کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے مسکرا کر میرا استقبال کیا..... ''کتنے سکون میں ہے یہ اس وقت۔ میں اس وقت اس کو بابا کے بارے میں بتا دوں اور اس کا سکون درہم برہم کر دوں..... میں سوچ رہا تھا..... مجھے کیا کرنا چاہیے۔

''کیا بات ہے شہریار کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو.....'' راجو نے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''راجو وہ.....'' اس سے پیشتر کہ میں اپنا جملہ مکمل کرتا کمرے کا دروازہ کھلا اور بابا مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے..... بابا کو دیکھ کر میں یوں اچھل پڑا جیسے کہ اچانک میرے پیروں کے نیچے سپرنگ نکل آئے ہوں۔

''ب..... ب..... با..... بابا آپ حیات ہیں.....؟'' خوشی کے مارے میری زبان سے الفاظ ادا نہیں ہو پا رہے تھے۔

''ہاں بیٹا! ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مارنے والے سے بچانے والا بڑا ہے۔ اور جس وقت عمارت میں دھماکہ ہوا تھا اس وقت عمارت میں ہمارا صرف ایک ہی آدمی تھا۔ میری آنکھوں سے

ایک بار پھر آنسو رواں ہو گئے۔ میں دوڑتا ہوا جا کے بابا کے سینے سے لگ گیا۔ نہ جانے کتنی دیر تک میں بابا کے سینے سے لگ کر آنسو بہاتا رہا۔

''اس میں رونے والی کون سی بات ہے؟'' بابا نے مجھے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔

''بابا یہ تو خوشی کے آنسو ہیں'' میں نے بابا سے الگ ہوتے ہوئے کہا۔

''بابا یہ سب ہوا کیسے.....'' میں نے قریب رکھی ہوئی میز پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''تم جس وقت یہاں سے گئے تھے..... اس کے دو یا تین منٹ بعد ہی میں جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن..... میرے جانے سے قبل ہی ڈاکٹر آ گیا اور میں یہاں ڈاکٹر سے باتوں میں الجھ گیا۔ جس کی وجہ سے مجھے یہاں سے نکلنے میں دیر ہو گئی۔ اور جب میں وہاں پر پہنچا تو وہاں کا نقشہ ہی الٹا تھا۔ اس بات کا تو مجھے علم تھا کہ تم عمارت میں موجود نہیں ہو۔ اسی لیے میں وہاں رکنے کی بجائے سیدھا یہاں ہی پر چلا آیا۔ اس کے بعد سب کچھ تمہارے سامنے ہے۔ اس طرح باتیں کرتے ہوئے ہمیں ایک گھنٹے سے زیادہ گزر گیا۔ اس کے بعد میں اور بابا راجو سے اجازت لے کر جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

راجو کی حالت بڑی تیزی سے سنبھلتی جا رہی تھی۔ میں اور بابا تین دن کی بھاگ دوڑ کے بعد ایک خوبصورت سا بنگلہ کرائے پر حاصل کر چکے تھے اور اب وہی بنگلہ چارہ گر کے ہیڈ کوارٹر کے طور پر استعمال ہو رہا تھا۔ راجو کو بھی اسپتال سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ میں راجو اور بابا ہم تینوں ہی اس وقت بنگلے میں اکٹھے پہنچے تھے۔ تقریباً سارا دن ہی بنگلے کی چار دیواری میں گزر گیا۔ ہم تینوں آپس میں ایک دوسرے سے مذاق کرتے رہے۔ رات کو گیارہ بجے میں اپنے بیڈ روم میں پہنچا اور نڈھال سا ہو کر اپنے بیڈ پر جا گرا..... نہ جانے کس لمحے نیند کی دیوی نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔

میں کتنی دیر خواب خرگوش میں محو رہا مجھے کچھ یاد نہیں..... لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ میری آنکھ دوبارہ اس وقت کھلی تھی جب میں نے کسی کو اپنا بازو پکڑ کر ہلاتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے جلدی سے ادھر ادھر گھوم کر دیکھا لیکن وہاں پر کوئی بھی نہ تھا جب وہاں پر کوئی موجود نہیں تو پھر مجھے بازو تھام کر کس نے جھنجھوڑا تھا..... ابھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ کمرے میں بجلی سی کوند اٹھی اور پھر جو کچھ میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں کئی گنا بڑھ گئیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کہوں سارے عرب کے شاعروں کو بلاؤ..... تمام دنیا کے جادوں بیاں فنکاروں کو بلاؤ..... ان میں سے کوئی یا وہ سب اس سرتاپا قیامت، اس حسن کامل، اس کرہ ارض کے ماہتاب و جمال، دلربائی کا اظہار کرنے سے قاصر رہیں گے..... میں نے اپنی زندگی میں اتنا مکمل، اتنا شاداب، مسحور کن، اتنا دلفریب حسن نہیں دیکھا..... اس کے خدوخال دنیا کی تمام عورتوں سے مختلف یوں لڑکیوں سے کسی قدر مشابہ اور سب سے جدا تھے..... اس کے بدن کا ہر عضو حسن کے سانچوں کی تکمیل تھا۔ مجھے اس کے بدن سے سرخ سرخ شعائیں پھوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں..... اس کی نیلی جھیل جیسی آنکھوں میں نہ جانے کس قسم کی کشش تھی..... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے میں ان میں غرق ہو رہا ہوں اس کا رنگ گلابی تھا..... اور ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

''اے قبر کے بیٹے! میری طرف سے آداب!'' جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک دلنشیں اور سحر آواز میرے جسم و جاں کو لرزہ براندام کر گئی۔

''ت..... ت..... تم..... تم کون ہو؟.....'' میں قبر کے بیٹے کا لفظ سن کر برے طریقے سے بو گیا تھا۔

''رینوکا دیوی.....'' اس نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔

''رینوکا دیوی.....'' میں زیر لب بڑبڑایا۔

''ہاں میں رینوکا دیوی ہوں..... اور میں تمہیں تمہارے ماضی کے بارے میں سب کچھ بتا گی..... لیکن..... اس کے لیے تمہیں سرزمین مصر جانا ہوگا.....

''کیا تم مجھے میرے ماضی کے بارے میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتی.....؟ میں نے اس کے سرا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''اس وقت میں صرف اتنا ہی بتا سکتی ہوں کہ تمہاری جائے پیدائش بھی مصر ہی ہے۔'' اس نفریب انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''م..... مص..... مصر.....'' میں ایک بار پھر بوکھلا گیا۔

''شہریار! میرے قریب آؤ.....'' اس نے میری بوکھلاہٹ پر مسکراتے ہوئے کہا..... میں خود کو سنبھالنے کی کوشش تھی..... لیکن بے سود نہ جانے کس سحر کے زیر اثر کسی معمول کی طرح میں

کے حکم پر عمل کرنے پر مجبور تھا۔ میرے قدم آپ ہی آپ اس کی طرف اٹھنے لگے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آسمان سے روئی کے نرم نرم گالوں کی مانند بادل میرے قدموں میں بچھ گئے ہیں..... اور..... میں ان بادلوں کے درمیان سے گزرتا ہوا آہستہ آہستہ اس کے قریب جا رہا تھا۔ جو سامنے ایزی چیئر پر بیٹھی مجھے بڑی اپنائیت سے دیکھ رہی تھی۔ میں ہر لحہ اس کے قریب تر ہوتا جا رہا تھا..... اور قریب..... اور قریب..... اور قریب..... اور پھر اس سے ایک قدم کے فاصلے پر پہنچ کر رک گیا..... حسین و جمیل رینوکا کی آنکھوں کا سحر میری بے خودی میں اضافہ کر رہا تھا..... اس کے جسم اور لباس سے اٹھنے والی خوشبو کی تیزی مجھے بے خود بنا رہی تھی..... میرے ذہن پر بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی..... مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں آسمانوں میں اڑا جا رہا ہوں۔ جیسے دھنک کے بکھرے بکھرے رنگ مجھے اپنے گھیرے میں لینے کے لئے ناچ رہے ہوں..... میرا ذہن ہر لمحے روئی کے نرم نرم گالوں تلے ڈوبتا جا رہا تھا..... میری آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگی تھیں اور پھر جو کچھ ہوا اسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے..... جب میں اس طلسم سے بیدار ہوا تو خود کو بیڈ پر پایا..... رینوکا دیوی بیڈ سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی مجھے شفیق نظروں سے دیکھ رہی تھی..... اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پہلے سے زیادہ گہری معلوم ہو رہی تھی۔ خود میں بھی عجیب سرور انگیز کیفیت سے دوچار تھا..... لیکن..... یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکی۔ اس کو بیڈ کے قریب کھڑا پا کر میں نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی تھی..... لیکن..... بیڈ سے نیچے نہیں اتر سکا۔

میرا ذہن ایک بار پھر تاریکیوں میں ڈوبنے لگا..... میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی تھی..... مگر مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی تھی..... اور..... میرا ذہن مکمل تاریکی میں ڈوب گیا۔

دوسری صبح میری آنکھ کھلی تو کوئی دروازے پر دستک دے رہا تھا..... میں نے بیڈ سے اتر کر دروازہ کھولا تو سامنے راجو چہرے پر مسکراہٹ لئے کھڑا تھا.....

''چلو تمہارا ناشتے پر انتظار ہو رہا ہے.....'' راجو یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

میں باتھ روم میں جا کر ہاتھ منہ دھونے لگا اور..... ساتھ ساتھ میں یہ بھی سوچتا جا رہا تھا کہ جو کچھ رات میں ہوا..... وہ کوئی خواب تھا یا حقیقت میں ابھی تک فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ ''حقیقت'' میرے کانوں میں رینوکا دیوی کی سرگوشی ابھری..... میں نے چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھا.....

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن..... وہاں پر کوئی بھی نہ تھا.....''

''تم نظر کیوں نہیں آ رہی ہو.....؟'' میں نے تولیے سے منہ پونچھتے ہوئے کہا۔

میں جب چاہوں گی جسمانی طور پر تمہارے سامنے آ جاؤں گی۔ فی الحال نہیں آ سکتی ہوں..... اس وقت میں بہت مصروف ہوں اس لیے جا رہی ہوں۔ میں اسے آوازیں دیتا رہ گیا۔ لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا..... میں جب ڈائننگ ہال میں پہنچا تو بابا اور راجو کو بے چینی سے اپنا منتظر پایا..... ہم تینوں نے اکٹھے ناشتہ کیا..... پھر میں بابا سے اجازت لے کر باہر جانے لگا تو راجو میرا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

''کیا آج مجھے ساتھ لے کر نہیں جاؤ گے.....؟'' راجو نے میرے چہرے پر نظریں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''راجو تمہیں معلوم ہے کہ میرے دشمنوں نے میرے لئے چاروں طرف موت کا جال بچھا رکھا ہے..... اور اب میں مزید تمہیں کسی خطرے سے دوچار کرنا نہیں چاہتا ہوں..... پہلے ہی تم نے میری وجہ سے گولیاں اپنے جسم پر کھائیں..... میں نہیں چاہتا کہ اب میری وجہ سے تم پر کوئی مصیبت آئے..... میں نے راجو کو نرم لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی.....!

''اس کا مطلب ہوا کہ آپ مجھے غیر سمجھتے ہیں.....'' اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''نہیں راجو.....''

''میں آپ کے ساتھ جاؤں گا.....'' اس نے میری بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔''

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی.....'' میں نے راجو کی ضد کے آگے ہار مانتے ہوئے کہا۔ بابا ہم دونوں کی اس نوک جھونک پر کھڑے مسکرا رہے تھے۔ بابا کو مسکراتا دیکھ کر ہم دونوں بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔ ہم کار تک پہنچے تو راجو نے آگے بڑھ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اسے روک کر خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی..... گاڑی گیئر میں ڈال کر میں تیز رفتاری سے روڈ پر نکل آیا..... میرا رخ ٹائیگر کے علاقے کی طرف تھا۔ راجو بالکل خاموش بیٹھا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہو..... اچانک ہی میری چھٹی حس نے مجھے کسی خطرے کا احساس دلایا میں بے چینی سے دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ بمبئی کی سڑکوں پر روزمرہ کی طرح ٹریفک رواں دواں تھی..... میرے دائیں بائیں دیکھنے کے باوجود کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں ہوئی اس کے باوجود میں نے تیزی سے پسٹل نکال کر اپنی گود میں رکھ لی تھی۔

ہم تقریباً پچیس تیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد ٹائیگر کے علاقے میں پہنچ گئے۔ میں نے جیسے ہی دروازہ کھولا اور باہر قدم رکھا نہ جانے کہاں سے فائر کیا گیا تھا..... کیونکہ گولی بالکل میرے پیر کے پاس آ کر لگی تھی..... میں نے تیزی سے کار کے باہر چھلانگ لگا دی اور کرولنگ کرتا ہوا کافی دور نکل گیا..... میں جیسے ہی رکا نہ جانے کس طرف سے دوسری گولی چلی وہ بھی بالکل مجھ سے ایک فٹ کے فاصلے پر زمین پر لگی تھی۔ گولیاں سمتیں بدل بدل کر چلائی جا رہی تھیں۔ اسی وجہ سے میں سمت کا تعین نہیں کر پا رہا تھا۔ اچانک ہی میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اور اس فیصلہ کو کرنے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور چلتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا۔ مجھے اندازہ تھا کہ میرے پہلے یا دوسرے قدم پر ہی کسی سمت سے فائر ضرور کیا جائے گا ابھی میں نے دوسرا قدم اٹھایا تھا کہ گولی بالکل میرے پیر کے قریب لگی..... صرف ایک لمحے میں میں نے اپنا رخ تبدیل کر کے فائر دے مارا۔ میری پسٹل سے نکلی ہوئی گولی ٹھیک نشانے پر لگی..... اور وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر نیچے گرتا ہوا دکھائی دیا..... اس کے ساتھ ہی میرے اوپر کئی سمتوں سے فائرنگ کی گئی تھی لیکن اب میں آسانی سے سمتوں کا تعین کر کے فائر مار رہا تھا۔

''خبردار اب کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔ اگر اب کسی نے فائر مارا تو میں ٹائیگر کی کھوپڑی اڑا دوں گا.....'' اس کی آواز کو سنتے ہی میں تیزی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا..... راجو اپنی پسٹل ٹائیگر کی کنپٹی سے لگائے فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا تھا میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا ٹائیگر تک پہنچ گیا۔

''ٹائیگر تم بہت بھاگ چکے..... کہاں ہے آج وہ تمہارا محافظ گردھاری لال.....''

''آج تم ٹائیگر کے علاقے سے اپنی ٹانگوں پر نہیں جا سکتے ہو.....'' ٹائیگر کسی خونخوار کتے کی طرح غرایا۔

''میرا دایاں ہاتھ فضا میں لہرا گیا۔ ٹائیگر کسی فٹ بال کی طرح کئی فٹ دور جا گرا..... ٹائیگر جیسے ہی کچھ فاصلے پر گرا اس کے دو تین وفاداروں کی پسٹل کا رخ ہماری طرف ہو گیا لیکن میں غافل نہیں تھا اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتے میں نے یکے بعد دیگرے چار فائر مارے اور وہ چاروں دلوں میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے مارنے کی تمنا لیے ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سو گئے۔

''ٹائیگر تم اس دن بچ گئے تھے گردھاری لال کی وجہ سے لیکن آج تمہیں بچانے والا کوئی نہیں ہے..... آج تم میرے ہاتھوں کتے کی موت مرو گے.....'' میں نے پسٹل کا رخ ٹائیگر کی طرف کیا..... لیکن..... قبل اس کے کہ میں گولی چلاتا..... ٹائیگر کے چاروں طرف دھواں سا پھیلتا چلا گیا۔ جیسے ہی دھواں ختم ہوا میں نے وہاں پر دیکھا یہاں ٹائیگر لیکن یہ کیا.....؟ دھوئیں کے ساتھ ساتھ ٹائیگر بھی غائب ہو چکا تھا۔

''گردھاری لال تو کب تک میرے ہاتھوں سے ٹائیگر کو بچائے گا.....؟ اب سب سے پہلے مجھے تیرا ہی بندوبست کرنا پڑے گا۔''

''راجو..... نکلو یہاں سے فوراً میں تیزی سے چیخا.....'' اس سے پہلے کہ ہم وہاں سے نکلتے پولیس موبائلیں ہم تک پہنچ گئیں..... شاید بستی میں سے کسی نے اطلاع دی تھی..... ہمیں عین موقع واردات سے گرفتار کر لیا گیا..... ٹائیگر ایک بار پھر میرے ہاتھوں سے بچ کر نکل گیا تھا۔

مجھے جس بات کا ڈر تھا وہ ہی ہوا..... راجو میری وجہ سے ناحق اس مصیبت میں الجھ گیا تھا..... ہماری پسٹلیں پولیس والوں نے اپنے قبضے میں لے لی تھیں ہمیں جانوروں کی طرح پولیس موبائل میں ڈال کر تھانے میں بنے لاکپ میں لا کر بند کر دیا گیا۔ میں چاہتا تو یہاں سے بڑی آسانی سے فرار ہو سکتا تھا میرے فرار ہونے کے بعد یہ لوگ اس غریب پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیتے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے ان پر مصیبتیں نازل ہوں..... یہ ہی سوچ کر میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی..... اور اسی دن میں نے اپنے جرم کا اعتراف بھی کر لیا تھا..... مگر قسمت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا.....

''راجو اسی وجہ سے تمہیں اپنے ساتھ آنے سے روک رہا تھا'' میں غصے سے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

''اس سے پہلے کہ راجو میری بات کا کوئی جواب دیتا۔ میرے کانوں میں رینو کا کی سرگوشی سنائی دی۔.....

''شہریار! ٹائیگر اور گردھاری لال بابا کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔''

''کیا.....'' میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔..... ''اور تم ان لوگوں کا منہ دیکھتی رہی ہو.....'' میں نے

سرد لہجے میں کہا۔

''راجو مجھے یوں ہونقوں کی طرح دیکھنے لگا جیسے کہ میں پاگل ہو چکا ہوں۔

''شہریار مجھے ابھی ابھی پتہ چلا ہے اور فوراً تمہیں بتانے آ گئی ہوں لیکن..... ٹائیگر اور بابا کو گردھاری لال نے حصار کے اندر رکھا ہے اور وہاں تک میری رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس نے اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''کیا ہمارا یہاں سے باہر نکلنے میں ساتھ دے سکتی ہو یا یہ بھی تمہارے بس میں نہیں ہے.....'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''ہاں یہاں پر میں تمہاری ہر طرح سے مدد کر سکتی ہوں.....'' رینو کا نے میرے طنز کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

''پہلے تو کسی طرح سے ہماری پسٹلیں ہم تک پہنچاؤ۔'' میں نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ وہ میری بات سنتے ہی چلی گئی۔

''شہریار تمہاری طبیعت تو صحیح ہے یہ تم کس سے باتیں کر رہے تھے۔'' راجو نے مجھے حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''راجو.....'' بابا کو ٹائیگر اور گردھاری لال اغوا کر کے لے گئے ہیں.....'' میں نے بے چینی سے ٹہلتے ہوئے کہا۔

''لا..... لعل..... لیکن..... تمہیں کس طرح پتہ چلا'' راجو کی بوکھلاہٹ پر میں مسکرا دیا۔

''مجھے ہواؤں نے بتایا.....'' میں نے اس کی بوکھلاہٹ پر مسکراتے ہوئے کہا۔ ٹھیک اس لمحے ایک سب انسپکٹر ہاتھ میں ایک پیکٹ لیے لاکپ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا.....

''شہریار یہ تمہارے لیے آیا ہے.....'' میں نے آگے بڑھ کر پیکٹ اس کے ہاتھ سے لے لیا..... وہ تیزی سے جس طرف سے آیا تھا اسی طرف واپس چلا گیا..... اسے جاتے ہی میں نے تیزی سے پیکٹ کھول دیا..... پیکٹ کے کھلتے ہی راجو حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے پیکٹ میں سے دونوں پسٹلیں نکالتے ہوئے دیکھنے لگا.....

''نہیں..... ناممکن..... میں اس بات کو نہیں مان سکتا.....'' راجو اب تک حیرت کے سمندر میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غوطہ زن تھا۔

میں نے ایک پسٹل راجو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''لو اب یہاں سے نکلنا ہے..... اور جو بھی راستہ روکنے کی کوشش کرے بے دریغ گولی مار دینا۔ ہمیں ہر صورت میں بابا تک پہنچنا ہے..... چاہے اس کے لیے ہم لوگوں کو کتنا ہی خون کیوں نہ بہانا پڑے..... سب انسپکٹر کے جاتے ہی سپاہی اپنی ڈیوٹی پر پہنچ گیا..... اور..... مجھے معلوم تھا کہ لاکپ کی چابی اسی کے پاس ہے۔ میں تیزی سے چیخنے لگا۔ سپاہی دوڑتا ہوا لاکپ کی طرف آیا تھا۔ میری نظریں دوسری طرف تھیں۔ وہ سلاخوں کے قریب آ کر اسی طرف دیکھنے لگا جس طرف میں دیکھ رہا تھا میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن دبوچ لی اور تیزی سے دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا..... راجو نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پیٹی سے لٹکی چابی نکال لی..... میرے اشارے پر راجو نے پسٹل کا پچھلا حصہ اس کی کھوپڑی پر دے مارا۔ اور وہ بغیر کوئی آواز نکالے وہاں پر ہی ڈھیر ہو گیا..... راجو نے آگے بڑھ کر لاکپ کا دروازہ کھولا۔ راجو کے دروازہ کھولتے ہی نہ جانے کہاں سے ایک سپاہی ادھر آ نکلا..... اس سے قبل کہ میں اور راجو فائر کرتے اس نے تیز آواز میں سیٹی بجانا شروع کر دی۔ اس کی سیٹی کے ساتھ ہی میری پسٹل نے شعلہ اگلا اور گولی اس کی کھوپڑی میں لگی..... پورے تھانے میں افراتفری مچ گئی۔ سیٹی کے ذریعے ایک دوسرے کو ہوشیار کرنے کی تاکید کی جا رہی تھی۔ میں نے دو سب انسپکٹروں کی مشین پسٹل پر قبضہ کیا اور ان دونوں کو بے دریغ گولی مار دی..... ہمارے ہاتھوں اس وقت تو خون ہو چکے تھے۔ تھانے سے باہر آتے ہی ہم نے پولیس جیپ پر قبضہ کیا اور اسے تیز رفتاری سے چلاتا ہوا تھانے سے لحہ بہ لحہ دور ہونے لگا۔ تھانے سے تقریباً دس بارہ کلومیٹر دور آیا ہوں گا کہ رینو کا دیوی کی سرگوشی سنائی دی..... ''شہریار جیپ دائیں طرف موڑ لو.....'' اسی طرح وہ مجھے راستہ بتاتی رہی اور جہاں پر اس نے مجھے رکنے کے لئے کہا وہاں سے کچھ دور ایک مندر بنا ہوا تھا.....

''جیپ یہاں کیوں رکوائی.....؟'' میں کسی بپھرے ہوئے سانڈھ کی طرح گرجا تھا..... ''میں نے کب جیپ روکنے کے لئے کہا.....'' راجو نے سہم کر کہا..... میں اسے صرف گھور کر رہ گیا.....

''اسی مندر کے تہہ خانے میں بابا اور ٹائیگر موجود ہیں..... اور اسی مندر میں پنڈت گردھاری لال بھی موجود ہے۔'' رینو کا نے میرے کان میں سرگوشی کی..... میں جیپ سے نیچے اتر آیا۔ میرے

جیپ سے اترتے ہی راجو نے بھی جیپ سے اترنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے سختی سے منع کر دیا۔

''تم یہاں پر ہی میرا انتظار کرو گے.....'' اس نے میری ہدایت پر خاموشی سے سر ہلا دیا.....

جیپ سے نیچے اتر کر میں پیدل ہی مندر کی طرف چل پڑا جو ایک وسیع و عریض احاطے میں سرخ پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ میں اس مندر کو باہر سے آتے جاتے کئی بار دیکھ چکا تھا..... لیکن اس کے اندر جانے کا اتفاق پہلے نہیں ہوا تھا۔ پھر میں بے دھڑک بڑے پھاٹک سے احاطے میں داخل ہو گیا اور نظریں جھکائے تیز تیز قدم بڑھاتا اور چبوترے کی سمت جانے والی سیڑھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ مندر کی تعمیر زمین سے بیس فٹ بلند ایک چبوترے پر کی گئی تھی۔

چبوترے کے قریب رک کر میں نے آس پاس کے ماحول کا جائزہ لیا..... سادھو اور پنڈت پجاری کھڑاؤں پہنے ادھر ادھر آتے جاتے نظر آ رہے تھے..... ان کے جسم پر صندل کے برادے جیسی کوئی چیز ملی ہوئی تھی..... بال یا تو بے حد بڑھے ہوئے تھے..... یا سر انڈے کے چھلکے کی مانند صاف تھا..... کچھ پجاریوں کے ہاتھوں میں پیتل کی لٹیا بھی تھیں جو کہ جل پانی کے لئے استعمال کی جاتی تھیں۔ ان کے لباس گیروے یا سفید رنگ کے تھے..... گلے میں مالائیں جھول رہی تھیں..... ان میں سے اکثر اوم ہری اوم کی صدا بلند کر رہے تھے..... مندر کے اندر گھنٹیوں کی آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔

میں سیڑھیوں کے قریب کھڑا اپنے اگلے اقدام کے بارے میں سوچنے لگا..... ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرا بڑے مندر کے اندر دندناتے ہوئے داخل ہونا کچھ مناسب نہیں تھا..... اس طرح بات خراب ہو سکتی تھی..... لیکن مجھے یہ بھی علم نہیں تھا کہ پنڈت گردھاری لال اس وقت مندر کے کس حصے میں ہو گا..... مندر کی پشت پر رہائشی مکانات تھے..... جن میں پنڈت اور پجاری رہا کرتے تھے..... آتے جاتے پجاریوں کی نظریں بار بار میری طرف اٹھ رہی تھیں..... ابھی میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک پجارن مندر سے باہر آئی..... میں اس کا حسن و جوانی دیکھ کر ششدر رہ گیا..... سرخ ساڑھی میں وہ جوالا مکھی نظر آ رہی تھی اس کا چہرہ غازہ اور لپ اسٹک کی قید سے آزاد تھا..... پھر بھی حسن کی شعائیں پھوٹ رہی تھیں..... وہ شرمائی شرمائی لجائی لجائی نظریں جھکائے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی چبوترے کے کنارے آئی..... جھک کر آخری بار مندر کی سمت دیکھ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈنڈوت کیا پھر آہستہ سے پلٹی اور ساری کا پلو سنبھالتی..... لچکتی..... بل کھاتی..... جادو جگاتی سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگی..... میں نے محسوس کیا کہ اس وقت بے شمار نگاہیں اس پجارن کے نازک ریشمی بدن پر پھسل رہی تھیں..... لیکن..... وہ ان نگاہوں کی کاٹ سے بے نیاز نیچے اترتی رہی..... میرے قریب سے گزری تو ہوا کا ایک مست جھونکا اس کے جسم کی مہک سے میرے وجود کو معطر کر گیا۔

''سنو.....!'' میں نے غیر اختیاری طور پر اسے آواز دی..... اس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا اس کی کم سنی کے پر بہار نظارے نے جیسے مجھ پر بے خودی طاری کر دی تھی..... جیسے میں اس کی آنکھوں کے سحر میں کھو کر رہ گیا تھا..... وہ آواز میرے لبوں سے نہیں دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی.....

''جی.....'' وہ ایک دم رک گئی..... آہستہ سے گھومی..... نظریں جھکائے مترنم آواز میں پوچھا۔

''آپ نے مجھے آواز دی بابو جی.....؟''

''مم..... میں آج پہلی بار اس مندر میں داخل ہوا ہوں.....'' میں روانی میں کہہ گیا۔

''سیڑھیاں چڑھ کر سیدھے اوپر چلے جائیں بھگوان کے چرانوں تک پہنچنے کے لئے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' اس کے لہجے میں تلوار کی سی کاٹ تھی..... شاید وہ مجھے بھی ابولہوس..... پنڈت یا حریص پجاری سمجھ رہی تھی..... یقیناً اس کے کان اس قسم کی آوازیں سننے کے عادی ہو چکے ہوں گے..... جبھی تو اس نے نظر اٹھا کر مخاطب کرنے والے کو دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی..... بڑے سیدھے سادے مگر طنز بھرے انداز میں جواب دے کر چپ ہو گئی تھی۔

''میں ایک ضرورت کے تحت یہاں آیا ہوں.....'' میں جلدی سے بولا..... ''مجھے پنڈت گردھاری لال سے ملنا ہے..... اور..... میں ہندو نہیں مسلمان ہوں.....''

اس نے پہلی بار چونک کر میری طرف دیکھا..... لیکن پجاری کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر سپاٹ لہجے میں بولا..... ''مجھے پنڈت گردھاری لال سے ملنا ہے کیا تم مجھے اس کا پتہ بتا سکتی ہو.....''

''وہ مندر کے پیچھے املی والے پیڑ کے نیچے رہتے ہیں.....'' اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا..... ''کسی سے بھی پوچھ لینا۔''

''شکریہ.....'' میں نے مختصر کہا..... پجاری ہمارے قریب آ چکا تھا..... اس نے جاتی ہوئی

پجارن کو نہایت ہی میلی نظروں سے دیکھا پھر پلٹ کر مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے اس نے مکمل لباس میں پہلی بار کسی آدمی کو دیکھا ہو۔ اس کی نگاہوں میں میرے لیے حقارت و نفرت کا احساس جھلک رہا تھا..... ممکن ہے کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہو کہ میں مسلمان ہوں..... چند ثانئے وہ مجھے اپنی بڑی بڑی خونخوار آنکھوں سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتا رہا..... پھر خشک لہجے میں بولا۔

''کون ہو تم.....؟ اور اس چھوکری سے کیا باتیں کر رہے تھے.....''

''پنڈت گردھاری لال کا پتہ دریافت کر رہا تھا.....'' میں نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

''مسلمان لگتے ہو.....؟ کیوں.....؟'' اس نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''تمہارا خیال درست ہے.....'' میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا اور پھر تیزی سے پلٹ کر مندر کے پچھلے راستے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

''املی کے پیڑ کے نیچے دوسرے مکانوں سے الگ تھلگ ایک خوبصورت اور شاندار مکان موجود تھا..... میں سیدھا اس کی طرف گیا..... میں بغیر کسی سے کچھ پوچھے مکان کے اندر داخل ہو گیا..... گردھاری لال پر نظر پڑتے ہی میں انسان سے جانور ہو گیا..... مکان کا دروازہ بند کرتے ہی میں نے گردھاری لال پر چھلانگ لگا دی..... اس کی گردن میرے آہنی پنجے میں تھی..... اس نے اپنا کوئی جنتر منتر پڑھنے کے لئے منہ کھولا تو میں نے تیزی سے پسٹل کی نال اس کے منہ میں گھسیڑ دی.....''

''بس اب اسی طرح خاموشی سے پڑے رہو.....''

''بابا اور ٹائیگر کہاں ہیں.....؟ بتاؤ ورنہ.....؟'' میں نے پسٹل پر اپنا دباؤ بڑھا دیا..... میں نے دوسرے ہاتھ سے سامنے رکھی سیب کاٹنے کی چھری اٹھا لی تھی..... اگلے ہی لمحے وہ نوک دار چھری پوری قوت سے میں نے اس کی دائیں آنکھ میں گھونپ دی۔ تکلیف کی شدت سے اس نے چیخنے کی کوشش کی تھی..... لیکن..... پسٹل کی نال منہ میں گھسی ہونے کی وجہ سے وہ چیخ بھی نہیں سکا تھا..... چند لمحے تڑپنے کے بعد اس کا جسم ساکت ہو گیا..... شاید وہ تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو چکا تھا..... میں نے چاقو اس کی آنکھ سے واپس کھینچ لیا..... پسٹل کی نال اس کے منہ سے نکال کر میں نے چاقو ایک بار پھر اس کی زبان کے آر پار کر دیا..... وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا..... اب مجھے یہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے بابا اور راجو تک پہنچاؤ..... یہ چھری اسی طرح سے تمہاری زبان میں رہے گی تاکہ تم اپنے ہرانا پ شناپ جنتر منتر سے باز رہو..... چلو..... میں نے اس کی کمر سے پسٹل کی نال لگاتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''وہ اٹھ کر میرے آگے چلنے لگا..... جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا ہمارے سامنے وہی پجاری کھڑا تھا..... جو کہ آتے وقت مجھ سے الجھ چکا تھا..... گردھاری لال کی حالت دیکھ کر وہ بری طرح سے چونک گیا وہ تیزی سے میری طرف بڑھنے لگا۔

''رک جاؤ..... ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو.....'' میں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا..... پجاری ٹھٹھک کر وہاں ہی رک گیا.....

گردھاری لال مجھے لے کر تہہ خانے کے راستے پر چلنے لگا..... تہ خانے کے دروازے پر پہنچ کر میں نے گردھاری لال کو وہاں پر رک جانے کے لئے کہا۔

''اپنے کسی چیلے کو بلاؤ تاکہ وہ بابا اور ٹائیگر کو باہر لائے گا.....'' اس نے دور کھڑے ایک پجاری کو اشارے سے اپنے قریب بلایا.....

''جاؤ جا کر اندر سے دونوں آدمیوں کو باہر آنے کے لئے کہو.....'' میں نے سخت لہجے میں کہا..... چند لمحے تو وہ ہچکچاتا رہا پھر تہہ خانے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے چلا گیا..... سارے پنڈت پجاری مجھ سے کچھ دور ایک جگہ پر اکٹھے ہو چکے تھے..... اچانک ہی کسی پجاری نے مجھ پر پیچھے سے وار کرنے کی کوشش کی..... لیکن..... میری پسٹل کی نکلی ہوئی گولی سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا..... اچانک میری نظر تہہ خانے کے دروازے پر پڑی جہاں سے ٹائیگر باہر آ رہا تھا..... ٹائیگر کے پیچھے بابا باہر آتے ہوئے نظر آئے.....

''شہریار! اپنا وقت ضائع کئے بغیر ٹائیگر کو گولی مار دو اور فوراً یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔'' رینو کا دیوی کی سرگوشی میرے کانوں میں ابھری..... میں نے بنا وقت ضائع کئے ٹائیگر کو یکے بعد تین گولیاں مار دیں..... ٹھیک اس وقت راجو ہاتھ میں پسٹل لیے مجھ تک پہنچ گیا۔

''راجو! تم فوراً بابا کو لے کر یہاں سے جاؤ.....! میں نے تیز لہجے میں کہا۔

''لیکن..... آپ کو.....''

''میں کہہ رہا ہوں جاؤ..... جلدی کرو..... جاؤ یہاں سے.....'' راجو اور بابا تیزی سے دوڑتے ہوئے مندر سے نکل گئے۔ اب تم مجھے اس مندر سے باہر پہنچاؤ گے..... میں نے گردھاری لال سے کہا۔ اور وہ کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح سے میرے آگے آگے چلنے لگا میں نے جیسے ہی مندر سے باہر قدم رکھا پولیس موبائل کے سائرن کی آواز میرے کانوں میں پڑنے لگی۔ تقریباً کوئی بیس سیکنڈ بعد پولیس موبائلیں میرے نزدیک پہنچ گئیں..... لیکن..... اب میں کسی بھی صورت میں گردھاری لال کو زندہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا..... ادھر پولیس والے موبائلوں سے نیچے اترے ادھر میں نے اپنی پسٹل میں موجود تمام گولیاں گردھاری لال کے جسم میں اتار دیں..... پولیس والوں نے تیزی سے میرے گرد گھیرا تنگ کر کے مجھے گرفتار کر لیا..... مجھے مارتے ہوئے کسی پاگل کتے کی طرح سے اٹھا کر موبائل میں ڈال دیا گیا..... پولیس والے رائفلیں لیے میرے گرد بالکل ہوشیار ہو کر بیٹھے تھے..... اگر میں ذرا سی بھی حرکت کرنے کی کوشش کرتا تو بے دریغ مجھے گولی مار دی جاتی..... آج میرے دو دشمن اپنے انجام کو پہنچ چکے تھے۔ مجھے ایک بار پھر تھانے کے لاکپ میں لا کر بند کر دیا گیا..... لیکن..... اس بار میری نگرانی پر چھ سپاہی موجود تھے..... اور سب مجھ سے اتنے فاصلے پر تھے کہ میں باآسانی ان پر حملہ نہیں کر سکتا تھا..... اب مجھے ان پر حملہ کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے اعتراف جرم کر لیا..... کیس چلتا رہا۔ پیشیوں پر پیشیاں ہوتی رہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جب میں نے اعتراف جرم کر لیا ہے تو یہ کیس بلاوجہ کیوں طوالت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ پھر ایک پیشی ہوئی گواہوں کو عدالت کے روبرو لایا گیا۔ ان لوگوں نے میرے خلاف گواہی دی۔ اس کے بعد میری موت کے پروانے پر دستخط ہو گئے۔ اور مجھے سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا..... آج سے ٹھیک تین دن بعد میری پھانسی کا دن مقرر کر دیا گیا۔ میں نے بھری عدالت پر ایک طائرانہ نظر ڈالی..... لیکن..... میرا اپنا وہاں پر تھا ہی کون.....؟ جو کہ میرے لیے آنسو بہاتا۔ بابا اور راجو میرے لیے اپنوں سے بڑھ کر تھے۔ لیکن ان کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ مجھے اتنا اطمینان ضرور تھا کہ راجو اب تک پولیس کے ہاتھ نہیں آیا تھا..... مجھے عدالت سے ایک وین میں بٹھا کر جیل تک لایا گیا..... اس کے بعد میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال کر ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔ کوٹھری اتنی چھوٹی تھی کہ بمشکل ہی اس میں پیر پھیلا کر لیٹ سکتا تھا۔ میری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس مصیبت سے کس طرح سے نجات حاصل کروں..... میں یہ کن حالات سے دوچار ہو رہا تھا..... میں کہاں جاؤں..... کس سے فریاد کروں.....؟ ان حالات میں کس سے مدد مانگوں.....؟ کون میری مدد کرے گا.....؟ ان برے حالات میں کوئی تو اپنا میرے قریب ہوتا..... ان خیالات کے آتے ہی میں اپنے ماضی کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہو گیا۔ پاروتی دیوی اور رینو کا دیوی دونوں ہی مجھے میرے ماضی کے بارے میں بتانے آئی تھیں..... لیکن دونوں میں سے کوئی بھی مجھے میرے ماضی کے متعلق نہیں بتا سکی تھیں..... میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ میرے پہلو بدلنے سے میرے ہاتھوں میں پڑی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں جھنجھنا اٹھیں..... جس کی وجہ سے کوٹھڑی کے تمام در و دیوار گونج اٹھے۔ کوٹھڑی سے دور کھڑا رائفل بردار سپاہی اپنی رائفل ہاتھوں میں لیے تیزی سے میری کوٹھڑی کی طرف آیا تھا مجھے آرام سے بیٹھا دیکھ کر مطمئن انداز میں گردن ہلاتا ہوا دوبارہ اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا۔

''دو دن اسی طرح سے سوتے جاگتے گزر گئے..... آج تیسرا دن تھا..... اور آج ہی کا دن مجھے پھانسی دینے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں لحہ بہ لحہ بے ترتیب ہوتی جا رہی تھیں..... نہ جانے کیا ہونے والا تھا۔

''میں کیا کروں.....؟ کیا کروں.....؟ کیا کروں.....؟'' میں برے طریقے سے جھلا گیا۔

ٹھیک وقت پر مجھے پھانسی گھاٹ پر لے جایا جانے لگا..... لیکن..... اس سے قبل میری آخری خواہش کے متعلق پوچھا گیا۔ میں خاموش رہا..... میرے ذہن میں کوئی آخری خواہش ہوتی تو بتاتا..... میرا ذہن اس مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا..... جن حالات سے میں گزر رہا ہوں..... ان پراسرار حالات سے اگر کوئی اور گزرا ہوتا تو یقیناً اب تک اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتا۔ لیکن میں ان حالات سے گزرنے کے باوجود اب تک اپنے ہوش و حواس قائم رکھے ہوئے تھا وقت اور حالات نے میرے گرد اپنا دائرہ کار اتنی تیزی سے تنگ کر دیا تھا کہ میں اس میں الجھ کر رہ گیا تھا..... مجھے پھانسی گھاٹ پر لا کر کھڑا کر دیا گیا..... میرے ہاتھوں کو پشت پر باندھ کر میرے منہ پر کالا کپڑا ڈال دیا گیا..... اس کے بعد وہاں پر مکمل خاموشی چھا گئی..... میں نے ان آخری لمحات میں رینو کا دیوی کو آواز دی..... پاروتی دیوی کو آواز دی..... لیکن کوئی بھی میری آواز سننے کو تیار نہ تھا..... پھانسی

گھاٹ پر ایسا سناٹا کہ مجھے اپنے دل کی بے ترتیب دھڑکنیں شور کرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں..... میرے کچھ سوچنے سمجھنے سے پہلے ہی مجھے ایک جھٹکا لگا..... مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ دی گئی ہو..... میرا جسم یوں تڑپا جیسے کہ بغیر پانی کے مچھلی..... پھر میرا جسم مکمل طور پر ساکت ہو گیا۔ وہاں پر موجود ڈاکٹر نے میری موت کی تصدیق بھی کر دی تھی.....!

☆☆☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

☆☆☆

دنیا میں ایسے ہزاروں اسرار موجود ہیں عقل جن کی توضیح پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہم ہزاروں باتوں پر ایک دوسرے سے متفق نہیں ہوتے اور انہیں ضعیف الاعتقادی کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ لیکن جب کوئی ایسی ناقابل یقین بات یا حادثہ ہمارے علم میں آتا ہے تو ہم اس کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں مگر بہت جلد ایسے حادثوں کو کھرچ کر اپنے ذہنوں سے نکال پھینکتے ہیں۔

میں بھی اب تک ایسے ہی پراسرار حالات سے گزر رہا تھا۔ میرے ذہن میں اس وقت دھماکے ہو رہے تھے..... پھر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میری گردن سے پھندا نکالا ہو۔ میرے چہرے سے پڑا کالا کپڑا ہٹا دیا گیا۔ کپڑے کے ہٹتے ہی میں نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔

میں نے چیخ کر ان لوگوں کو بتانے کی کوشش کی کہ میں مردہ نہیں ہوں بلکہ زندہ ہوں مگر بے سود میری آواز میرے حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ میں نے اپنے ہاتھ پیروں کو حرکت دینے کی کوشش کی لیکن میری یہ کوشش بھی بے کار ہو گئی۔ میں ان لوگوں کو کس طرح سے بتاؤں کہ میں مرا نہیں ہوں زندہ ہوں..... ؟ کس طرح؟؟ آخر کس طرح..... ؟ یہ میری کیسی بے بسی تھی میں اپنی اس بے بسی پر گھٹ کر رہ گیا۔

ان سب لوگوں کی نظروں کے سامنے مجھے پھانسی دی گئی تھی اور وہاں پر موجود ڈاکٹر نے میری موت کی تصدیق کی تھی۔

لیکن ایسا نہیں تھا۔ میں زندہ تھا۔ میرے احساسات زندہ تھے۔ میں ان لوگوں کی ایک ایک حرکت کو محسوس کر رہا تھا مگر جسمانی طور پر مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نے چیخ چیخ کر ان لوگوں کو بتانے کی کوشش کی مگر یہاں پر میری چیخ و پکار سننے والا کوئی نہ تھا۔

میرے ہاتھوں کو پشت پر سے کھول دیا گیا۔ مجھے اسٹریچر پر ڈال کر وہاں سے باہر لایا گیا۔ میرے پورے جسم پر چادر ڈال دی گئی۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ میں یہاں سے اٹھ کر بھاگ جاؤں..... میں نے اپنے آپ کو بے بس محسوس کر کے حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا..... اس کے علاوہ میں کر بھی کیا سکتا تھا مجھے اپنے دماغ میں رنگ برنگے ستارے رقص کرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ مجھے گزرا ہوا ایک ایک پل یاد آ رہا تھا۔ میں کس طرح قبر میں سے پیدا ہو کر ان حالات تک پہنچا تھا۔ اچانک ہی مجھے جھٹکا محسوس ہوا..... میرے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ شاید مجھے اسٹریچر سے کسی ایمبولینس میں منتقل کیا جا رہا تھا۔ پھر ایمبولینس کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی اور ایمبولینس ایک جھٹکے سے چل پڑی نہ جانے کتنی دیر ایمبولینس مختلف سڑکوں پر دوڑتی رہی پھر اچانک ہی ایمبولینس رک گئی۔ مجھے کسی طرف کے دروازہ کھلنے کی آواز آئی اس کے ساتھ ہی کسی کی گرج دار آواز سنائی دی۔

''چپ چاپ جا کر اس گاڑی میں بیٹھ جاؤ.....'' شاید وہ ڈرائیور سے مخاطب تھا۔

''لیکن.....'' ڈرائیور نے کچھ کہنا چاہا۔

''لیکن..... ویکن..... کچھ نہیں جو کہا جا رہا ہو وہ کرو ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ وہی گرج دار آواز دوبارہ سنائی دی۔ میں نے محسوس کیا کہ ڈرائیور دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ مجھے اس بات کا اندازہ لگانے میں قطعی دشواری نہیں ہوئی کہ ڈرائیور کو دھمکی دینے والے کے ہاتھ میں یقیناً پستول موجود تھی۔ اور یہ ہی وجہ ہو سکتی ہے کہ جو گاڑی کا ڈرائیور خاموشی سے گاڑی سے نیچے اتر گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ گاڑی کو لاش سمیت اغوا کیا جا رہا ہے۔ لیکن کیوں.....؟ ایسا کون ہو سکتا ہے جس کو میری لاش کی ضرورت تھی..... ایمبولینس ایک جھٹکے سے دوبارہ چل پڑی تو میں خیالات کی دنیا سے باہر آ گیا۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد ایمبولینس ایک جگہ پر رک گئی۔ شاید یہ کسی بنگلے کا پورچ تھا۔ ڈرائیور کو باہر نکال کر مجھے اٹھائے ہوئے وہ لوگ ایک طرف چل پڑے۔ تین چار منٹ بعد ہی انہوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے مجھے اسٹریچر سمیت زمین پر رکھ دیا اور وہ لوگ میرے نزدیک چہل قدمی کرنے لگے۔ مجھے اب تک یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ مجھے یہاں تک لانے والے کون لوگ ہیں.....؟ اور ان کا مقصد کیا ہے.....؟ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے اب تک کسی کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ یہاں پر رہنے والے تمام لوگ گونگے ہوں۔ زندگی کتنی قیمتی چیز ہوتی ہے۔ انسان موت سے اتنا خوفزدہ کیوں رہتا ہے۔ اس بات کا مجھے اس وقت شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ اچانک بابا کی آواز میرے کانوں میں پڑی۔

''تم سب لوگ نیچے والے کمرے میں چلے جاؤ.....'' بابا کی آواز سن کر میرے پورے جسم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن میری یہ خوشی عارضی ثابت ہوئی کیونکہ میں نے بے اختیار بابا کو مخاطب کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر انجام وہی ہوا جو اب تک ہو رہا تھا۔ میں اپنی آواز بابا تک پہنچانے میں بھی ناکام رہا۔ چند لمحوں بعد ہی مجھے قدموں کی آواز سنائی دی۔ کوئی چل کر اسی طرف آ رہا تھا۔ جہاں پر مجھے رکھا گیا تھا۔ میں نے اپنے قریب کسی کو بیٹھتے ہوئے محسوس کیا۔ کوئی بیس سیکنڈ کے بعد ہی میرے کانوں میں قرآنی تلاوت کی آواز گونجنے لگی۔ کوئی بالکل میرے قریب تلاوت میں مشغول ہو چکا تھا۔

''اے بھائی! میں زندہ ہوں.....'' میں نے اسے بتانے کی کوشش کی مگر وہ میری طرف سے قطعی لاپرواہ ہو کر تلاوت کرنے میں مصروف رہا۔ جیسے جیسے قرآن مجید کی تلاوت کے الفاظ میرے کانوں میں پڑتے جا رہے تھے میں لحہ بہ لحہ پرسکون ہوتا جا رہا تھا۔ میری کیفیت اندرونی طور پر اس قدر تیزی سے تبدیل ہو رہی تھی کہ میں خود حیران تھا۔

چند لمحات پہلے جو ذہنی خلفشار تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت میں اپنے آپ کو بہت پرسکون محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اپنی تلاوت مکمل کی اور اٹھ کر باہر نکل گیا۔ یہ صرف میرا احساس تھا۔ کیونکہ آنکھیں بند ہونے کے سبب میں کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن محسوس سب کچھ کر رہا تھا۔ پھر مجھے دے کر کفن پہنا دیا گیا۔ میں کتنا چیخا چلایا لیکن کسی ایک نے بھی مجھ پر توجہ نہ دی۔ ہر ایک سنگ دل اپنے اپنے کام میں مصروف رہا۔ مجھے کفن پہنا کر میرا جنازہ تیار کر دیا گیا۔ نہ جانے کتنے لوگ اس وقت یہاں پر موجود تھے۔ ہر بار کوئی نہ کوئی نئی آواز میرے کانوں میں پڑ رہی تھی۔

بابا اور راجو کہاں تھے.....؟ اس بارے میں مجھے کوئی علم نہ تھا۔ اگر وہ دونوں یہاں پر موجود ہیں تو مجھے کوئی علم نہ ہو سکا تھا۔ کیونکہ میں دیکھنے کی صلاحیت سے محروم تھا۔ لیکن سن ضرور سکتا تھا۔ سارا قافلہ میرے جنازے کو لے کر چل پڑا۔ مجھے بار بار جھٹکے محسوس ہو رہے تھے۔ جیسے کہ میرا جنازہ اٹھانے والے بار بار جگہ تبدیل کر رہے ہوں۔ ایک جگہ پر رک کر میرے جنازے کو زمین پر رکھ دیا گیا۔ کئی لوگ میرے جنازے کے گرد جمع تھے۔ پھر میری نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر ایک بار پھر لوگوں نے میرے جنازے کو اٹھا لیا۔ وہاں سے اٹھا کر کسی گاڑی میں منتقل کر دیا گیا۔ گاڑی کے اسٹارٹ ہوتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ کوئی بس ہے۔

تقریباً چالیس منٹ تک بس مختلف سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ اس کے بعد ایک جگہ پر رک گئی۔ میرے اندازے کے مطابق بس کو قبرستان کے گیٹ پر روکا گیا تھا۔ میرے جنازے کو بس سے اتار کر لوگوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور اسے اٹھاتے ہوئے قبرستان کے اونچے نیچے راستوں پر چلنے لگے..... کوئی پندرہ سولہ منٹ بعد ہی یہ لوگ ایک جگہ پر رک گئے۔ میرے جنازے کو زمین پر رکھ دیا گیا۔ اب شاید یہ لوگ مجھے دفنانے کی تیاری کر رہے تھے۔ لیکن کیا کبھی زندہ انسانوں کو بھی دفنایا جاتا ہے.....؟

میں نے ایک بار پھر پوری قوت سے چیخنے کی کوشش کی لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا..... پہلے میرے جنازے پر سے کپڑا ہٹایا گیا۔ پھر میرے منہ پر سے کفن اٹھایا گیا..... کفن کے منہ پر سے ہٹتے ہی میں نے لاشعوری طور پر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی مگر بے سود میری بے بسی مجھے مستقل چڑانے پر تلی ہوئی تھی۔ کئی منٹ اسی طرح سے گزر گئے میری میت کو واپس مکمل کفن پہنا کر قبر میں اتار دیا گیا۔ میرے کانوں میں مسلسل کلمہ شہادت کی آوازیں پڑ رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ مجھے اپنے اوپر ہلکی ہلکی مٹی گرنے کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کے بعد میری قبر کو مکمل طور پر بند کر دیا گیا۔ اور میں صرف چیختا چلاتا رہ گیا۔ اب اس قبر میں صرف میں تھا اور میری تنہائی تھی۔ میں زندہ اس قبر میں دفن ہو چکا تھا اور کوئی یہاں پر میرا مددگار نہ تھا۔

انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا..... اس کو عقل سلیم عطا کی گئی تاکہ وہ انسانیت کے کام آئے۔ لیکن اسی انسان نے انسانیت کو روند ڈالا اور جانور سے بھی بدتر ہو گیا۔ اپنے آپ کو طاقتور سمجھ کر مظلوموں کی عزت سے کھیلنا شروع کر دیا۔ اپنی حفاظت کے لئے اس نے لاکھوں جتن کر لیے وہ یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھول گیا کہ موت کے بے رحم پنجوں کے آگے تو بڑے بڑے پہاڑ بھی کھڑے کر دیئے جائیں تو وہ حقیر ذروں کے مانند اڑ جائیں گے۔ موت کے آگے انسان کتنا بے بس ہے..... میں اس وقت اس قدر بے بس تھا کہ اپنی اس بے بسی پر آنسو بھی نہیں بہا سکا..... میں نے جتنا قریب سے موت کو دیکھا کیا کوئی انسان اس کا تصور کر سکتا ہے.....؟

میرے ساتھ اب تک جو پراسرار حالات گزرے اگر یہ ہی حالات کسی اور کے ساتھ گزرے ہوتے اور وہ مجھے بتاتا تو شاید میں اپنی آخری سانسوں تک یقین نہ کرتا۔ نہ جانے کتنا وقت گزرا تھا.....؟ دن گزرے تھے.....؟ مہینے گزرے تھے.....؟ یا سال.....؟ مجھے کوئی احساس نہ تھا۔ یہاں پر کوئی احساس تھا ہی نہیں کہ باہر دن ہے کہ رات ہے یہاں پر تو صرف اندھیرا تھا۔ گہرا اندھیرا۔ اسی قبر نے مجھے جنم دیا تھا۔ اور آج اسی قبر میں میں بے یار و مددگار لیٹا ہوا تھا۔

میں اس قبر سے کس طرح نکلوں گا.....؟ اس قبر سے باہر نکل بھی سکوں گا.....؟ میں نہ تو کسی کو آواز دے سکتا تھا اور نہ ہی ان حالات میں کوئی میری مدد کرنے آتا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں آخر کروں تو کیا کروں.....؟ جس قبر نے مجھے جنم دیا تھا میں اسی قبر میں قید ہو گیا تھا۔ اچانک ہی حالات نے ایسی کروٹ بدلی تھی کہ میرا دماغ ماؤف ہو کر رہ گیا اور میں ''قبر کا بیٹا'' قبر کا قیدی بن کر رہ گیا تھا۔ میں کروں تو کیا کروں.....؟ میری بے چینی لحہ بہ لحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ اب تو میرے دماغ میں سائیں سائیں سی ہونے لگی تھی۔ میں نے ایک بار پھر قبر میں لیٹے لیٹے ہاتھ پیروں کو حرکت دینے کی کوشش کی لیکن میری یہ کوشش بھی ناکامی کے اندھیروں میں ڈوب گئی۔ یہ میں کس حالت میں آ کر پھنس گیا ہوں.....؟ نہ تو زندگی مجھے قبول کرنے کو تیار تھی اور نہ ہی موت مجھے گلے لگانے کو تیار تھی..... میں نے رینوکا دیوی کو آواز دی۔ پاردتی دیوی کو پکارا۔ ان بزرگ کو آوازیں دیں..... لیکن کوئی بھی میری آواز سننے کو تیار نہ تھا۔ کہاں گئیں وہ سب پراسرار ہستیاں جو کہ قدم قدم پر میری مدد کرنے کو تیار رہتی تھیں۔ میرا دماغ آہستہ آہستہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھوتا جا رہا تھا۔ لحہ بہ لحہ تاریکی میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ اور باوجود کوشش کے میں اپنے ذہن کو تاریکی میں ڈوبنے سے نہ بچا سکا۔ میرا ذہن مکمل تاریکی میں ڈوب گیا۔ شاید موت کی سی تاریکی میں.....!

نہ جانے کتنے پل..... کتنے لمحے..... کتنی گھڑیاں اسی طرح سے گزر گئیں..... آہستہ آہستہ

ذہن جاگنا شروع ہو گیا۔ میں نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحات تو مجھے کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ میں کہاں ہوں۔ پھر پچھلا سارا منظر کسی فلم کی طرح میری آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں حیرت سے اچھل پڑا۔ میں قبر میں ہونے کی بجائے قبرستان میں زمین پر چت لیٹا ہوا تھا۔ میرے جسم پر کفن کی جگہ کپڑے موجود تھے۔ میں بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرا رواں رواں خوشی سے جھوم اٹھا۔ میں قبر کی اس قید سے آزاد ہو چکا تھا میں اپنی مرضی سے ہاتھ پیروں کو حرکت دے سکتا تھا۔ میں اس قبر سے باہر کیسے نکلا..... اور میرے جسم پر یہ کپڑے کس طرح سے آ گئے.....؟ میں دوبارہ کس طرح سے زندگی کی طرف لوٹ آیا.....؟ میں تو اس حالت میں تھا کہ اب زندگی اور موت دونوں ہی مجھ سے روٹھ گئی تھیں۔ یہ تمام ایسے سوالات تھے جن کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ میں اب تک اس بات کو سمجھنے سے قاصر تھا کہ میں بار بار ان حالات کے چکر میں کس طرح الجھ جاتا ہوں.....؟ مجھے تو اپنا ماضی تلاش کرنا تھا اور اس کے لئے مجھے مصر جانا تھا۔ ہاں رینوکا دیوی نے مجھے یہ ہی بتایا تھا کہ میری جائے پیدائش مصر ہے۔ لیکن حالات کا رخ اس قدر تیزی سے تبدیل ہوا تھا کہ میں مصر تو کیا بمبئی سے بھی باہر نہیں نکل سکا تھا۔

میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا..... اور اس پگڈنڈی کی طرف ہو لیا جو کہ قبرستان کے پھاٹک کی طرف بل کھاتی چلی گئی تھی مجھ سے پھاٹک کا درمیانی فاصلہ بیس سے تیس گز کا ہوگا۔ میں اپنے خیالوں میں ڈوبا پھاٹک کی طرف قدم بڑھا رہا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی ہو۔ وہ ضرب اتنی شدید تھی کہ اگر میری جگہ کسی اور کو لگی ہوتی تو یقیناً اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوتیں..... میں قہر آلود نظروں سے اس پاگل کو دیکھنے لگا۔ جس نے ایک آڑھی ترچھی لکڑی سے اچانک میری ٹانگ کو تختۂ مشق بنایا تھا اور اب نیم کے درخت سے دور کھڑا مجھے دیوانوں کی طرح پلکیں جھپکا کر دیکھ رہا تھا۔

اس کا حلیہ اس کی دیوانگی کی غمازی کر رہا تھا۔ اس کے جسم پر صرف ایک میل سے چکڑا ہوا پاجامہ موجود تھا جو کہ جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا۔ اس کی داڑھی اور سر کے بال خودرو جھاڑیوں کی طرح بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ الجھے ہوئے ان گندے بالوں میں دنیا جہان کی غلاظتیں نظر آ رہی تھیں۔ اس کے جسم پر میل کی موٹی موٹی تہیں موجود تھیں۔ شاید اس نے برسوں سے نہانے کی زحمت گوارا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں کی تھی۔اس کے سینے پر بائیں جانب زخم کا ایک گہرا نشان تھا۔جس کے اطراف گاڑھا گاڑھا خون جما نظر آ رہا تھا۔اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں خون کی سرخیاں دکھائی دے رہی تھیں۔اسے روز روشن میں دیکھ کر پہلی بار مجھے جھرجھری آ گئی..... اگر میں نے اسے رات میں دیکھا ہوتا تو شاید خوف سے چیخ اٹھتا۔اس کی ہیئت کچھ ایسی ہیبت ناک اور ڈراؤنی تھی..... مجھے تکلیف پہنچا کر وہ جس دلچسپ انداز میں دور کھڑا تماشا دیکھ رہا تھا اس نے میرا خون کھولا دیا..... میں اسے خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا اس کی طرف بڑھا تو وہ مسخروں کی طرح دونوں پیروں سے بیک وقت پھدکتا ہوا چار چھ قدم اور پیچھے ہٹ گیا..... اپنا ہاتھ ران پر مارتے ہوئے بولا۔

''ہو گیا..... ہو گیا..... آزاد ہو گیا.....؟''

''بکواس بند کر.....'' میں زور سے گرجا تو وہ سہم کر ایک قدم اور پیچھے ہٹ گیا۔میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''ادھر آؤ میرے قریب.....''

''تو..... تو کیا کرے گا، پلٹ کر مجھے مارے گا؟'' دیوانے نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا.....''

''ٹھہر جا میں بتاتا ہوں تجھے.....'' میں نے حقارت سے کہا میں نے ایک قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ کسی پتھر کی ٹھوکر سے لڑکھڑا کر رہ گیا۔

''وہ مارا سالے کو.....'' پاگل نے مجھے لڑکھڑاتا دیکھ کر خوشی سے تالی بجاتے ہوئے کہا۔

''میں تیرا خون پی جاؤں گا.....'' میں نے پاگل کو گھورتے ہوئے غصے سے کہا۔ٹھہر جا تو بدبخت.....

''میں نے جیسے ہی قدم آگے بڑھایا اس کے ہاتھ میں پکڑی آڑی ترچھی لکڑی اتنی تیزی سے فضا میں تیرتی ہوئی آ کر میری کھوپڑی پر لگی کہ مجھے دن میں تارے نظر آ گئے..... مجھے اپنی کھوپڑی چٹختی ہوئی محسوس ہوئی..... میں سر پکڑ کر وہاں ہی زمین پر بیٹھ گیا..... آخری احساس جو میرے ذہن میں تھا وہ اس پاگل دیوانے کے الفاظ تھے۔

''آزاد ہوتے ہی احسان فراموش ہو گیا..... نابکار..... ناہنجار..... چل دفع ہو جا یہاں سے اور

کھا دنیا کی ٹھوکریں۔اس کے ساتھ ہی میرا ذہن مکمل تاریکی میں ڈوب گیا۔

جب دوبارہ میری آنکھیں کھلیں تو میں قبرستان میں ہونے کی بجائے کسی ٹرین میں محوِ سفر تھا۔اور ٹرین اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ اس ٹرین کی منزل کون سی ہے۔ میں نے ٹرین میں بیٹھے ہوئے مسافروں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ کچھ لوگ کھا پی رہے تھے۔ کچھ لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے اور کچھ لوگ کھڑکی سے باہر گزرنے والے خوبصورت مناظر دیکھنے میں محو تھے..... ٹرین پوری رفتار سے اپنی منزل کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں قبرستان سے ٹرین میں کیسے پہنچ گیا۔اور مجھے اس قبر سے کس نے نکالا..... کیا اس پاگل نے.....؟ کیا حقیقتاً وہ کوئی پاگل تھا یا کوئی مجذوب تھا.....؟ مجذوب کا خیال آتے ہی میں بری طرح سے چونک گیا۔

یقیناً وہ کوئی مجذوب تھا اور اسی نے مجھے قبر سے رہائی دلائی تھی۔اب مجھے افسوس ہونے لگا کہ میں نے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔اور مجھے اس ٹرین تک پہنچانے میں بھی مجذوب کا ہاتھ ہی ہوگا۔لیکن کیوں.....؟ اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ٹرین اسٹیشن پر رکی تھی تو میں اٹھ کھڑا ہوا اور گاڑی کے ڈبے سے باہر نکل آیا۔باہر نکل کر ایک زوردار انگڑائی لے کر سفر کی تھکان اتارنے کی کوشش کی پھر ادھر ادھر دیکھتا ہوا اسٹیشن سے باہر چلا آیا..... میں اجنبی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ ایک رکشہ میرے قریب آ کھڑا ہوا..... ڈرائیور نے کاروباری مسکراہٹ سے میری طرف دیکھا اور بولا۔

''کہاں جاؤ گے باؤ جی.....؟''

میں نے ایک لمحے کے لئے اسے دیکھا اور پھر رکشہ کے اندر بیٹھ گیا۔

''سنو، مجھے کالی مندر کے پاس والی بستی میں جانا ہے..... وہ..... کیا نام ہے اس کا.....؟''

''رام راجہ کی بستی تو نہیں یہ.....؟'' رکشہ ڈرائیور جلدی سے بولا۔

''ہاں..... ہاں..... وہیں چلو۔'' میں مطمئن ہو کر بیٹھ گیا اور باہر سڑک پر دیکھنے لگا۔

ان سب میں میری مرضی کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔یہ جملے تو میری زبان سے بے اختیار ادا ہو رہے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رکشے والے نے مجھے کوئی آدھ گھنٹے میں اس بستی میں پہنچا دیا میں بستی کے شروع ہی میں رکشہ سے اتر گیا۔ کرایہ ادا کر کے بستی کو غور سے دیکھتے ہوئے میں آہستہ روی سے چلنے لگا۔ یہ بستی کچھ پکے اور زیادہ تر کچے مکانوں پر مشتمل تھی۔ آتے جاتے لوگوں کو دیکھ کر مجھے یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ یہ غریب اور محنت کش لوگوں کی بستی ہے جہاں پر ہندو اور مسلمان دونوں ہی آباد تھے۔ تھوڑا سا آگے جا کر مجھے ایک گھٹیا سا چائے کا ہوٹل نظر آیا..... یہاں پر اونچی آواز میں فلمی گانے لگے ہوئے تھے۔ اس وقت دن کا پچھلا پہر تھا۔ ہوٹل پر کافی رش تھا۔ لکڑی کے بنچوں پر بیٹھے کچھ لوگ چائے پینے میں مصروف تھے کچھ آپس میں باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ ایک کونے میں چند غنڈے بیٹھے دیسی شراب سے دل بہلا رہے تھے۔ میں نپے تلے قدموں سے چلتا ہوا ایک خالی بنچ پر جا بیٹھا۔ میرے بیٹھتے ہی ایک نوعمر لڑکا تیزی سے میری طرف بڑھا۔ گندے سے کپڑے سے اس نے میرے آگے پڑی ہوئی لوہے کی میز کو صاف کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''چائے پیو گے بابو.....؟''

''ہاں گرما گرم کڑک چائے..... ساتھ میں کچھ بسکٹ بھی.....'' میں نے اردگرد بیٹھے لوگوں کو دیکھتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

''ابھی لایا..... ایک چائے..... جرا کڑک والی.....'' وہ وہیں سے چلایا اور دوسری ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

میں نے محسوس کیا کہ وہاں بیٹھے ہوئے اکثر لوگ مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ شاید میرا لباس اور حلیہ دیکھ کر یا شاید پھر مجھے اجنبی سمجھ کر..... کیونکہ ایسی چھوٹی چھوٹی بستیوں کے لوگ ایک دوسرے کو اچھی طرح سے جانتے ہیں اور کسی بھی نئے آنے والے کو فوراً پہچان لیتے ہیں۔

''یہ لو بابو چائے اور بسکٹ.....'' وہی لڑکا میرے سامنے چائے کا گلاس اور پلاسٹک کی گندی سی پلیٹ میں بسکٹ رکھ کر بولا۔

میں نے گرم گرم چائے کا گھونٹ لیا..... چائے اچھی بنی تھی۔ جس کی مجھے امید نہیں تھی میں بسکٹ کھاتا رہا اور چائے پیتا رہا۔ ساتھ ہی ساتھ وہاں بیٹھے لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ چائے ختم ہو گئی تو میں نے ایک اور چائے منگوائی اور پھر آہستہ آہستہ پیتا رہا۔ چائے ختم ہوئی تو میں کاؤنٹر کی طرف بڑھ

گیا۔ کاؤنٹر پر بھاری بھرکم جسم کا مالک وہ شخص چہرے مہرے سے کوئی اچھا آدمی نہ لگتا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر میں نے جیب سے پرس نکالا جو کہ اب تک میری جیب میں موجود تھا اور اس کو غور سے دیکھ کر بولا۔

''ہاں بھئی کتنے پیسے ہوئے تمہارے.....؟''

''بابو سے پندرہ روپے لو سیٹھ.....'' اس لڑکے نے دور سے آواز لگائی۔

میرے ہاتھوں میں نوٹوں سے بھرا پرس دیکھ کر سیٹھ کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہوئی۔ میں نے لاپرواہی سے پچاس کا نوٹ سیٹھ کے کاؤنٹر پر پھینک دیا۔''

سیٹھ نے ایک بار پھر میری طرف غور سے دیکھا اور پندرہ روپے کاٹ کر بقایا میری طرف بڑھا دیئے پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

''اجنبی لگتے ہو بابو.....؟ کہاں سے آئے ہو.....؟ یہاں کس سے ملنا ہے تمہیں.....''

''تم ٹھیک سمجھے ہو میں یہاں اجنبی ہوں..... بمبئی سے آیا ہوں۔ کسی سے ملنا ملانا نہیں ہے بس شہر شہر گھوم رہا ہوں سیر سپاٹے کا موڈ ہے۔ یہ جگہ اچھی لگی ہے مجھے۔ کچھ دن ٹھہر کر چلا جاؤں گا۔ کوئی جگہ ملے گی یہاں.....؟'' میرا انداز کافی اکھڑا اکھڑا سا تھا۔

''اتنی گندی جگہ تمہیں اچھی لگی.....؟'' وہ حیرت سے بولا۔ ''تمہارے پاس کافی رقم ہے کسی اچھے ہوٹل میں کیوں نہیں ٹھہرتے جا کر؟''

''میں نے کہا نا..... مجھے اچھی لگی ہے یہ جگہ..... تم بتاؤ یہاں کوئی جگہ مل سکتی ہے یا.....''

میری بات ادھوری ہی رہ گئی۔ کسی نے زوردار ٹھوکر کے ساتھ پڑی ہوئی میز کو الٹ دیا۔ پھر اس نے ایک جھٹکے سے میرے ہاتھ میں پکڑا ہوا نوٹوں سے بھرا پرس چھین لیا۔ میں نے آہستہ سے گردن گھما کر اپنے دائیں جانب دیکھا۔ آسمانی رنگ کی جین کی پینٹ شرٹ میں ملبوس ایک باڈی بلڈر ٹائپ آدمی پرس پکڑے کھڑا تھا۔ میرے کانوں میں اردگرد سے ابھرنے والی کئی آوازیں پڑیں۔

''جگو..... جگو دادا آ گیا..... نکلو یہاں سے..... اب ضرور دنگا ہوگا۔''

میں نے نظریں گھما کر دیکھا تو بہت سے چہروں پر خوف کے سائے منڈلاتے ہوئے نظر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آئے..... ''اس جگہ دادا کی یہاں کافی دہشت ہے۔'' میں نے اپنے دل میں سوچا۔

''بہت مال ہے تیرے پاس بھائیے.....'' اور بھی ہے یا بس یہ ہی تھا..... وہ پرس میں سے نوٹوں کو نکال کر مسکرا کر بولا۔

''تجھے ضرورت تھی تو مجھ سے مانگ لیتا..... خیرات کرنا تو میری عادت ہے.....'' میں نے لاپرواہی سے اسے دیکھ کر کہا۔

''اوئے کیا بکتا ہے..... میرا نام جگو ہے جگو..... میں مانگتا نہیں چھین لیتا ہوں.....'' وہ غصے سے کسی پاگل ہاتھی کی طرح چنگھاڑا۔ اس کو غصے میں دیکھ کر وہی پانچ سات نوجوان جو کہ کونے میں بیٹھے شراب پی رہے تھے اپنی جگہ سے بھاگتے ہوئے جگو کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے طنزیہ انداز میں ہنس کر اسے دیکھا..... اچانک جگو نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا..... اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ میری گردن تک پہنچتا وہ میری آہنی گرفت میں آ چکا تھا۔

''اوئے..... جگو کا ہاتھ روکتا ہے..... سالے..... تیری یہ جرات.....'' جگو غصے سے لال پیلا ہو کر بولا۔

''میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو..... پکڑ لو اس سالے کو..... جتنا بھی مال ہو سارا چھین لو۔''

میں نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا..... ایک لمحے کے لیے میری آنکھوں میں ناچتی ہوئی وحشت دیکھ کر جگو کے اوسان خطا ہو گئے..... میری آنکھوں میں پھیلی خون کی سرخی دیکھ کر وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

میں نے کہا تھا نا کہ دوبارہ بدتمیزی نہ کرنا..... ابھی کہا تھا..... اتنی جلدی بھول گئے۔ بدتمیز اور وہ بھی شیر و دادا کے ساتھ۔ لگتا ہے تم زندگی سے اکتا چکے ہو..... میرے دماغ میں کسی زخمی درندے کی غراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ مگر شاید جگو کے ساتھی نشے میں اسے محسوس نہ کر سکے۔ اسی لیے وہ ایک دم ہی مجھ پر ٹوٹ پڑے تھے۔

''مگر مجھ پر کہاں..... میں تو فضا میں قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف جا کھڑا ہوا تھا..... وہ سب آپس میں ہی ٹکرا ٹکرا کر رہ گئے تھے۔ پھر میں نے انہیں مزید موقعہ دینا بے وقوفی ہی سمجھا..... بجلی کی سی تیزی سے میرے ہاتھ پاؤں حرکت میں آ گئے اور چند ہی منٹ میں وہ سب زمین پر پڑے کراہ رہے

تھے۔ پھر جگو کی بھی شاید قسمت ہی خراب تھی۔ وہ خنجر لے کر مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ میں نے ایک جھکائی دے کر خنجر والے ہاتھ پر ایک زوردار ٹھوکر لگائی تو خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ تب میں نے جگو کو اپنے جوتوں کی ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ سارا ہوٹل اس کی چیخوں سے گونج رہا تھا۔ میرے پاؤں مشینی انداز میں حرکت کر رہے تھے۔ ہوٹل میں موجود تمام لوگ ایک طرف کھڑے ہو کر یہ ناقابل یقین منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں مچلتی حسرت دیکھ کر مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ جگو اس بستی کا ناقابل شکست آدمی تھا۔ جیسے میں نے محض پاؤں کی ٹھوکروں سے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

بھگوان کیلئے..... مجھے شما کر دو شیر و دادا..... مجھ سے بڑی بھول ہو گئی..... مجھے معافی دے دو.....'' اچانک جگو میرے پاؤں سے لپٹ کر بولا..... اس کا چہرہ خون سے لت پت تھا اور شاید جسم کی ایک آدھ ہڈی بھی ٹوٹ گئی تھی۔

میں نے آخری زوردار ٹھوکر لگا کر کہا۔ ''کتے کی دم تو نے اتنی دیر کیوں لگائی..... شیر و دادا کو پہچاننے میں..... حرامی''

''بس بھول ہو گئی مائی باپ.....'' وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے کان پکڑتے ہوئے بولا۔

''آئندہ یاد رکھنا..... شیر و دادا سے بدتمیزی کرنے والا زندہ نہیں رہتا۔'' میں نے گرج کر کہا۔

''بالکل یاد رکھوں گا میرے باپ.....'' برابر یاد رکھوں گا۔ وہ جلدی سے آ کر میرے قدموں سے لپٹ گیا۔

میں نے دیکھا کہ وہاں پر بہت سے لوگوں کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے..... اور بہت سے چہروں پر خوف کے سائے لہرا رہے تھے۔ میں نے اپنی سرخ سرخ آنکھیں گھما کر ایک نظر ان لوگوں پر ڈالی وہ مجھ سے نظریں چرا کر ادھر ادھر کھسکنے لگے.....''

''شیر و دادا۔ یہ آپ کا پرس.....''

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ہوٹل کا مالک زرد چہرہ اور کانپتے ہاتھوں سے میرا پرس تھامے ہوئے تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ بیچارہ خوف کے مارے تھوک نگلنے لگا۔

''لاؤ.....'' میں نے غرا کر کہا۔ اور میں نے تم سے پوچھا تھا یہاں رہنے کو کوئی جگہ مل سکتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے.....؟''

''شیر و دادا! یہ سارا ہوٹل آپ کے حوالے ہے..... جہاں مرضی رہیں۔ میرا گھر حاضر ہے۔ وہ سامنے.....'' وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

''مائی باپ.....'' اچانک جگو لڑکھڑا کر کھڑا ہو کر بولا۔ ''میرا ڈیرہ حاضر ہے..... مائی باپ..... آپ وہاں چلیں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی..... یہ نوکر آپ کا پورا پورا خیال رکھے گا..... وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

میں نے ایک لمحے کے لئے اس کی پیشکش پر غور کیا پھر فوراً ہی اسے قبول کر لیا۔

''ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے آج سے تم میرے دوست ہو نوکر نہیں..... سمجھا.....'' میں نے کھردرے انداز میں کہتے ہوئے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

''بڑی کرپا ہے مائی باپ جو مجھے اس قابل سمجھا آپ نے.....'' وہ چہرے سے خون صاف کر کے بولا۔

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی آنکھیں اسکے لہجے کی صداقت کی گواہی دے رہی تھیں۔

وہ جلدی سے آگے بڑھ کر اپنے ساتھیوں کی طرف منہ کر کے چلایا۔

''او کتے کے بچو! اٹھ جاؤ اب..... بہت ہو گیا آرام..... شیر و دادا کو سلام کرو..... میرا مائی باپ ہے یہ..... جلدی کرو۔'' وہ سب گرتے پڑتے چوٹوں کو سہلاتے ہوئے اٹھے اور باری باری مجھے سلام کر کے میرے گھٹنوں کو چھو کر اپنی تابعداری کا اعلان کرتے ہوئے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔

''آؤ مائی باپ..... ڈیرہ تمہارا انتظار کر رہا ہے.....'' جگو ہاتھ جوڑ کر آگے آگے چلتے ہوئے بولا۔

''میں باوقار انداز میں چلتا ہوا جگو کے پیچھے پیچھے ہوٹل سے نکل کر اس کے ڈیرے کی طرف چل پڑا۔

جگو کا ڈیرہ کافی وسیع تھا۔ تقریباً دو کنال کا ایک پلاٹ تھا۔ جس کے اردگرد چار دیواری کی ہوئی تھی۔ درمیان میں پانچ کمرے بنے ہوئے تھے۔ یہ کمرے پختہ تھے۔ ایک کونے میں دو بھینسیں بندی

ہوئی تھیں۔ ایک کونے میں ایک پرانی سی جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے سرسری نظروں سے ڈیرے کا جائزہ لیا..... اس کے بعد میں نے جگو کی طرف دیکھا وہ میری طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے اپنی طرف دیکھتا دیکھ کر وہ جلدی سے بولا۔

''مائی باپ یہ اپنا گریب خانہ ہے مگر تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔''

''یہ تم مجھے بار بار مائی باپ کیوں کہتے ہو.....؟'' میں نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

''اس لئے مائی باپ کہ جگو کو زندگی میں پہلی بار کسی نے شکست دی ہے..... اس لیے اب میں تم کو مائی باپ کہوں گا۔'' ''تم برا مت ماننا مائی باپ.....'' وہ بڑی انکساری سے بولا۔

''اچھا! اچھا جو تمہاری مرضی کہو.....'' میں نے ہنس کر کہا۔ فی الحال تو مجھے بھوک لگی ہے کھانے کا بندوبست کرو۔

''کیا کھاؤ گے مائی باپ، جو پسند ہو سب کچھ ملے گا۔''

''جگو میں مسلمان ہوں ہر حلال چیز کھاتا ہوں..... بس کوئی حرام شے مت کھلا دینا۔

میری بات سن کر ایک لمحے کے لئے جگو چونکا پھر نارمل ہو گیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

فکر کی کوئی ضرورت نہیں مائی باپ..... میں سمجھ گیا آپ کو دوبارہ بولنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آپ کمرے میں آرام کریں۔ میں تھوڑی دیر میں کھانا حاضر کرتا ہوں۔

میں سامنے والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دو آدمی میرے پیچھے پیچھے اندر داخل ہو گئے۔ کمرے میں پرانا قالین بچھا ہوا تھا۔ دو تین تکیے پڑے ہوئے تھے۔ میں جوتے اتار کر ایک تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ دونوں آدمیوں نے میری ایک ایک ٹانگ سنبھالی اور دبانے لگے۔ میں نے انہیں روکنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد جگو کمرے میں داخل ہوا اس کے ساتھ تین آدمی اور بھی تھے۔ سب نے کھانے پینے کی مختلف چیزیں جو کہ لفافوں میں تھیں اٹھا رکھی تھیں۔ ایک آدمی نے ایک کونے والی الماری سے ایک بڑا سا دسترخوان نکالا اور اسے بچھا کر اس پر کھانا سجا دیا۔ کھانے میں جگو نے بہت تکلف سے کام لیا تھا..... تلی ہوئی مچھلی، بھنا ہوا گوشت، بریانی، فرنی، کباب، روغنی نان، اور نہ جانے کیا کیا اٹھا لایا تھا۔ میں نے ہنس کر کہا۔

''اوئے جگو! تو نے کسی بارات کے کھانے کا انتظام کر ڈالا ہے..... اور ہاں پیسے دے کر لائے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو یا پھر.....؟''

''مائی باپ، میں نے تو پیسے دیے تھے مگر یقین کرو اس ہوٹل والے نے لیے ہی نہیں.....'' وہ بڑے معصوم انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولا.....اس کے اس انداز پر میں بے اختیار قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گیا تھا۔

''بہت بدمعاش ہو تم جگو! مگر ایک بات یاد رکھنا.....کسی غریب آدمی پر اپنی دادا گیری کا رعب کبھی نہ ڈالنا۔

''ایسا ہی ہوگا مائی باپ، جو تم کہو گے وہی ہوگا۔''

ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد گرم گرم چائے آئی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے اشارہ کیا اور جگو کے علاوہ سب لوگ کمرے سے باہر نکل گئے۔ میں نے تکیے سے ٹیک لگا کر ٹانگیں پھیلا لیں۔ جگو نے اپنے ہاتھ صاف کیے اور میرے پاؤں دبانے لگا۔ میرے منع کرنے کے باوجود بھی وہ باز نہیں آیا اور کہنے لگا۔

''مائی باپ، تمہیں مائی باپ کہہ دیا پھر تم اپنے مائی باپ ہی ہو۔ اس لیے اپن کو اپنے مائی باپ کی سیوا کرنے سے مت روکو''

میں اس کی اس مائی باپ کی گردان سے تنگ آ گیا اور جلدی سے بولا۔

''اچھا! اچھا بھائی جو مرضی کرو اس مائی باپ کی گاڑی کو ذرا بریک لگاؤ اور مجھے اپنی بستی کے متعلق بتاؤ۔''

جگو نے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور مجھے پیش کیا.....میرے انکار پر حیرت سے اس نے مجھے دیکھا۔ پھر خود ایک سگریٹ جلا کر لمبا سا کش کھینچ کر بولا۔

''مائی باپ! بستی میں ہندو، مسلمان، اور سکھ سب مل جل کر رہتے ہیں سب ایک دوسرے کی خوشی غمی میں رشتے داروں کی طرح شریک ہوتے ہیں۔ اس موقع پر نہ کوئی ہندو ہوتا ہے نہ کوئی مسلمان۔ بس ایک ہی برادری کے لوگ بن جاتے ہیں۔ ہندو عید کی خوشیوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔ اور مسلمان دیوالی ہندوؤں کے ساتھ مل کر مناتے ہیں۔ وہ مجھے بستی اور بستی والوں کے متعلق بتاتا رہا۔ اور میں دلچسپی سے سنتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر دکھ و کرب کے

سائے پھیلنے لگے۔ وہ بڑے دکھی لہجے میں بولا۔

''پر مائی باپ.....پچھلے چھ مہینوں سے اس بستی کی خوشیوں کو کسی راکشس کی نظر لگ گئی ہے..... ہر شخص کو اپنی معصوم بچیوں کی فکر پڑ گئی ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کہ یہ سب کون بے غیرت کر رہا ہے۔''

جگو کی اس بات پر میں چونک کر سیدھا ہو گیا پھر میرے پوچھنے پر جگو بتانے لگا کہ نہ جانے کون ہے جو کہ معصوم لڑکیوں کی عزتوں سے کھیل رہا اور پھر ان لڑکیوں کی صرف لاشیں ہی ملتی ہیں۔''

''تم فکر نہ کرو جگو! اور بستی والوں کو بھی تسلی دینا۔ اب میں آ گیا ہوں نا.....! ان کا یہ مسئلہ بہت جلد حل ہو جائے گا۔ اور ان کا مجرم ان کے قدموں میں ہوگا۔

جگو میری بات سن کر اچھل پڑا.....وہ بے قراری سے میرے ہاتھ تھام کر بولا.....''سچ مائی باپ.....'' کیا تم سچ کہہ رہے ہو.....؟'' تم واقعی اس درندے کو ڈھونڈ نکالو گے.....؟'' میں بستی والوں کو تسلی دے دوں نا مائی باپ.....؟''

''ہاں جگو!.....یہ میں کہہ رہا ہوں.....یاد رکھو.....تمہارا شیر دادا کبھی جھوٹ نہیں بولتا.....'' میں نے ایک عزم سے کہا۔

''تو پھر میں بستی والوں کو بتانے.....یہ خوشخبری میں انہیں ابھی سنا کر آتا ہوں۔''

''سنو جگو! اب مجھے آرام کرنا ہے.....اب تم سے صبح ملاقات ہوگی۔ تم جاؤ صبح ملیں گے.....'' میں نے ہاتھ اٹھا کر بات ختم کر دی۔

جگو اثبات میں سر ہلاتا کمرے سے باہر نکل گیا.....میں نے کمرے کی لائٹ آف کی اور تکیے کو سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کن کن حالات سے گزرتا جا رہا تھا.....کیا میں اسی طرح سے در بدر کی ٹھوکریں کھاتا رہوں گا۔

کیا میری کوئی منزل نہیں ہے.....؟ میں حالات کی گردش میں الجھتا جا رہا تھا.....میں کافی دیر تک ذہنی جمناسٹک کرتا رہا.....پھر نہ جانے کب نیند کی دیوی نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔

''آ جاؤ بیٹا.....آ بھی جاؤ.....''

ایک سسکتی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی اور میں ہڑبڑا کر اچھل پڑا۔

فرش سے کھڑے ہو کر میں نے کمرے میں حیرت سے نظر دوڑائی مگر کمرے میں میرے سوا کوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہ تھا۔ چند منٹ پہلے ہی تو میں سویا تھا..... میں اس وقت آواز کو اپنا وہم سمجھا اور دوبارہ فرش پر بچھی چادر پر لیٹ گیا۔

''آجاؤ بیٹا.....!.....وقت کم.....''

''ایک مرتبہ پھر وہ دردناک آواز میرے کان میں پڑی اور میں بری طرح چونک گیا۔

''کون ہے.....؟'' میں نے بے اختیار اونچی آواز میں کہا..... لیکن جواب میں مکمل خاموشی تھی۔ حیرت کے ساتھ ساتھ اب میں الجھن کا بھی شکار ہو چکا تھا۔

آخر یہ کون ہے جو مجھے بلانا چاہتا ہے۔ کیوں بلانا چاہتا ہے..... کہاں بلانا چاہتا ہے.....؟'' میں انہی سوالوں کا جواب تلاش کر رہا تھا۔ بے اختیار ہو کر میں ٹہلنے لگا..... میرا ذہن بری طرح سے منتشر ہو چکا تھا۔ مجھے اپنے کسی سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا..... اس بات کا تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہ آواز میرے کسی وہم کا نتیجہ ہرگز نہیں ہے تو پھر..... کون ہے یہ بلانے والا.....؟''

میں نے اپنے ذہن پر زور دیا..... آواز میرے لیے بالکل نا آشنا تھی..... لہجے کی لرزش سے معلوم ہوتا تھا یہ کسی بوڑھے شخص کی آواز ہے..... جو کسی شدید تکلیف میں مبتلا تھا..... لیکن یہ کون تھا۔

اس بات کا جواب نہ پا کر میرا ذہن بری طرح سے جھنجھلا گیا۔

'بیٹا..... آجاؤ..... وقت بہت کم ہے..... آجاؤ.....'' نہ جانے یہ کون شخص تھا اور مجھ سے کیا چاہتا تھا..... اس سے پہلے کہ میں مزید کچھ سوچتا عنبر و مشک کی تیز خوشبو کا جھونکا میرے اطراف میں پھیلتا چلا گیا۔ خوشبو کے پھیلتے ہی مجھے یوں لگا جیسے اچانک میرا وجود ہوا میں تحلیل ہوتا جا رہا تھا..... پھر میری آنکھوں نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا میں ایک کی جگہ دو ہو چکا تھا۔ میرا جسم فرش پر موجود تھا جبکہ میں اپنے جسم سے کچھ دور کھڑا خود اپنے جسم کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ اور پھر مجھے یوں لگا جیسے میرے پیر خود بخود زمین سے اوپر اٹھ رہے ہوں..... پھر میں فضا میں تیرتا ہوا بغیر کسی رکاوٹ کے مکان کی چھت سے باہر نکل گیا..... میں خود بخود فضا میں تیرتا ہوا ایک طرف جانے لگا کچھ دور پہنچنے کے بعد میں واپس زمین پر آ گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے ایک مزار تھا..... اسی عالم میں وہاں پر میں نے ایک ادھیڑ عمر شخص کو دیکھا..... جو زخموں سے چور چور تھا اب وہ آہستہ آہستہ مدہوشی میں مجھے پکار رہا تھا۔

میں تیزی سے اس کی طرف بڑھنے لگا..... ان تک پہنچنے سے پہلے ہی مجھے ان بزرگ کی سرگوشی سنائی دی۔

''تم اس حالت میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے واپس چلو.....'' میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی میرے پیروں نے خود بخود زمین چھوڑ دی اور دوبارہ میں اسی طرح پرواز کرتا ہوا وہاں ہی پہنچ گیا جہاں میرا جسم موجود تھا۔ پھر آہستہ آہستہ میرا وجود دوبارہ میرے جسم میں سما گیا۔ میں چونک کر اٹھ بیٹھا اور تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکل آیا اور تیزی سے چلتا ہوا مزار کی جانب روانہ ہو گیا..... یہ بھی اچھا ہوا کہ جگو کے تمام ساتھی سو رہے تھے..... میں چند منٹوں میں ہی مزار تک پہنچ گیا..... مزار کے آس پاس بالکل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ مزار کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر ہلکے پاور کا سبز بلب روشن تھا۔ میں نے اندر داخل ہوتے ہی دیکھا کہ وہ شخص جسے میں چند منٹ پہلے دیکھ چکا تھا اس جگہ پڑا تھا۔ زخموں سے کراہ رہا تھا۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس شخص کو سہارا دے کر اٹھایا اور اسے دیوار کے سہارے بٹھا دیا۔

دروازے کے پاس پڑے ہوئے مٹکے سے پانی لے کر چند چھینٹے اس کے چہرے پر مارے اور چند گھونٹ اس کے منہ میں بھی ڈال دیئے۔ چند لمحوں بعد ہی وہ شخص تھوڑا بہت ہوش میں آ گیا اس نے آنکھیں کھولیں اور مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ یوں جیسے وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو..... پھر اس کے چہرے پر رونق آ گئی۔ وہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا مگر بے اختیار ہی اس کی چیخ نکل گئی۔ اس نے اپنی کمر پر ہاتھ رکھ لیا۔ شدت تکلیف سے اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلنے لگے۔

میں نے آگے بڑھ کر اس کی قمیض پشت سے ہٹائی تو حیرت زدہ رہ گیا..... اس کی پوری کمر کو کسی نے جگہ جگہ سے جلایا ہوا تھا۔ اس کے زخموں میں پیپ پڑ چکی تھی۔ اس کے بازو، ہاتھ، پاؤں، چہرہ، غرضیکہ جسم کا ہر حصہ زخموں سے اٹا پڑا تھا ہاتھ اور پاؤں کے ناخن غائب تھے..... سر میں جگہ جگہ گومڑ سے ابھرے ہوئے تھے..... چہرے پر بھی چوٹوں کے نشان اور نیل پڑے ہوئے تھے۔ میں اس کی یہ حالت دیکھ کر کانپ اٹھا۔

''بابا تم کون ہو.....؟ کہاں سے آئے ہو.....؟ اور مجھے کیوں پکار رہے ہو.....؟'' میں نے ایک ہی سانس میں اس سے کئی سوال پوچھ ڈالے۔ بوڑھا اپنے آپ کو سنبھال رہا تھا..... اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اشارے سے پانی مانگا..... میں نے جلدی سے پانی کا گلاس اس کے منہ سے لگایا۔ اس نے پانی پی کر میری طرف بڑی حیرت سے دیکھا اور پھر کمزور آواز میں بولا۔

''تم بالکل وہی ہو..... جیسا کہ میں نے دیکھا تھا..... تم یقیناً میری مدد کرو گے..... تم ضرور نیلوفر کو بچاؤ گے.....! اس کافر مردود کو تم ہی جہنم رسید کرو گے..... تم..... ہی..... ایک بار پھر اس کا سانس اکھڑ گیا۔ میں نے فوراً پانی کا گلاس دوبارہ اس کے منہ سے لگا دیا۔ چند منٹ کے بعد ہی اس کی حالت سنبھل گئی۔ تو میں نے اس سے کہا۔ ''بابا یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا..... آپ حوصلہ رکھیں..... ہمت سے کام لیں اور کوشش کر کے مجھے تفصیل سے پوری بات بتائیں۔''

''یہ نیلوفر کون ہے؟ یہ کافر مردود کون ہے.....؟ کہاں ہے؟..... میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا..... لیکن پہلے مجھے اطمینان سے ساری بات بتائیں.....''

یہ سن کر بوڑھے نے دوبارہ دیوار سے ٹیک لگا لی اور پھر وہ سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

''بیٹا! میرا نام عبدالستار ہے..... میرے جاننے والے مجھے ستار بابا کہہ کر بلاتے ہیں میں یہاں سے بیس میل دور کرباٹھ نامی گاؤں کا رہنے والا ہوں..... میرا ایک بھانجا ہے سلیم خان وہ اسی شہر بنارس میں رسالے اور کتابیں بیچنے کا کام کرتا تھا۔ آج سے چھ ماہ پہلے میں اس سے ملنے بنارس آیا تھا۔ سلیم خان مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا..... اس نے مجھے بتایا کہ اگر میں اس کے پاس نہ آتا تو وہ دو روز تک ایک ضروری کام سے میرے پاس آنے والا تھا..... سلیم کے ماں باپ اس کی کمسنی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اور میں نے ہی اسے پال پوس کر بڑا کیا تھا۔ پھر ایک جاننے والے کے کہنے میں نے اسے بنارس شہر میں یہ دکان بھی بنا کر دی تھی۔ میرے پوچھنے پر سلیم خان نے مجھے ضروری کام کے متعلق بتایا جسے سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے اسے اس کام سے رہنے کی تلقین کی مگر کہتے ہیں عشق اندھا ہوتا ہے۔ اس پر کسی نصیحت کا اثر نہیں ہوتا..... وہ گونگا اور بہرا بھی ہوتا ہے۔ اونچ نیچ ذات پات کچھ بھی نہیں دیکھتا..... سو یہ ہی کچھ سلیم خان کے ساتھ بھی ہوا تھا..... اسی شہر بنارس میں واقع کالی ماتا کے سب سے بڑے مندر کی دیوداسی جس کا نام نیلوفر تھا..... سلیم خان کے عشق میں گرفتار ہو چکی تھی۔ آگ دونوں طرف برابر لگ چکی تھی۔ وہ اکثر سلیم خان کی دکان پر مذہبی کتابیں خریدنے آتی تھی۔ بس وہاں ہی ان دونوں کے دل مل گئے..... محبت اتنی آگے بڑھی کہ اس نے تمام رسم و رواج توڑ ڈالے۔ مذہب کے سارے بندھن بھی ٹوٹ گئے..... دیوداسی نے خاموشی سے اپنا مذہب چھوڑ دیا..... وہ سلیم کے ساتھ ایک دور دراز کے مولوی صاحب کے پاس گئی اور مسلمان ہو گئی۔ امام صاحب نے اس کا نام نیلوفر رکھ دیا۔ نیلوفر نے مصلحت کے تحت اپنا مسلمان ہونا چھپا رکھا..... دراصل سلیم خان اپنا کاروبار یہاں سے سمیٹ کر کسی دوسرے شہر میں سیٹ کرنا چاہتا تھا..... اسی لیے اس نے اتنی دیر تک نیلوفر کو دیوداسی بن کر ہی مندر میں رہنے کی ہدایت کی اور پھر وہ مجھ سے بات کرنا چاہتا تھا.....! میں نے اس کی ساری بات سن کر اسے بہت سمجھایا کہ یہ کام بہت خطرے والا ہے..... یہ ہندوؤں کا ملک ہے۔ دیوداسی اگر کسی عام گھرانے کی ہندو لڑکی ہوتی تو شاید اس قدر خطرے والی بات نہ ہوتی..... مگر وہ تو کالی ماتا کے سب سے بڑے مندر کی سب سے بڑی دیوداسی تھی اس کے مسلمان ہونے کی بات ہی قیامت آنے سے کم نہ تھی..... اور پھر ایک مسلمان سے شادی..... یہ تو پورے شہر کو آگ لگا دینے والی بات تھی..... میرے ہر طرح سمجھانے کے باوجود بھی سلیم خان ٹس سے مس نہ ہوا اور کہنے لگا۔

''ماموں، میں اب پیچھے نہیں ہٹ سکتا..... نیلوفر میری خاطر مسلمان ہو چکی ہے۔ میں اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ اسے بیچ منجدھار میں چھوڑ کر خود موت کے ڈر سے اس کا ساتھ چھوڑ دوں..... اب تو جئیں گے بھی اکٹھے اور اگر موت بھی آئی تو اسے اکٹھے ہی گلے لگائیں گے۔

یہ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ اب معاملہ ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ میں نے سلیم خان سے کہا کہ وہ مجھے نیلوفر سے ملوائے تاکہ میں اس سے مل کر اپنی تسلی کر سکوں پھر کوئی حل سوچوں گا۔ سلیم خان نے مجھے بتایا کہ نیلوفر ہر دوسرے چوتھے دن کسی نہ کسی بہانے اس کی دکان میں آتی ہے۔ دکان کے پچھلے حصے کو جسے سلیم خان رہائش کے لئے استعمال کرتا تھا وہ دونوں ملتے تھے۔ اب میں نیلوفر کا منتظر تھا۔

اتنی بات سنا کر ستار بابا رک گئے اور لمبے لمبے سانس لینے لگے۔ میں نے کہا ستار بابا تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ چلو میں تمہارا علاج بھی کراؤں گا اور جب تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو پھر اطمینان سے تمہاری ساری بات بھی سنوں گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ سن کر ستار بابا کے ہونٹوں پر ایک زخمی سی مسکراہٹ پھیل گئی..... وہ دردناک لہجے میں بولے۔

''بیٹا! میری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ بس تم مجھے تھوڑا تھوڑا پانی پلاتے رہو۔ اللہ مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں تمہیں ساری بات بتا سکوں۔ پھر موت بھی آ جائے تو غم نہیں..... میرا یہاں آنے کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

میں نے ستار بابا کو ایک بار پھر پانی پلایا اور اس کے کہنے پر اسے آرام سے زمین پر لٹا دیا۔ شاید اس میں اب بیٹھنے کی بھی ہمت نہ تھی۔ چند لمحوں بعد ستار بابا بولا۔

دو دن بعد نیلوفر سلیم سے ملنے آئی۔ میں پچھلے کمرے میں اندر لیٹا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر پہلے تو وہ گھبرائی مگر جب سلیم خان نے اس سے میرا تعارف کروایا تو اس کے چہرے پر خوشی سے رونق آ گئی۔ میں نے نیلوفر کو بھی سلیم کی طرح ظالم ہندو کے ظلم سے ڈرایا۔ زمانے کی اونچ نیچ سمجھائی اور اسے سمجھایا کہ تم دونوں جان بوجھ کر موت کے منہ میں جا رہے ہو اب بھی وقت ہے واپس لوٹ جاؤ..... مگر وہ تو سلیم خان سے بھی زیادہ دلیر نکلی اور مجھے غصے سے مخاطب کر کے بولی۔

''ماموں جان! کیا آپ مجھے مرتد ہونے کی تلقین کر رہے ہیں..... میں اب مسلمان ہو چکی ہوں۔ دوبارہ کافر ہونے سے بہتر ہے کہ میں موت کو گلے لگا لوں..... میں تو بڑی مجبوری سے اب وہاں پر دن کاٹ رہی ہوں۔ مجھے تو اب ان لوگوں سے گھن آتی ہے۔ اس لیے اب آئندہ آپ بھولے سے بھی مجھے یہ سبق پڑھانے کی کوشش مت کرنا۔''

جب میری تمام کوششیں ناکام ہو گئیں تو میں نے بھی ان کا پورا پورا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے سلیم خان کو کہا کہ وہ جتنی جلدی ہو سکے دکان اونے پونے بیچ ڈالے اور میرے ساتھ واپس گاؤں چلے..... ہمارا گاؤں ایک گمنام سا گاؤں ہے تم وہیں نیلوفر کے ساتھ رہنا۔ وہاں نیلوفر کو کوئی پہچان نہ پائے گا..... اور وہیں ہم مل جل کر کوئی چھوٹی موٹی دکان کر لیں گے۔ یہ سن کر دونوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ نیلوفر اگلے روز پھر آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔

لیکن وقت پلٹا کھا گیا تھا..... ساری بازی الٹ گئی..... نیلوفر کی بے احتیاطی کی وجہ سے مندر کے سب سے بڑے پجاری دھرم ناتھ کو نیلوفر پر شک ہو گیا..... اس نے اپنے ایک چیلے راج پال کو اس کی جاسوسی پر لگا دیا۔ راج پال نے اس روز چھپ کر ہماری باتیں سن لیں۔ اس نے جب یہ ساری باتیں واپس جا کر دھرم ناتھ کو بتائیں تو دھرم ناتھ غصے سے پاگل ہو گیا۔ وہ وحشی درندہ بن گیا۔

نیلوفر جب واپس مندر پہنچی تو بازی اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ اسے جاتے ہی زنجیروں میں جکڑ کر دھرم ناتھ کے سامنے پیش کیا گیا۔ پورا مندر اس کے اشاروں پر ناچتا تھا آج ان سب کے سامنے اس پر دھرم ناتھ اپنے ہاتھوں سے کوڑے برسا رہا تھا۔ سارا مندر نیلوفر کی چیخوں سے لرز اٹھا۔ دھرم ناتھ نے ساری رات اس پر ظلم کے پہاڑ توڑے مگر آفرین ہے نیلوفر کی ہمت و جرات پر اس نے دوبارہ ہندو مذہب قبول کرنے سے انکار کر دیا.....''

اگلے دن ہم نیلوفر کا انتظار ہی کرتے رہے۔ مگر وہ بے چاری کہاں سے آتی۔ ہم دونوں سمجھے کہ وہ کسی ضروری کام کی وجہ سے نہ آ سکی۔ کل آ جائے گی۔ رات کو ہم دونوں ماموں بھانجے سونے کے لیے لیٹ گئے۔ ابھی آنکھ لگے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ چند نقاب پوشوں نے حملہ کر کے ہم دونوں کو بے ہوش کر دیا۔

ہوش آیا تو ہم دونوں اسی تہہ خانے میں زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے جہاں نیلوفر قید تھی۔ ہمارے سامنے دھرم ناتھ، راج پال اور اس کے چند دوسرے چیلے ظلم و قہر کی تصویر بنے کھڑے تھے۔ ہم تینوں پر وہ ظلم کیے گئے کہ زمین و آسمان کانپ اٹھے۔ مجھ پر ڈھائے گئے مظالم تو تمہارے سامنے ہیں۔ وہ ہمیں ایکدم نہیں مارنا چاہتے تھے کیونکہ پھر تو ہماری سزا ختم ہو جانی تھی وہ ہمیں سسکا سسکا کر مارنا چاہتے تھے..... میرے ہاتھ پاؤں کے ناخن زنبور سے کھینچ لیے گئے..... گرم لوہے سے میرے سارے جسم کو داغ دیا گیا..... میں تو بوڑھا تھا بار بار بے ہوش ہو جاتا تھا..... مجھ سے زیادہ ظلم سلیم خان اور نیلوفر پر توڑے تھے..... مگر آفرین ہے دونوں پر وہ کسی چٹان کی طرح ان کے سامنے ڈٹے ہوئے تھے۔ آخر تنگ آ کر ایک روز دھرم ناتھ نے کسی خارش زدہ کتے کی طرح بھونک کر کہا۔

''اس بوڑھے کو آج رات اتنا مارو کہ یہ مر جائے پھر اس کی لاش اٹھا کر جنگل میں پھینک دینا۔ خود ہی درندوں کی خوراک بن جائے گا۔ اور اس مورکھ سلیم خان کو ہم آنے والے سال کے پہلے دن کالی ماتا کی بھینٹ چڑھائیں گے۔ اور اس روز جشن خاص میں اس پاپن نیلوفر کی عزت کو تار تار بھی کیا جائے گا..... اس مندر کا ہر پجاری اس روز اس کے جسم سے کھیلے گا اور پھر یہ جب تک زندہ رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گی..... اس مندر کی سیوا کرنے والوں کی رکھیل بن کر رہے گی۔ یہ مسلمان ہوئی ہے کوئی بات نہیں..... ہم اس کے ساتھ وہ سلوک کریں گے کہ آئندہ کسی دھنتی کو نیلوفر بننے کا خیال بھی نہ آ سکے گا۔

اس روز مجھ پر ظلم کی انتہا ہوگئی..... میں زخموں سے چور چور ہو کر گر گیا تو مجھے مردہ سمجھ کر دریا پار کے جنگل میں پھینک آئے۔ اس رات خوب بارش ہوئی..... میں ساری رات کھلے آسمان تلے اس بارش میں بھیگتا رہا بارش کا پانی میرے لیے زندگی کا بہانہ بن گیا۔ مجھے اگلے دن صبح تک پوری طرح ہوش آ گیا..... کسی نہ کسی طرح اپنے زخمی جسم کو گھسیٹ گھسیٹ کر وہاں سے دور نکل آیا۔ میں وہیں درختوں سے گرے ہوئے پھل کھاتا..... پھل نہ ملتے تو درختوں کے پتے ہی چبانے لگتا۔ رات کے وقت گرتا پڑتا سفر کرتا اور دن کو کہیں نہ کہیں چھپا رہتا۔ خدا نے میری حفاظت کی اور اس تمام عرصے میں میرا سامنا کسی بھی جنگلی درندے سے نہ ہوا۔

ایک رات میں زخموں سے تڑپ تڑپ کر نیم بے ہوش سا ہو گیا اس نیم بے ہوشی میں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو مجھے تمہارا چہرہ دکھا کر کہہ رہے تھے..... ''انشاء اللہ! ہمارا یہ بیٹا تمہاری مدد کرے گا۔ یہ تمہارا انتقام لے گا..... تم ہمارے مزار پر آ جاؤ..... سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' پھر ان بزرگ نے میری رہنمائی کرتے ہوئے مجھے اس نیم بے ہوشی کی حالت میں وہ رستہ بتایا جس پر چل کر میں ان کے مزار تک پہنچ سکتا تھا۔ کچھ دیر بعد دن کی سفیدی نمودار ہوئی تو مجھے بھی پوری طرح ہوش آ گیا۔ مجھے وہ سب باتیں بڑی اچھی طرح سے یاد تھیں۔ میں نے رو رو کر خدا سے دعا مانگی کہ وہ مجھے مرنے سے پہلے اس جگہ پر پہنچا دے جہاں مجھے ان بزرگ نے پہنچنے کو کہا تھا اور پھر خدا نے بھی میری فریاد سن لی..... میں تقریباً دس روز تک اسی جنگل میں چلتا رہا..... چلتا کیا رہا خود کو گھسٹتا رہا..... بزرگ کے بتائے ہوئے راستے کو میں نے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا..... بس انہی نشانیوں کو دیکھ کر میں کل رات یہاں پہنچ گیا..... یہاں آتے آتے میرے زخم بری طرح بگڑ چکے تھے۔ مگر میں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ میں اپنی منزل پر پہنچ چکا تھا۔

میں کل صبح سے تمہیں ہی پکار رہا تھا..... خدا سے دعا کرتا تھا ان بزرگوں سے فریاد کر رہا تھا کہ اب کسی طرح میری پکار تم تک پہنچ جائے..... شکر ہے کہ تم نے میری پکار سن لی۔

یہ کہہ کر ستار بابا نے پانی کی طرف اشارہ کیا..... ان کی حالت اب خطرناک حد تک خراب ہو چکی

تھی..... میں بڑے دکھ سے انہیں دیکھ رہا تھا..... وہ پانی پی کر جلدی جلدی مجھے باقی داستان سنانے لگا۔ شاید اسے یہ احساس ہو گیا تھا کہ اب اس کے سانس بہت کم رہ گئے ہیں..... وہ بولا۔

''بیٹا! راج پال اس کا گرو دھرم ناتھ کالے علم کے بہت بڑے ماہر ہیں..... پورے بنارس میں ان کی دھوم ہے۔ پورا شہر ان کے اس خوفناک علم کی وجہ سے ان سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی جرات نہیں کرتا..... لیکن تم مسلمان ہو..... اور اس مزار میں آرام فرمانے والے بزرگ نے تمہیں اپنا بیٹا کہا تھا..... اس سے مجھے پورا یقین ہے کہ تم اس کافر مردود کو ضرور اس کے انجام تک پہنچا دو گے..... اور..... میرے بیٹے سلیم خان کو کالی ماتا کی بھینٹ چڑھانے سے بچا لو گے..... نیلوفر کی عزت تار تار ہونے سے بھی بچا لو گے..... ایک مسلمان بیٹی کی آبرو بچا لو میرے بچے..... ایک بے کس اور مظلوم مسلمان کو ایک ظالم دیوی کی بھینٹ چڑھنے سے بچا لو..... اگر سلیم خان کالی کی بھینٹ چڑھ گیا تو دھرم ناتھ کی بدی کی قوتوں میں اور طاقت آ جائے گی..... وہ پھر اور بھی زیادہ ظلم کرے گا..... ہم جیسے بے کسوں اور مظلوموں پر..... انہیں بچاؤ میرے بیٹے..... مجھ سے وعدہ کرو کہ تم یہ کام ضرور کرو گے..... وعدہ کرو..... وعدہ..... کرو..... وعدہ..... کر..... و

ستار بابا کے سانس اکھڑ چکے تھے..... اس کا آخری وقت آن پہنچا تھا..... میں نے ان کے آخری وقت کو پرسکون اور آسان بنانا چاہا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے ایک عزم سے بولا۔

''ستار بابا..... میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ سلیم خان کو کالی کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گا..... نیلوفر کی عزت کو کوئی کافر چھو بھی نہیں سکے گا..... یہ میرا وعدہ ہے تم سے..... شہریار احمد کا وعدہ ہے.....''

ستار بابا نے آخری مرتبہ میری طرف دیکھا..... اس کے چہرے پر ایک عجیب سی طمانیت آ گئی تھی..... آنکھوں میں خوشی کے سائے لہرانے لگے تھے..... اس نے میرا ہاتھ آہستہ سے دبایا..... زبان کھولی مگر اس کے منہ سے سوائے ''اللہ'' کے اور کچھ نہ نکل سکا..... اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

میں تڑپ کر کھڑا ہو گیا..... میرے جسم میں انگارے سے بھر گئے..... بجلیاں سی تڑپنے لگیں.....

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غیض وغضب سے میرا سارا جسم کانپ اٹھا..... میں نے اپنی تمام قوتوں کو جمع کیا اور فضا میں بجلی کی طرح کڑکتی ہوئی دھاڑ گونجی.....''

☆☆☆

دھرم ناتھ..... میں آ رہا ہوں۔ تمہاری موت بن کر۔'' پھر میں نے آگے بڑھ کر ستار بابا کی کھلی آنکھوں کو آہستہ سے بند کیا۔ باہر ایک نئی صبح ہونے والی تھی۔ کچھ دیر بعد مزار کے پچھلے حصے میں بنے قبرستان کا گورکن بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں نے اسے مسجد سے چند آدمی بلانے کو کہا تا کہ ستار بابا کے کفن دفن کا انتظام ہو سکے۔ وہ جلدی سے مسجد کی طرف چلا گیا۔ میں مزار کے دروازے پر کھڑا ہو کر دور خلاؤں میں کچھ ڈھونڈنے لگا۔ شاید دھرم ناتھ کو۔ دھرم ناتھ تو نہ مل سکا البتہ میں نے دیکھا دور سے چند ہیولے میری طرف چلے آ رہے ہیں۔ جب وہ میرے قریب پہنچے تو میں پہچان گیا کہ وہ جگو اور اس کے ساتھی تھے جو کہ بڑی تیزی سے میری طرف چلے آ رہے تھے۔ ہم لوگ ستار بابا کو سپرد خاک کر کے نڈھال قدموں سے واپس جگو کے ڈیرے پر لوٹ آئے۔

میرے چہرے پر چھائی ہوئی سنجیدگی کو دیکھ کر جگو کو مجھ سے ستار بابا کے متعلق کوئی سوال کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور میں خود بھی ان لوگوں سے سر درد کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔

میں اب تک یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ ستار بابا کو مجھ تک پہنچانے والے بزرگ کون تھے.....؟ اور انہوں نے مجھے اپنا بیٹا کیوں کہا تھا.....؟

''کیوں.....؟'' آخر کیوں.....'' میں ایک بار پھر اپنا ماضی جاننے کے لیے بے چین ہو گیا۔ آخر کب تک میں اسی طرح سے در بدر کی ٹھوکریں کھاتا رہوں گا.....؟ کب تک ان حالات کی گردش میں الجھتا رہوں گا.....؟ کوئی تو ایسا ہو جو کہ مجھے میرے ماضی کے بارے میں بتائے؟ ''کون.....؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آخر کون.....؟ میں یہ ہی سب باتیں سوچتا ہوا نہ جانے کب نیند کی آغوش میں پہنچ گیا..... مجھے نہیں معلوم کے میں کتنی دیر کے خواب خرگوش کے مزے لوٹتا رہا.....

اچانک ہی مجھے مشک وعنبر کی تیز خوشبو کا جھونکا میرے اطراف میں پھیلتا ہوا محسوس ہوا..... میں نے بے اختیار آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی..... لیکن..... میں اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا..... میری بند آنکھوں کے سامنے دھندلے دھندلے سے خاکے ابھرنے لگے..... جو کہ آہستہ آہستہ واضح ہوتے جا رہے تھے..... پھر جو منظر میں نے اپنی بند آنکھوں کے پیچھے دیکھا اس نے میرے خون کی گردش کو بہت تیز کر دیا.....!

یہ شاید کسی بڑے مندر کا تہہ خانہ تھا..... دروازے کے عین سامنے چارپائی پر ایک چاند سے چہرے والی سترہ اٹھارہ برس کی ایک خوبصورت لڑکی کسی خوفزدہ پنچھی کی طرح بیٹھی تھی..... روتے روتے اس کی آنکھیں سوجھ چکی تھیں..... چہرے کا رنگ پیلا پڑا ہوا تھا.....

تہہ خانے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دو سادھو قسم کے پنڈت اندر داخل ہوئے..... خباثت ان دونوں کے چہروں پر عیاں تھی.....''

''کیسی ہو ثریا جانی.....؟'' ان میں سے ایک شیطانی انداز میں بولا۔

''دھرم ناتھ..... تم.....'' ثریا کی آنکھیں پھٹ جانے تک پھیل گئیں۔

''دھرم ناتھ کا نام سنتے ہی میرے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگی تھیں..... میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ میں اٹھ کر اس کی گردن دبوچ لوں..... میں مجبور تھا..... بے بس تھا.....''

''ہاں..... میں..... میں نے کہا تھا نہ کہ..... تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو..... اب تم صرف میری ہو یاد ہے نا.....؟''

''دیکھو! خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو..... میں شریف مسلمان کی لڑکی ہوں..... میرا باپ گھر میں بیمار پڑا ہے۔ ماں بیچاری اندھی ہے۔ وہ میری گمشدگی پر مارے غم کے مر جائیں گے..... میرے علاوہ کوئی نہیں ان کا اس دنیا میں۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو.....''

''چھوڑ دیں گے..... چھوڑ دیں گے..... ہمارے گرو دیو بڑے دیالو ہیں..... بس تم انہیں راضی کر دو۔ پھر میں تمہیں خود تمہارے گھر چھوڑ آؤں گا..... دھرم ناتھ کے ساتھ آئے ہوئے دوسرے

پجاری نے مکاری سے کہا۔

''راج وقت ضائع نہ کرو..... تم اب جاؤ..... یہ خود ہی مان جائے گی'' دھرم ناتھ بے تابی سے بولا۔

''جو حکم مہاراج.....'' راج ہاتھ جوڑ کر جلدی سے باہر نکل گیا اور دروازہ دھرم ناتھ نے اندر سے بند کر دیا۔

''خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو..... تمہیں تمہارے بھگوان کی قسم..... مجھے جانے دو..... ثریا دھرم ناتھ کو آگے بڑھتا دیکھ کر خوف سے بولی۔''

''رحم بھی کروں گا اور جانے بھی دوں گا..... مگر پہلے میرے دل کی اچھا تو پوری کرو میری رانی.....'' دھرم ناتھ اسے اپنے بازوؤں کے مضبوط حلقے میں لیتا ہوا بولا۔

''نہیں..... نہیں..... میں جان دے دوں گی..... مگر تمہاری یہ شیطانی خواہش کبھی پوری نہیں ہونے دوں گی..... ثریا نے پوری طاقت سے دھرم ناتھ کو پرے دھکا دیتے ہوئے کہا۔

دھرم ناتھ کی گرفت تھوڑی ڈھیلی ہوئی تو ثریا کسی چکنی مچھلی کی طرح تڑپ کر اس کی گرفت سے بھاگ نکلی وہ کمرے میں پڑی میز کی طرف بڑھی جس پر چند سیب پڑے تھے اور قریب ہی ایک پھل کاٹنے والی چھری بھی۔ اس نے بجلی کی تیزی سے وہ چھری پکڑی اور چیخ کر دھرم ناتھ سے بولی جو دوبارہ اس کو پکڑنے کے لیے اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔

''میرے قریب مت آنا شیطان کی اولاد..... ورنہ''

''ورنہ کیا کرو گی؟ مجھے قتل کرو گی.....؟ اس چھری سے..... ہاہاہا..... وہ کسی درندے کی طرح قہقہہ لگا کر بولا۔

''نہیں.....'' میں اپنی جان دے دوں گی'' ثریا رو کر بولی۔

اس نے چھری اپنی شہ رگ پر رکھ لی تھی۔ یہ دیکھ کر دھرم ناتھ وہاں پر ہی رک گیا۔ اس کی آنکھوں سے بے پناہ غصہ چھلک رہا تھا۔ وہ ایک مرتبہ پھر چند قدم آگے بڑھا۔

''رک جاؤ..... میں کہتی ہوں آگے نہ بڑھنا ورنہ.....'' ثریا نے چھری کا دباؤ اپنی شہ رگ پر بڑھا دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دھرم ناتھ رک گیا..... اس نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے زور سے ثریا پر پھونک ماری اور اپنا ایک ہاتھ فضا میں بلند کر کے کسی زخمی درندے کی طرح غرایا۔

''ثریا چھری میز پر رکھ دو.....'' ثریا نے میز پر یوں چھری رکھ دی جیسے دھرم ناتھ کی غلام ہو اس کے چہرے پر اب کسی بھی قسم کا کوئی تاثر نہ تھا اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

''اپنے کپڑے اتار دو.....'' دھرم ناتھ نے اس کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

ثریا کسی معمول کی طرح اس کے حکم کی تعمیل کر رہی تھی..... یوں لگتا تھا جیسے کہ اس کی اپنی کوئی مرضی نہ ہو..... وہ ہر حکم کسی روبوٹ کی طرح مان رہی تھی۔

''چارپائی پر لیٹ جاؤ.....'' دھرم ناتھ نے اگلا حکم دیا۔

ثریا نے حکم کی تعمیل کی تھی اور پھر دھرم ناتھ کے اگلے تمام حکم کی تعمیل ہوتی گئی..... ظالم درندے نے ایک معصوم کی عزت تار تار کر دی تھی..... ایک مسلمان بیٹی ایک کافر کے ہاتھوں لٹ گئی..... مگر وہ بے بس تھی..... ایک ظالم کے سحر نے اسے بے بس کر دیا تھا..... وہ ایک بے غیرت کی معمول بن گئی تھی..... نہ آسمان اس کی بے بسی پر رویا اور نہ ہی زمین لرزی کچھ بھی نہ ہوا بس وہ لٹ گئی.....

دھرم ناتھ تھکے تھکے انداز میں اٹھا اس نے کپڑے پہنے اور چارپائی پر لیٹی ایک بے حس لاش کی طرح پڑی ہوئی ثریا کی جانب دیکھا پھر بڑے پراسرار انداز میں بولا۔

''اٹھو ثریا کپڑے پہنو اور سیدھی مندر کے پاس بہنے والے دریا کے پل پر چلی جاؤ..... پل پر پہنچ کر دریا میں کود جاؤ۔ یہ میرا حکم ہے۔ اس کی تعمیل کرو.....''

ثریا نے اٹھ کر کپڑے پہنے..... اس کا جسم دھرم ناتھ نے جگہ جگہ سے بھنبھوڑ ڈالا تھا۔ کسی کتے کی طرح اس کے جسم کو کاٹ کھایا تھا جہاں سے خون بھی رس رہا تھا..... مگر وہ ہر تکلیف سے بے نیاز تھی۔ اس نے کپڑے پہن کر دروازہ کھولا اور خاموشی سے باہر نکل گئی..... وہ لڑکھڑاتے ہوئے چل رہی تھی..... اسے چلنے میں بہت تکلیف ہو رہی تھی..... مگر اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا..... اس پر کسی تکلیف کے آثار نہ تھے۔

''ہاہاہا..... ہاہاہا..... دھرم ناتھ نے ایک زوردار شیطانی قہقہہ لگایا اور پھر لگاتا ہی چلا گیا اور

جھومتا ہوا تہہ خانے سے باہر نکل گیا..... وہ سیدھا اپنے کمرے میں پہنچ گیا..... جہاں راج اس کا چیلا اس کا بے چینی سے منتظر تھا..... اس کے آگے دیسی شراب کی بوتل پڑی تھی..... قریب ہی دو گلاس پڑے تھے..... راج دھرم ناتھ کو دیکھ کر جلدی سے بولا۔

''گرو دیو آ گئے آپ.....؟ کام ہو گیا.....؟ ثریا کہاں ہے؟''

''اے راج..... ایک ہی سانس میں سارے سوال پوچھ لو گے.....؟ دم تو لینے دو..... یہ دارو تو پلاؤ پہلے'' دھرم ناتھ مکروہ انداز میں بولا۔

اور پھر وہ اسے مزے مزے سے ساری کہانی سنانے لگا اور ساتھ ہی ساتھ شراب بھی حلق سے نیچے اتارتا رہا۔

ادھر ثریا مندر سے نکلی اور دھرم ناتھ کے حکم کے تحت لڑکھڑاتی ہوئی گرتی پڑتی دریا کی طرف چل پڑی اس سے چلا نہیں جا رہا تھا..... مگر وہ چل رہی تھی..... پل آ گیا وہ چلتی ہوئی پل کے درمیان پہنچ گئی..... ادھر ادھر دیکھے بغیر جنگلے پر پاؤں رکھا اور دھڑام سے دریا میں کود گئی..... چھپاک کی زوردار آواز آئی چند لمحوں کے لیے دریا میں دائرے بنے اور دو تین مرتبہ ابھر کر پانی کی سطح پر آئی..... مگر اس نے بچنے کے لیے بالکل ہاتھ پاؤں نہ مارے اور نہ ہی اپنے بچاؤ کے لئے کسی کو مدد کے لئے پکارا اور خاموشی سے گہرے پانی کی تہہ میں اترتی چلی گئی..... دریا کی سطح پر بہت سے بلبلے بنے اور ختم ہو گئے..... اب دریا کی سطح پر سکون تھی..... یوں جیسے کسی درندے نے پیٹ بھرنے کے بعد آنکھیں موند لی ہوں۔

اس سارے منظر کو دیکھ کر میرے ذہن میں جھماکے ہو رہے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اگلے چند لمحات میں میرا دماغ کسی آتش فشاں کی طرح سے پھٹ جائے گا..... پھر اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی۔

کچھ دیر تک میری سمجھ میں کچھ نہ آیا..... پھر سارا گزرا ہوا منظر کسی فلم کی طرح سے میرے ذہن کی اسکرین پر چلنے لگا۔ تو کیا جو کچھ میں نے اب تک دیکھا وہ کوئی خواب تھا..... یا حقیقت..... میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں کہاں جاؤں.....؟ کس سے پوچھوں..... ان سب باتوں کو خواب کی صورت میں مجھے کیوں دکھایا گیا کیا وہ بزرگ خود ثریا کی مدد نہیں کر سکتے تھے.....؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں جتنا سوچتا جارہا تھا اتنا ہی میرا ذہن الجھتا جارہا تھا۔

جب ساری حقیقت میرے سامنے آئی تو میرا خون کھولنے لگا..... اس پورے شہر میں اب تک جتنی بھی لڑکیاں گم ہوئی تھیں..... اور بعد میں لاشوں کی صورت میں ملی تھیں وہ سب کی سب دھرم ناتھ کی درندگی کا شکار ہوئی تھیں۔ دھرم ناتھ تو ایک ایسا درندہ تھا جو اپنی ہوس کی پیاس بجھانے کے لیے ہندو اور مسلمان کی تخصیص بھی نہیں کرتا تھا..... جو بھی لڑکی اس کے ہاتھ لگ جاتی وہ اس کی ہوس کی بھینٹ چڑھ جاتی تھی..... انہی سوچوں میں نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ مجھے اس وقت پتہ چلا جب جگو میرے کمرے میں داخل ہوا۔

''سنو جگو! آج سے ہر رات اپنے آدمیوں کو بستی کے چاروں طرف پھیلا دو..... انہیں پوری طرح سے چوکس رہنا ہوگا..... اگر کوئی مشکوک آدمی بستی کے اندر داخل ہوئے تو اسے اندر آنے دیں اور فوری طور پر اس کی اطلاع مجھے دیں..... لیکن اگر کوئی مشکوک آدمی بستی سے باہر جانے کی کوشش کرے تو اس کو ہر قیمت پر روک کر میرے پاس لے آئیں۔ سمجھ گئے نا.....؟

''بالکل سمجھ گیا مائی باپ.....!'' کیا پھر بستی پر کوئی مصیبت آنے والی ہے.....؟'' جگو فکرمند ہو کر بولا۔

''دشمن سے ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے جگو، ویسے تم مجھے ایک بات بتاؤ.....''

''حکم مائی باپ!''

''اگر تمہیں پتہ چلے کہ تم لوگوں کا مجرم..... کوئی ہندو ہے..... اور وہ بھی ایسا جو کہ تم لوگوں کی نظروں میں بڑا مہان ہو..... تو کیا پھر بھی تم اسے پکڑنے میں میری مدد کرو گے؟''

جگو ایک دم چونک پڑا..... اس کی آنکھوں میں حیرت سی امڈ آئی تھی..... وہ عجیب سے انداز میں ہنسا۔

''مائی باپ! کیا آپ مجرم کو پہچان چکے ہیں.....''

''یہ میری بات کا جواب نہیں ہے جگو۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''اس بستی کا مجرم چاہے ہندو ہو یا مسلمان..... اس سے مجھے کوئی غرض نہیں..... مائی باپ اس نے میری ہندو بہنوں کو بھی لوٹا ہے اور مسلمانوں کو بھی اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کون ہے؟

میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ وہ ہم سب کا مجرم ہے۔ ظالم ہے اور ظالم کو اسکے ظلم کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔''

''شاباش! جگو مجھے تم سے یہی امید تھی..... اب تمہارا مجرم بہت جلد پکڑا جائے گا۔

''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا مائی باپ''

''ہاں جگو میں مجرم کو پہچان چکا ہوں..... لیکن ابھی بتاؤں گا نہیں وقت آنے پر تمہیں پتہ چل جائے گا۔''

''ٹھیک ہے مائی باپ جو تم مناسب سمجھو۔'' جگو ہاتھ جوڑ کر بولا۔ اب ناشتے کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''ناشتہ ضرور کروں گا..... مگر ذرا جلدی انتظام کرو.....'' جگو فوراً کمرے سے باہر نکل گیا۔

شام کے سائے پھیلتے ہی جگو کے حکم پر اس کے سارے آدمی بستی کے چاروں طرف پھیل گئے تھے..... میں اور جگو کمرے میں بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے..... باتیں کرتے ہوئے کافی دیر گزر گئی..... اس وقت تقریباً نو بجے کا وقت تھا..... اچانک جگو کا ایک ساتھی گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا..... اس نے آتے ہی کہا۔

''جگو استاد، انسپکٹر ونود اور تھانے کا نیا ایس ایچ او بستی میں آئے ہیں۔ اور ان کا رخ ہمارے ڈیرے کی طرف ہے۔''

جگو یہ اطلاع سن کر پریشان ہوگیا۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''گھبراؤ نہیں جگو..... ہم مجرم تو نہیں..... اس لیے ہمیں پولیس سے خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں آؤ ہم خود باہر چل کر ان لوگوں سے ملتے ہیں۔

یہ کہہ کر میں اور جگو دونوں کمرے سے نکل کر میدان میں آ گئے۔ اتنے میں ڈیرے کے دروازے سے انسپکٹر اور ایس ایچ او داخل ہوئے۔ ان کی جیپ ڈیرے سے باہر کچھ فاصلے پر کھڑی تھی..... پولیس کو ڈیرے میں داخل ہوتا دیکھ کر باہر کافی لوگ جمع ہو گئے تھے..... وہ دونوں ہمیں اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہیں رک گئے انسپکٹر نے جگو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایس ایچ او کو بتایا۔

''سر یہ جگو ہے.....''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''سلام صاحب.....'' جگو نے ہاتھ جوڑ کر ان دونوں کو سلام کیا۔

ایس ایچ او نے سر ہلا کر اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے میری طرف اشارہ کیا۔ ''یہ کون ہے۔''

''میرا نام شہریار احمد ہے۔ ویسے لوگ مجھے شیرو کہتے ہیں.....'' میں نے ایس ایچ او کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

''شیرو..... یا شیر و دادا.....'' ایس ایچ او نے طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے میرا ہاتھ تھام کر دبانے کی کوشش کی۔ مگر یہ میرا ہاتھ تھا..... شہریار احمد کا ہاتھ..... مجھ پر اس کی مضبوط گرفت بے اثر ہی رہی۔

''یہ تو لوگوں کی محبت ہے آفیسر..... اب میں ان کی محبت کو کیسے ٹھکرا سکتا ہوں.....'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تمہیں پہلے یہاں دیکھا نہیں میں نے..... کہاں سے آئے ہو تم..... اس بستی کے رہنے والے تو نہیں ہو'' ونود نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ ٹھیک سمجھے آفیسر! میں بمبئی سے آیا ہوں۔''

اچانک میں نے دونوں آفیسروں کی پشت پر کچھ فاصلے پر اندھیرے میں جگنو چمکتے دیکھے پھر ڈز ڈز کی زوردار آواز نے مجھے حرکت میں آنے پر مجبور کر دیا..... میں بجلی کی تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا اور دونوں آفیسروں کو لیتا ہوا زمین پر گرتا چلا گیا..... زمین پر گر کر میں نے ان دونوں سمیت زمین پر ایک دو قلابازیاں لگائیں اور پھر تیزی سے کھڑے ہوتے ہوئے میں نے ونود کے ہولسٹر سے پسٹل نکال لیا اور جہاں پر مجھے وہ جگنو چمکتے ہوئے نظر آئے تھے ادھر فائر کر دیا..... جواب میں وہاں سے ایک کربناک چیخ بلند ہوئی۔

یہ سب کچھ پلک جھپکنے میں ہو گیا..... میں نے فوراً جگو کی طرف دیکھا..... وہ میرا اشارہ پاتے ہی اس جانب دوڑ پڑا جہاں سے ہم پر فائر ہوئے تھے..... اتنی دیر میں دونوں آفیسر بھی زمین پر کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا تو جگو کا ایک ساتھی زمین پر گرا نظر آیا..... میں جلدی سے اس کے قریب گیا وہ مر چکا تھا..... گولی ٹھیک اس کے دل پر لگی تھی..... اسی لیے وہ بغیر کوئی آواز

نکالے ڈھیر ہو گیا تھا۔

پسٹل ابھی تک میرے ہاتھ میں تھا۔ اتنے میں سامنے سے جگو آتا ہوا نظر آیا..... وہ تیز تیز قدموں سے ہماری طرف آ رہا تھا۔ اس نے کاندھے پر کسی کو اٹھایا ہوا تھا..... قریب آ کر اس نے اس شخص کو بے رحمی سے زمین پر پٹخ دیا وہ اوندھے منہ زمین پر گرا۔ میں نے ایک زوردار ٹھوکر اس کی پسلیوں میں رسید کی..... وہ بلبلا کر سیدھا ہو گیا اس کا چہرہ سامنے آیا تو دونوں آفیسروں کی زبان سے بیک وقت نکلا۔

''کھنہ..... تم.....'' وہ دونوں حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

میری چلائی ہوئی گولی اس کے سینے میں لگی تھی اس کا سفید کرتا خون سے لت پت تھا۔

''آپ جانتے ہیں اسے آفیسر.....؟'' میں نے چونک کر کہا۔

''ہاں یہ غدار ہمارے ہی تھانے کا اے۔ ایس۔ آئی ہے۔ ونود اسے فوراً ہسپتال پہنچانے کا انتظام کرو..... اسے مرنا نہیں چاہیے۔ مجھے اس سے بہت کچھ پوچھنا ہے..... جلدی کرو۔'' ایس ایچ او نے سخت لہجے میں ونود سے کہا۔

''یس سر! ونود بھاگ کر اپنی جیپ کے پاس پہنچا جیپ اسٹارٹ کی میرے اشارے پر جگو نے کھنہ کو اٹھایا اور لے جا کر جیپ میں ڈال دیا۔ ایس۔ ایچ۔ او کے کہنے پر جگو بھی ونود کے ساتھ ہی جیپ میں بیٹھ گیا..... ساتھ ہی جگو کے ساتھی کی لاش بھی جیپ میں رکھ دی..... جیپ کھنہ کو لے کر تیزی سے ہسپتال کی جانب روانہ ہو گئی۔

''تھینک یو! شیر و دادا!..... تم نے دو پولیس آفیسروں کی جان بچا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے..... اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ تم ایک اچھے انسان ہی نہیں بلکہ مجرموں سے نفرت بھی کرتے ہو..... مجھے خان کہتے ہیں..... میں تمہارا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا۔

یہ کہتے ہوئے خان نے دوستی کا ہاتھ میری طرف بڑھایا جسے میں نے گرمجوشی سے تھام لیا..... پھر میں نے کہا۔

''آیئے خان صاحب! اندر کمرے میں بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں۔''

ہم کمرے میں آ بیٹھے میں نے جگو کے ساتھیوں کو چوکنا رہ کر پہرہ دینے کے لئے واپس بھیج دیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور ایک آدمی کو چائے پانی کا بندوبست کرنے کو کہا..... خان نے بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

''دیکھو! شیر و دادا! اگر تم جیسا ایماندار اور ذہین شخص ہماری مدد کرے تو ہم دونوں میں اس مجرم کو گردن سے پکڑ سکتے ہیں۔''

''ویسے تو میں مجرم کو کچھ پہچان چکا ہوں..... مگر ابھی اس کے خلاف میرے پاس کوئی ثبوت نہیں..... لیے میں اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔''

یہ بات سن کر میں چونک پڑا..... دل میں سوچنے لگا کہ خان کس شخص کو مجرم سمجھ رہا ہے..... کیونکہ اصل مجرم تو دھرم ناتھ ہے۔ میں نے خان کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔

''خان صاحب! میں آپ کی ہر طرح مدد کرنے کو تیار ہوں..... لیکن کیا آپ مجھے اس مجرم کے بارے میں بتائیں گے.....؟''

''ابھی نہیں شیر و دادا..... ابھی میں اس کا نام نہیں لے سکتا کیونکہ وہ بہت بڑی مذہبی شخصیت ہے اگر بات لیک آؤٹ ہوگئی تو بہت سے مسائل کھڑے ہو جائیں گے.....''

خان کو شاید ابھی تک مجھ پر اعتماد نہ تھا مگر اس کے مذہبی شخصیت کے حوالے نے مجھے یہ سمجھنے پر مجبور کر دیا تھا کہ خان صحیح لائن پر جا رہا ہے۔ اس لیے میں نے خان کو اعتماد میں لینے کا فیصلہ کر لیا۔ جگو کا ساتھی چائے وغیرہ رکھ کر چلا گیا۔ میں نے اپنا کپ اٹھاتے ہوئے بڑے غور سے خان کی طرف دیکھا اور معنی خیز انداز میں بولا۔

''اگر میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں تو آپ کا اشارہ یقیناً کالی کے مندر کے مہا پجاری دھرم ناتھ کی طرف ہے..... میں نے ٹھیک کہا نا خان صاحب؟''

میری بات سن کر خان حیرت سے اچھل پڑا..... اس نے بڑی حیرانی سے میری طرف دیکھا اور تحسین آمیز انداز میں کہنے لگا۔ ''ونڈر فل میں حیران ہوں کہ بقول تمہارے تمہیں یہاں آئے ہوئے ابھی ایک ہی دن ہوا ہے اور تم نے اتنی جلدی یہ بات کیسے معلوم کر لی.....؟ تم نے ٹھیک سمجھا ہے..... میرا اشارہ یقیناً دھرم ناتھ کی طرف ہے..... لیکن کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تم کو دھرم ناتھ پر شک کیسے ہوا.....؟''

میں نے مسکرا کر خان کی طرف دیکھا اور پھر بڑے اطمینان سے بولا۔ ''دیکھیے خان صاحب! ہم

دونوں مسلمان ہیں اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دھوکہ نہیں دیتا اس لیے پہلے ہم دونوں کو ایک دوسرے پر ایمانداری سے اعتماد کرنا ہوگا..... ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھ کر بات کرنی ہوگی..... تب ہی بات آگے بڑھے گی۔

''تم نے ٹھیک کہا ہے..... میں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے تم پر اعتماد کرتا ہوں اور تمہیں اپنا راز دار بھی بناؤں گا شیر و دادا۔''

''شیر و دادا! نہیں میرا اصل نام شہریار احمد ہے۔

اس کے بعد میں نے اسے مختصر انداز میں دھرم ناتھ کے متعلق ساری کہانی سنا دی اور پھر اسے اپنے بارے میں بھی سب کچھ بتا دیا۔ انسپکٹر خان حیرت سے آنکھیں پھاڑے میری کہانی یوں سن رہا تھا جیسے میں کوئی الف لیلوی کردار ہوں مگر اسے میری بتائی ہوئی باتوں کا یقین کرنا پڑا کیونکہ میری کوئی بھی بات خصوصاً دھرم ناتھ کے متعلق غلط نہ تھی۔

''حیرت انگیز..... مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے کہ میں کوئی پراسرار کہانی سن رہا ہوں..... جیسے کوئی دیوتاؤں کے دور کی کہانی۔ تاہم مجھے یہ یقین ہو گیا کہ تم اس کافر کے بچے کو ضرور اس کے انجام تک پہنچا دیں گے اور اسے آپ خوفناک سزا بھی دیں گے۔''

خان کے لہجے میں اب میرے لیے احترام کا پہلو نمایاں ہو گیا تھا..... پھر اس نے مجھے بھی اپنی تفتیش کی ساری کہانی سنا دی۔ ویسے میں آپ کا نشانہ دیکھ کر بہت حیران ہوا ہوں..... اندھیرے میں اس قدر سچا نشانہ لگانا ناممکن سی بات ہے۔

''یقیناً اس میں بھی آپ کی ان ہی پراسرار صلاحیتوں کا دخل ہوگا؟ میں خان کی بات پر صرف مسکرا کر رہ گیا۔

''اچھا تو اب مجھے مشورہ دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے.....؟ کیا مجھے مندر پر چھاپہ مار کر سلیم اور نیلوفر کو برآمد کر لینا چاہیے؟ اور ان کے اغوا کرنے کے جرم میں دھرم ناتھ کو گرفتار کر لینا چاہیے۔''

خان! میری پراسرار صلاحیتوں کے بارے میں جان کر اب بالکل بچوں کی طرح مجھ سے رہنمائی مانگ رہا تھا۔

''نہیں خان صاحب! آپ کا مندر پر چھاپہ مارنا آپ کے لئے خطرناک بھی ہو سکتا ہے دھرم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناتھ بڑا کمینہ شیطان ہے۔ وہ آپ کے مسلمان ہونے کا ناجائز فائدہ بھی اٹھا سکتا ہے..... اور اس واقعہ کو مذہبی رنگ بھی دے سکتا ہے ویسے بھی آپ کے افسران آپ کو اس ریڈ کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ ایسا کرنے سے سادہ لوح لوگ حکومت کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے فی الحال آپ مجرم کی نگرانی پر اکتفا کیجئے اور باقی میں جانوں اور دھرم ناتھ جانے۔

''لیکن مجھے تو ابھی اپنے افسران کو رپورٹ کرنی ہے..... اس کا کیا ہوگا.....؟'' خان فکر مند ہو کر بولا۔

''آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ کی جواب طلبی ہونے سے پہلے ہی میں دھرم ناتھ کو بے نقاب کر دوں گا۔'' میں نے بڑے مستحکم انداز میں خان کو یقین دلایا۔

اس پر خان مطمئن ہو کر بولا..... ''ٹھیک شہریار..... میں آپ کی ہدایت پر پوری طرح عمل کروں گا۔''

''شہریار نہیں..... میں یہاں پر شیر و دادا ہوں یاد رکھیے۔'' میں نے مسکرا کر اسے یاد دلایا۔

''اوہ سوری، آئندہ یاد رکھوں گا..... اجازت دیں۔ مجھے ہسپتال جانا ہے۔ اس حرامی کی اولاد کھنہ کو بھی دیکھنا ہے۔ خدا کرے وہ زندہ بچ جائے۔ وہ بڑا اہم مہرہ ہے..... دھرم ناتھ کا'' خان کھڑا ہو کر بولا۔

''بالکل ٹھیک ہے۔ آپ جائیے پھر ملاقات ہوگی۔'' میں نے خدا حافظ کہتے ہوئے خان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ خان نے میرا ہاتھ گرمجوشی سے دبا کر خدا حافظ کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

دروازے پر کھڑا جگو جو ابھی ابھی واپس پہنچا تھا..... حیرت سے کبھی مجھے اور کبھی خان کو دیکھنے لگا۔

''اچھا بھئی جگو، اب چلتا ہوں، پھر آؤں گا ملنے..... ویسے تمہارے شیر و دادا کمال کے آدمی ہیں۔ ان کی صحبت سے فائدہ اٹھاؤ۔ زندگی بن جائے گی تمہاری۔'' خان جگو کے کندھے پر ہاتھ مارتا ہوا باہر نکل گیا۔

''ارے مائی باپ۔ یہ کیا جادو کر دیا۔ اتنے ظالم اور سخت افسر کو ایک دم موم بنا دیا۔ واہ کمال ہو گیا.....'' جگو خوشی سے ناچ کر بولا۔ پوری بستی میں ہر طرف میرا چرچا ہو رہا تھا ایک پولیس افسر کی جان بچا کر میں ان لوگوں کا ہیرو بن چکا تھا۔ جگو کا ڈیرہ اس وقت کسی جلسہ گاہ کا منظر پیش کر رہا تھا..... سب لوگ میری طرف متوجہ تھے۔ دور کھڑے لوگ اچک اچک کر مجھے دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جگو نے پوری بستی میں مجھے سپر مین مشہور کر دیا تھا۔ اس نے لوگوں کو پوری طرح سے یقین دلا دیا تھا کہ شیر و دادا بہت جلد بستی کی قتل ہونے والی لڑکیوں کے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچا دے گا۔

اگلے روز کے اخبار نے خان کی جان بچانے والے واقعے کو بڑی نمایاں سرخی کے ساتھ شائع کیا۔ اس طرح صرف ایک دن اور ایک رات میں پورے بنارس میں میری دھوم مچ گئی۔

یہ اس سے اگلی رات کا واقعہ ہے۔ میری ہدایت پر جگو کے ساتھی اپنی اپنی جگہ پر چوکنا ہو کر پہرہ دے رہے تھے میں دھرم ناتھ جیسے مجرم کی فطرت جان گیا تھا۔ مجھے پتہ تھا کہ اسے ہر دوسرے تیسرے دن ایک نئی لڑکی کے ساتھ رات گزارنے کی عادت پڑ چکی ہے اور اب اسے آخری لڑکی کے ساتھ زیادتی کیے ہوئے کئی روز گزر چکے تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ کسی نئے شکار کے لیے بری طرح بے چین ہوگا۔ اور اس کے لیے وہ کسی بھی انتہائی اقدام سے گریز نہیں کرے گا..... ابھی میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ رینو کا دیوی کی سرگوشی سنائی دی۔

''کیا بات ہے بہت پریشان لگ رہے ہو.....؟''

''تم..... تم کیوں آئی ہو.....؟'' میرا لہجہ ایک دم تلخ ہو گیا۔

''کیا مجھ سے ناراض ہو.....؟''

''نہیں بہت خوش ہوں تم سے..... جاؤ..... دفع ہو جاؤ یہاں سے.....'' میرا لہجہ بدستور تلخ ہی تھا۔

''شہریار میں جانتی ہوں کہ اب تک تمہارے ساتھ کیا بیتی ہے مگر یقین کرو میں خود بھی بہت مجبور تھی۔ رینو کا دیوی کا لہجہ ندامت آمیز تھا۔

''تم شاید دھرم ناتھ کی وجہ سے پریشان ہو.....''

''ہاں اس کافر کے بچے نے اس بستی پر بہت ظلم کر لیے..... اب میں نہیں چاہتا کہ یہ ان بستی والوں پر مزید کوئی ظلم کرے۔''

''سنو شہریار۔'' آج کی رات دھرم ناتھ کے آدمی اس بستی پر شب خون مارنے کا ارادہ رکھتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں..... اس کے علاوہ ان کا دوسرا گروہ ایک دور دراز کی بستی میں بھی جانے والا ہے۔'' میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''شہریار! میں جارہی ہوں اب تمہارے پاس آتی جاتی رہوں گی.....'' رینو کا دیوی چلی گئی۔

میں نے فوراً جگو کو بلایا اور اسے ساتھ لے کر خود بھی بستی کا چکر لگانے نکل پڑا۔ جگو کے آدمی اپنی اپنی جگہ پر ہوشیاری سے پہرہ دے رہے تھے۔ مجھے آتا دیکھ کر وہ اور بھی مستعد ہو گئے۔ وہ دوسروں کی نظروں سے پوری طرح چھپے ہوئے تھے کوئی آنے جانے والا ان کی نظر سے نہیں بچ سکتا تھا۔ میں انہیں پوری طرح سے ہوشیار رہنے کا کہہ کر خود ڈیرے پر واپس آ گیا۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ میں بے چینی سے دھرم ناتھ کے آدمیوں کا منتظر تھا۔ جگو میرے قریب بیٹھا تھا۔ کمرے سے باہر دو مسلح آدمی بڑی مستعدی سے پہرہ دے رہے تھے۔ وہ گاہے بگاہے کمروں کے آس پاس چکر لگا رہے تھے۔ اچانک جگو کہنے لگا۔

''مائی باپ۔ رات کافی گزر گئی۔ اپ آرام کر لو نا۔ میرا خیال ہے کہ وہ لوگ آج نہیں آئے گا۔ اور پھر میں تو جاگ رہا ہوں۔ آپ تھک جائے گا۔

''ہوں..... میں نے چونک کر کہا۔'' نہیں جگو میں اتنی جلدی تھکنے والا نہیں ہوں۔ ایک رات تو کیا میں دس راتیں بھی مسلسل جاگ سکتا ہوں۔ رہی بات ان لوگوں کے آنے کی تو میں نے کہہ دیا نا..... وہ آج رات ضرور آئیں گے۔

''آپ اتنے یقین سے کاہے کو بولتا ہے مائی باپ۔ کیا کوئی مخبری ہوا ہے.....؟'' جگو حیرت سے بولا۔

''یہ بھی تمہیں جلد ہی پتہ چل جائے گا کہ مجھے اتنا یقین کیوں ہے ان کے آنے کا۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''ارے مائی باپ، اپنے بچہ لوگ سے کاہے کو چھپاتا ہے رے۔ اپن تو تمہارا غلام ہے کیا بھروسہ نہیں ہے ہم پر.....؟ وہ کچھ افسردہ نظر آنے لگا۔

''او جگو.....'' میں نے ہنس کر اس کا شانہ ہلایا۔'' بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔ دراصل ہر بات بتانے کا ایک وقت ہوتا ہے۔ اب تم اگر ضد کرتے ہو تو سنو۔ خدا تعالیٰ

نے مجھے بہت سی صلاحیتیں دی ہیں۔ انہی سے کام لے کر میں نے پتہ چلایا کہ مجرم کے ساتھی آج رات اس بستی کی کسی نہ کسی لڑکی کو اغوا کرنے کی ضرور کوشش کریں گے۔ مگر دیکھو اب مجھ سے مجرم کا نام پوچھنے مت بیٹھ جانا کیونکہ وہ میں آج نہیں کل بتاؤں گا..... سمجھے۔''

جگو حیرت سے منہ پھاڑے میری بات سن رہا تھا۔ میری بات ختم ہوتے ہی جلدی سے میرے پاؤں پکڑ کر بولا۔

''سمجھ گیا مائی باپ..... بالکل سمجھ گیا۔ اب پتہ چلا کہ جگو کو ایسے مار نہیں پڑی۔ جگو کو تم جیسا آدمی ہی مار سکتا ہے۔ اپن نے تم کو ٹھیک سولہ آنے مائی باپ بولا۔

''اچھا اچھا..... اب ذرا چائے منگواؤ۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''لو..... رامو چائے لا..... فس کلاس چائے..... ذرا جلدی۔'' وہ کڑک کر بولا۔

''ابھی لایا استاد.....'' رامو نے بڑی پھرتی سے دروازے سے جھانک کر کہا اور فوراً ہی غائب ہو گیا۔

رات کا آخری پہر تھا۔ میں نے چائے کا آخری گھونٹ لے کر کپ زمین پر رکھا ہی تھا کہ مجھے دور سے ہلکے سے شور کی آواز محسوس ہوئی۔ جگو یہ آواز محسوس نہیں کر سکا..... میں ایک دم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے کھڑا ہوتا دیکھ کر جگو بھی پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ وہ حیرت سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

''مائی باپ کیا ہوا.....؟''

''وہ لوگ آ گئے ہیں۔ جگو فوراً میرے ساتھ آؤ۔'' میں کسی زخمی چیتے کی طرح غرایا..... ہم تیزی سے باہر نکلے، ہمیں باہر آتا دیکھ کر جگو کے ساتھی بھی ہمارے پیچھے لپکے۔ میں تقریباً دوڑ رہا تھا۔ اب شور کی آواز واضح ہو گئی تھی۔ ہم آواز کی سمت بھاگے اچانک گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ جگو اور اس کے ساتھی بڑی تیزی سے میرے آگے اور دائیں بائیں آ گئے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ انہوں نے مجھے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ مجھے ان کی وفاداری دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ گولیوں کی آوازیں سن کر بستی والے جاگ گئے تھے۔ میرے کہنے پر جگو اور اس کے ساتھیوں نے چلا چلا کر بستی والوں کو گھروں کے اندر رہنے کا کہا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی بے گناہ مجرموں کی یا ہماری گولیوں کا نشانہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بن جائے۔ لوگوں نے اس ہدایت پر پوری طرح عمل کیا۔ مجھے اپنے آدمیوں کے ٹھکانوں کا علم تھا۔ اس لیے میری نظریں تیزی سے مخالف سمت میں گردش کر رہی تھیں۔

پھر میری اندھیرے میں دیکھنے والی قوت نے مجھے ایک مخالف کی نشاندہی کر دی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی میری پسٹل سے نکلنے والی گولی نے اپنا کام کر دکھایا۔ جواب میں ایک کربناک چیخ فضا میں گونجی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ دی کیونکہ میں جانتا تھا کہ مخالف میری گولی سے نکلنے والے شعلے کی روشنی میں میری پوزیشن سمجھ جائیں گے اور وہی ہوا۔ ٹھیک اس جگہ تین چار فائر ہوئے مگر اب میں اس جگہ سے کافی دور تھا۔ مجرم وہ کام نہ کر سکے جو میں نے کیا تھا۔ اور یہ ہی غلطی ان کی زندگی کی آخری غلطی ثابت ہوئی۔ میں نے ٹھیک اس جگہ فائر کئے۔ جہاں سے مجھے ان کے شعلوں کی روشنی نظر آئی تھی۔ ایک بار پھر فضا میں دو خوفناک چیخیں بلند ہوئیں۔ میں نے اپنے دائیں جانب دیکھا۔ اندھیرا ہونے کے باوجود مجھے جگو کے چہرے پر حیرت کے بے شمار سائے رقص کرتے نظر آئے۔ وہ یقیناً اس بات پر حیران ہوگا کہ میں اندھیرے میں کس طرح ٹھیک ٹھیک نشانے لگا رہا تھا۔ جگو کے ساتھی بھی اندازے سے مجرموں پر گولیاں برسا رہے تھے۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ مجرم اب بھاگ نکلنے کی فکر میں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اب اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی ان کی آواز اب دور ہونے لگی تھی۔ میں نے کڑک کر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ ''کوئی بچ کر نہ جائے گھیرے میں لے لو سب کو۔''

اتنی دیر میں جگو کے باقی ساتھی بھی پہنچ گئے۔ میری ہدایت پر پوری طرح سے عمل ہوا تھا۔ جگو کے ساتھیوں نے ایک وسیع دائرے میں پھیل کر مجرموں کے بھاگنے کے تمام راستے مسدود کر دیئے تھے۔ میں نے فائرنگ بند کر دی تھی کیونکہ اس طرح اپنے ہی کسی ساتھی کو گولی لگنے کا خطرہ تھا۔ اچانک مجھے دو آدمی اپنی طرف بھاگتے نظر آئے۔ جگو نے اپنی پسٹل سیدھی کی مگر میں نے اسے روک دیا۔

''کیا کرتے ہو بے وقوف!'' اس طرح اپنے کسی آدمی کو بھی گولی لگ سکتی ہے۔

جگو کا پسٹل والا ہاتھ جلدی سے نیچے ہو گیا۔ وہ لوگ کچھ اور نزدیک آ گئے تھے..... میں بگولے کے مانند اپنی جگہ سے اچھلا اور فضا میں کلابازیاں کھاتا اور کبھی کسی لٹو کی طرح گھومتا ہوا عین مجرموں

کے قریب پہنچ گیا اور پھر میرے ہاتھ میں موجود پسٹل شعلے اگلنے لگی۔ چند لمحوں میں ہی تمام مجرم اپنے انجام تک پہنچ چکے تھے۔ میں نے پوری تسلی کرنے کے بعد کہ اب کوئی مجرم باقی نہیں بچا۔ آواز دے کر جگو کو بلایا جگو کے ساتھ ساتھ دوسرے ساتھی بھی قریب آ گئے۔ پھر ان سب نے مل کر ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

''شیر و دادا..... جندہ باد۔''

اور نعرے کی گونج سن کر دھڑا دھڑ دروازے کھلنے لگے۔ لوگوں کی گھروں کی بند لائٹیں جلانا شروع کر دیں جگو اور اس کے ساتھی میرے گرد دیوانہ وار ناچ رہے تھے اور ان لوگوں کے درمیان کھڑا میں مسکرا رہا تھا۔ اچانک ہی میں نے خان کی جیپ کو بستی میں داخل ہوتے دیکھا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے دور سے ہی خان کو خوش آمدید کہا خان اور اس کے ساتھی تیزی سے چلتے ہوئے میرے نزدیک پہنچے۔ خان نے قریب پہنچ کر بے تابی سے پوچھا۔

''کیا ہوا دادا، یہ فائرنگ کیسی تھی۔''

''خان صاحب، مجرموں نے آج پھر بستی پر اپنے شکار کی تلاش میں شب خون مارا تھا۔ مگر جگو اور اس کے ساتھیوں کی شاندار کارکردگی کی بدولت وہ بری طرح ناکام رہے۔'' میں نے مختصر سی تفصیل بتائی۔

''تو کیا مجرم بھاگ گئے۔ کوئی پکڑا نہیں گیا.....؟'' خان نے پوچھا۔

''ارے خان صاحب! ہمارا مائی باپ کے ہوتے ہوئے وہ ظالم کا بچہ کیسے بھاگ سکتا تھا؟ ادھر آ کر دیکھو نا، ان کی لاشوں کا ڈھیر پڑا ہے۔ یہ سب کا سب اکیلے ہمارے مائی باپ نے ڈھیر کیا ہے۔ دیکھو نا..... آگے آؤ.....'' جگو نے بڑے فخریہ انداز میں کہا۔

''ونڈرفل، شیر و دادا۔'' یہ تو واقعی آپ نے کمال کر دیا۔ ونود جیب سے ٹارچ نکالو۔'' خان نے مسرت بھرے انداز میں میرا ہاتھ دبا کر کہا۔ ونود نے ٹارچ نکال کر روشن کی۔ یہ ایک چھوٹا سا میدان تھا اور آس پاس کے مکانوں میں روشنی ہونے کے باوجود یہاں خاصا اندھیرا تھا۔ اس لئے ٹارچ جلانی پڑی تھی۔ ہم نے ٹارچ کی روشنی میں میدان میں مختلف جگہوں پر گرے ہوئے مجرموں کی لاشوں کو دیکھنے لگے۔ وہ سب ختم ہو چکے تھے یہ تعداد میں سات تھے اور سب کے سب گولیوں کا شکار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''نہیں..... نہیں..... کمشنر صاحب۔ اتنا وقت نہیں ہے۔'' میں نے تلخی سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''مگر..... دادا..... میں.....'' کمشنر جلدی سے کھڑا ہو کر منمنایا۔

''مجھے کچھ اور سوچنے دیں.....'' میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر چند لمحوں بعد میں نے پولیس کمشنر کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

''سنئے کمشنر صاحب!''

میں نے انہیں پورا پروگرام سمجھایا۔ کچھ پس و پیش کے بعد کمشنر اس پر تیار ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی جگو اپنے تمام ساتھیوں سمیت بستی میں پہنچ گیا۔ صرف دس منٹ میں وہ پوری بستی کے مردوں اور عورتوں کو اکٹھا کر لایا۔ پولیس کمشنر اور دوسرے لوگ اتنی دیر میں واپس جا چکے تھے۔ پروگرام کے مطابق انہیں آدھے گھنٹے بعد مندر میں پہنچنا تھا۔ جگو نے انہیں ساری بات اچھی طرح سمجھا دی تھی۔ لوگ حقیقت جان کر بری طرح مشتعل ہو چکے تھے۔ باہر شور کی آواز سن کر میں پروقار انداز میں چلتا ہوا ڈیرے سے باہر نکل آیا۔ مجھے دیکھ کر لوگوں کا جوش و خروش عروج پر پہنچ گیا۔ وہ میرے نام کے نعرے لگا رہے تھے اور ساتھ ہی دھرم ناتھ کو گالیاں بھی دے رہے تھے۔ یہ چار پانچ سو لوگوں کا اچھا خاصا ہجوم بن چکا تھا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ مجمع پر ایک دم سکوت چھا گیا۔

میں نے پراثر انداز میں کہا۔ ''بہنو اور بھائیو میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد آپ کا مجرم آپ کے قدموں میں ہوگا۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ بس چند لمحوں کی بات ہے۔ آپ کا مجرم آپ کے سامنے ہوگا۔ وہ درندہ مندر کا پجاری بن کر آپ لوگوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔ اس کے نزدیک کوئی لڑکی ہندو ہے اور نہ مسلمان بس وہ اپنی ہوس پوری کرنا چاہتا ہے پولیس اس کے اثر و رسوخ کی وجہ سے اس پر ہاتھ ڈالنے سے گھبرا رہی ہے۔ ہمیں اپنا مجرم خود پکڑنا ہوگا۔ اب بھی اس نے ایک لڑکی کو چھپا رکھا ہے اور بھی بہت سے بے گناہ اس کی قید میں ہیں۔ ہمیں اس کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کرنا ہے۔ قانون کو اس کا اصلی چہرہ دکھانا ہے۔ کیا آپ لوگ میرا ساتھ دیں گے۔''

''ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم شیرو دادا کے ساتھ ہیں۔'' لوگوں نے پرجوش انداز سے

جواب دیا۔

''تو پھر چلو آؤ میرے ساتھ۔'' میں نے گرجدار آواز میں کہا۔

لوگ نعرے لگاتے ہوئے میرے پیچھے چل پڑے۔ ہجوم مجرم کو پہچان کر بے قابو ہو رہا تھا۔ ان کا جوش و خروش قابل دید تھا۔ خود میرا بھی عجب حال تھا۔ دھرم ناتھ سے براہ راست ٹکراؤ کے خیال سے میرا خون جوش مار رہا تھا۔ انسانیت کے ایک دشمن کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے میرا دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی سینہ پھاڑ کر باہر آ جائے گا۔

آدھے گھنٹے بعد ہم لوگ مندر کے قریب پہنچ چکے تھے۔ میں سب سے آگے تھا۔ میرے دائیں طرف جگو اور بائیں طرف جگو کا ایک اور دلیر ساتھی رامو تھا۔ جگو اور اس کے ساتھی پوری طرح مسلح تھے۔ میں خود بھی پوری طرح تیار تھا۔ مندر کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا میں مندر کے صحن میں داخل ہو چکا تھا۔ لوگوں کے نعروں میں مزید شدت آ گئی تھی۔ مندر ان کے شور کی گونج سے تھرا رہا تھا۔ کان پڑی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ شور شرابے کی آواز سن کر پوجا میں مصروف پجاری اور دیوداسیاں پوجا چھوڑ کر باہر نکل آئے اور حیرت سے نعرے لگاتے ہوئے ہجوم کو دیکھنے لگے۔ سب سے کھڑا پجاری راج پال غصے سے لوگوں کو گھورتے ہوئے کئی پاگل کتے کی غرایا۔

''یہ کیا بات ہے۔ کیوں شور مچا رہے ہو..... یہ مندر ہے..... تمہارے باوا کا گھر نہیں ہے۔ بھگوان کے گھر میں نعرے لگاتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی..... خاموش ہو جاؤ..... کہیں ایسا نہ ہو کالی ماتا تم سب کو جلا کر بھسم کر ڈالے۔''

لوگوں پر راج پال کی کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ اسی طرح دھرم ناتھ کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔

''چپ ہو جاؤ مورکھو..... دھرم ناتھ جی جیسے مہان کالی ماتا کے بھگت کے خلاف اپنی گندی زبان بند کرو..... ورنہ..... دھرم ناتھ جی۔'' میں نے ہاتھ اٹھا کر ہجوم کی طرف اور پھر خونی نگاہوں سے راج پال کی طرف دیکھا۔

''او دھرم ناتھ کے پالتو کتے..... اپنا بھاشن بند کر..... اور اس راکشس کو ہمارے حوالے کر دے..... آج اس عورتوں کے بیوپاری کا یوم حساب ہے۔'' میں نے گرم کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''مجمعے میں ایک دم سناٹا سا چھا گیا تھا۔ راج پال کے چہرے پر کئی رنگ بدلے۔ دیوداسیاں خوفزدہ نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھیں راج پال اب براہ راست مجھ سے مخاطب ہوا لیکن اس کی آواز صاف طور پر لرز رہی تھی۔ وہ پہلے جیسا جوش وخروش نہیں تھا اس کے لہجے میں۔

''کون ہو تم.....؟ تمہیں یہ جرات کیسے ہوئی کہ تم ہمارے مہاراج کے خلاف اناپ شناپ بکو۔''

''خاموش ہو جا کسی دلال کی اولاد۔ زیادہ بک بک کی تو زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔ میں تمہیں آخری بار حکم دیتا ہوں کہ اس بہروپیے کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ تیرا وہ حشر کروں گا کہ تیری نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔'' میں نے چند قدم آگے بڑھ کر کہا۔

''اب راج پال اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر خوف کی پرچھائیں صاف نظر آ رہی تھیں۔ حیرت کی بات یہ تھی ابھی تک دھرم ناتھ سامنے نہیں آیا تھا۔ راج پال نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ایک بار پھر اپنی زبان کھولی مگر اب وہ منت بھرے انداز میں بول رہا تھا۔

''دیکھو مہاشے، میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو؟ اور یہ لوگ مہاراج سے کیا چاہتے ہیں۔ مہاراج اندر پوجا میں مصروف ہیں۔ پر نتو تم یہ بتاؤ آخر ہوا کیا ہے۔ تم لوگوں کو یقیناً مہاراج کے بارے میں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے۔''

''اوئے دھرم ناتھ کے دلال..... یہ ہمارے مائی باپ ہیں..... شیرو دادا..... اور تو جانتا ہے کہ ہم سب لوگ یہاں کیوں آئے ہیں..... تم سب دھرم ناتھ کے ساتھ مل کر ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو اغوا کرتے ہو..... پھر انہیں ختم کر دیتے ہو..... تمہاری کالی کرتوتیں ہم سب جان چکے ہیں..... بھی تم نے مندر میں ایک لڑکی کو چھپا رکھا ہے..... سیدھی طرح اس حرامی دھرم ناتھ کو ہمارے حوالے کر دو..... ورنہ.....'' جگو کڑک کر بولا۔

''رام..... رام..... رام رام'' راج پال یہ سن کر خوف سے کانپنے لگا۔ مگر پھر بھی ہٹ دھرمی سے بولا۔

''بالکے..... تم سے کوئی بھول ہوئی ہے..... دھرم ناتھ جی جیسے سچے اور مہان پجاری یہ پاپ نہیں کر سکتے..... ضرور تمہیں کسی مورکھ نے الٹ پلٹ بتا دیا ہے۔''

''تم ایسے نہیں مانو گے جگو..... اس کتے کو باندھ کر چھت سے لٹکا دو.....'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

جونہی جگو اور اس کے ساتھی آگے بڑھے، دیوداسیاں چیخیں مارتی ہوئی اندر بھاگیں۔ دوسرے پجاری بھی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ راجپال نے گھبرا کر بھاگنے کی کوشش کی مگر جگو نے ایک ہی جست میں اسے قابو کر لیا اور چند لمحوں بعد ہی میرے حکم کی تعمیل ہو چکی تھی۔ میں نے گرج کر کہا۔

''دھرم ناتھ..... باہر نکل بزدل اور دیکھ اپنے چیلے کا انجام..... کتے..... تیرا انجام اس سے بھی زیادہ خوفناک ہوگا۔'' راج پال رسی سے بندھا الٹا لٹکا بری طرح سے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا دوسرے پجاری بے بسی سے دور کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ دیوداسیاں پوجا ہال کے بڑے دروازے پر کھڑی خوفزدہ نظروں سے کبھی راج پال کو دیکھتی اور کبھی اندر دیکھنے لگتیں۔ جہاں شاید دھرم ناتھ چھپا بیٹھا تھا۔ میں جان بوجھ کر ابھی تک دھرم ناتھ کو ڈھیل دے رہا تھا۔ میں اسے اتنی جلدی مارنا نہیں چاہتا تھا۔ راج پال ان منتوں پر اتر آیا تھا۔ وہ رو رہا تھا۔

''شیرو دادا..... تمہیں کالی کی سوگند..... مجھے شما کر دو میں نردوش ہوں..... بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دو۔''

وہ زور سے چیخ کر بولا۔ ''میں نے جو کچھ بھی کیا ہے دھرم ناتھ کے کہنے پر کیا..... میں نے خود کوئی پاپ نہیں کیا..... کسی ناری کی عزت نہیں لوٹی..... سب کچھ دھرم ناتھ نے کیا ہے..... میں نردوش ہوں.....''

''سن لیا تم لوگوں نے.....؟ میں نے ہجوم کی طرف رخ پھیر کر بلند آواز سے کہا۔ ''یہ حرام زادہ دھرم ناتھ کے کہنے پر جرم کرتا رہا کیا یہ معافی کے قابل ہے۔''

''بالکل نہیں۔ یہ بھی پاپی ہے..... اسے بھی سزا ملنی چاہیے..... لوگوں نے غضب ناک ہو کر کہا۔

''تو پھر ٹھیک ہے..... اپنی آنکھوں سے اس کتے کا انجام دیکھو.....'' میں نے کڑک کر کہا۔

''میں نے اپنا رخ بدلا اور مندر میں لگی ہوئی گھنٹی کو چین سمیت جھٹکے سے اپنے ہاتھ میں لے لی اور پوری قوت سے گھما کر راج پال کے جسم پر ماری..... پورا مندر راج پال کی چیخوں سے گونج اٹھا..... لوگ حیرت سے گم صم کھڑے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ راج پال کی چیخوں کے ساتھ اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان میں داسیوں کی خوفزدہ چیخیں بھی شامل ہوگئی تھیں..... دو تین داسیاں بھاگ کر غالباً دھرم ناتھ کو یہ سب کچھ بتانے کے لیے اندر بھاگ گئی تھیں..... میرے مسلسل وار سے راج پال کا جسم لہولہان ہو چکا تھا۔ میرے ہاتھ میں موجود گھنٹی اس پر قہر الٰہی بن کر ٹوٹ رہی تھی..... اس کی چیخیں اب مدہم ہوتی جا رہی تھیں۔ مگر میں نے ابھی تک اپنا ہاتھ نہیں روکا تھا۔ میرا آخری وار اس کی کھوپڑی پر پڑا اس کا بھیجا سر سے نکل کر زمین پر بکھر گیا..... آنکھیں بے نور ہوگئیں..... مگر بے گناہ اور معصوم بچیوں کے ساتھ ہونے والے سلوک نے میرے غضب کو اتنا بڑھا دیا کہ میں بالکل بے حس ہو چکا تھا۔ اچانک جگو بے قرار ہو کر میرے قدموں میں گر پڑا۔

''مائی باپ! یہ راکشس تو نرکھ میں پہنچ چکا ہے۔ اب بس کریں اور اصلی مورکھ کو پکڑیں۔''

میں ایک دم جیسے ہوش میں آ گیا۔ اچانک ہجوم میں سے ایک شخص کی زوردار آواز بلند ہوئی۔ ''شیرو دادا کی..... جے''

''جے ہو..... جے ہو.....'' جواب میں سب لوگ پوری طاقت سے بول اٹھے۔

پھر یہ نعرہ مسلسل گونجنے لگا۔ میری آنکھیں اب پوجا ہال کے بڑے دروازے پر مرکوز تھیں۔ میرے خون کی گردش تیز اور آنکھوں کی سرخی گہری ہونے لگی۔

اچانک دیوداسیاں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئیں۔ پجاریوں نے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ وہ اپنی مکروہ صورت کے ساتھ بڑی بڑی خوفناک آنکھوں کو ادھر ادھر گھماتا ہوا کسی زخمی سانڈ کی طرح ڈکراتا ہوا پوجا ہال کے بڑے دروازے سے نمودار ہو چکا تھا۔ اس حیرت و غصے سے اپنے چیلے راج پال کی لٹکتی ہوئی لاش کو دیکھا اور کسی پاگل کتے کی طرح غرایا۔

''کس بدبخت نے یہ جرات کی ہے؟ کس نے اپنی موت کو للکارا ہے۔''

''تیرا نام ہی دھرم ناتھ ہے..... تو ہی عزتوں کا لٹیرا ہے..... پجاری کے روپ میں پاپی..... بے غیرت..... تیرا انجام تو اس سے بھی زیادہ عبرتناک ہوگا۔'' میں آگے بڑھ کر دھاڑا۔

میری بات سن کر اس کے نقش و نگار غصے میں پھڑکنے لگے۔ اس وقت وہ اور بھی زیادہ کریہہ لگ رہا تھا۔ پورے مندر میں صرف ہم دونوں کی آوازیں گونج رہی تھیں..... باقی سب لوگ دم سادھے کھڑے تھے۔ یوں جیسے وہ بے جان بت ہوں۔

للکار کر اپنی موت پر چھاپ لگا دی ہے۔ اب دیکھ میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں۔''

''ہاں میں ان لوگوں کا شیرو دادا ہوں..... اور تیرے لیے شہریار احمد..... تیری موت ہوں تو بھگت نہیں بہروپیا ہے۔ راج پال تیرا پالتو کتا تیرے گناہوں کا ثبوت دے چکا ہے۔ اب تو لوگوں کو مزید دھوکہ نہیں دے سکتا۔ لوگ تیرا اصلی روپ جان چکے ہیں۔ راج پال کا حشر تو نے دیکھ لیا۔ اب تیرا انجام بھی یہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ میں تجھے کسی پاگل کتے کی طرح ماروں گا۔'' میں نے جارحانہ لہجے میں کہا۔

اس کے ساتھ ہی میں کسی عقاب کی مانند فضا میں تیرتا ہوا سیدھا دھرم ناتھ پر جا پڑا۔ جونہی میرے پاؤں زمین پر لگے میرے دونوں ہاتھوں نے بجلی کی تیزی سے حرکت کی۔ دھرم ناتھ ایک جھٹکے سے فضا میں بلند ہوا میرے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا دوسری جانب جا گرا۔ اس کا بھاری بھرکم جسم ایک دھماکے سے پکے فرش پر گرا اور ساتھ ہی اس کی ایک زوردار چیخ بلند ہوئی اس کے بعد میرے ہاتھ پاؤں مشینی انداز میں حرکت میں آ گئے۔ دھرم ناتھ کسی فٹبال کی طرح میرے آگے آگے لڑھک رہا تھا..... پورا مندر اس کی چیخوں سے گونجنے لگا تھا۔ اس کا چہرہ اور جسم جگہ جگہ سے خون آلود ہونے لگا تھا۔

میں نے ایک بار پھر دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر فضا میں بلند کیا اور دور پھینک دیا۔ وہ سیدھا سامنے کھڑے پجاریوں پر جا گرا۔ اچانک دو تین پجاری تیزی سے آگے بڑھے اور میرے پاؤں پکڑ لیے۔ وہ گڑگڑا رہے تھے۔

''مہاراج آپ بلوان ہیں..... ہمارے مہاراج کو شما کر دیں..... ان سے بھول ہوگئی۔ ہم ان کی بھول کا پرائچشت کرنے کو تیار ہیں..... ایک بار انہیں شما کر دیں۔''

میں نے ان سے پاؤں چھڑانے کی کوشش کی۔ اتنی دیر کے لیے میرا دھیان دھرم ناتھ کی طرف سے ہٹ گیا اور یہی مجھ سے چوک ہوگئی۔ دھرم ناتھ کے لیے یہ موقع کافی تھا۔ اس نے فوراً منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنا شروع کر دیا جسے میں نہ دیکھ سکا میں نے جگو کو اشارہ کیا تو وہ اور اس کے دو تین ساتھی بھوکے بھیڑیوں کی طرح، ان پجاریوں پر پل پڑے مگر مجھے دیر ہو چکی تھی۔ دھرم ناتھ نے اپنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عمل مکمل کرلیا تھا۔ اس نے زور سے نعرہ لگایا۔

''جے کالی ماتا کی..... جے.....''

پھر اس نے میری طرف پھونک ماردی۔ میرے جسم کو زوردار جھٹکے لگنا شروع ہو گئے۔ وہ خونخوار نظروں سے مجھے گھور رہا تھا۔ تبھی اس نے کوئی دوسرا عمل شروع کر دیا۔ اس کے ہونٹ تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کا رخ اس نے میری طرف کر رکھا تھا۔ اچانک مجھے میرے جسم میں لاوا سا دھکتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے پاؤں سکڑ رہے ہیں۔ میں نے چونک کر اپنے پیروں پر نظر ڈالی تو میں لرز کر رہ گیا..... میرے پاؤں پر کسی جانور کی طرح چھوٹے چھوٹے بال نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

☆☆☆

ان کی شکل آہستہ آہستہ بدل رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ میرے جسم میں تپش بڑھتی جا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کہ میں کسی دہکتے ہوئے تندور میں جا گرا ہوں۔ یہ تپش میری برداشت سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک ہی میرا جسم ہوا میں تحلیل ہونے لگا اس کے ساتھ ہی میرے جسم میں بڑھنے والی تپش ایک دم ہلکی ہونے لگی۔ میری نظر اپنے پاؤں پر پڑی میرے پاؤں جو کہ اس وقت تک آدھے آدھے کتوں کے پنجوں میں تبدیل ہو چکے تھے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی اصلی حالت میں واپس آ گئے دھرم ناتھ نے اپنا حملہ ناکام ہوتے دیکھا تو فوراً ہی دوسرا عمل شروع کر دیا۔ جیسے ہی اس کا عمل ختم ہوا اس نے اپنے ہاتھ کو اٹھا کر میری طرف جھٹکا دیا اور ساتھ ہی زوردار نعرہ بلند کیا۔

''جے جے کالی''۔

اچانک مجھے یوں لگا جیسے کہ دھرم ناتھ کے ہاتھوں سے آگ نکل کر ایک بڑے گولے کی شکل میں میری طرف بڑھی ہو یہ دیکھ کر جگو اور اس کا ساتھی رامو بے قرار ہو کر میری جانب بھاگے۔ جگو تو میری طرف آیا تھا مگر رامو اپنی برق رفتاری کی وجہ سے خود پر قابو نہیں پا سکا اور مجھ سے آگے نکل گیا۔ جونہی جگو میرے قریب آیا وہ میرے جسم سے یوں گزر گیا جیسے وہ گوشت پوست کا انسان نہ ہو بلکہ صرف ہوا کا کوئی جھونکا ہو اور یہی بات اس کے لئے زندگی کی ضمانت بن گئی۔ کیونکہ آگ کے دہکتے ہوئے گولے نے رامو کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ فضا میں رامو کی کربناک چیخ بلند ہوئی۔ اس کے پورے جسم کو آگ لگ چکی تھی۔ وہ چیخیں مارتا ہوا ادھر ادھر بھاگ رہا تھا اب آگ کا گولہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے قریب آ چکا تھا دوسرے ہی لمحے وہ آگ کا گولہ بھی میرے جسم سے یوں آر پار ہو گیا جیسے کہ میرا وہاں کوئی وجود نہ ہو جبکہ سینکڑوں لوگوں نے دیکھا کہ میں جہاں کھڑا تھا وہیں پر کھڑا ہوں میں نے ایک نظر رامو پر ڈالی۔ رامو جیسے ہی میرے نزدیک آیا۔ میں نے آگے بڑھ کر تیزی سے رامو کو مندر میں بنے پانی کے حوض میں اٹھا کر پھینک دیا۔ پانی میں گرتے ہی رامو کے جسم سے آگ غائب ہوگئی۔ مگر رامو کے پورے جسم پر آبلے پڑتے جا رہے تھے مگر مجھے یقین نہ تھا کہ اب اسے ان آبلوں سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی ہو گی۔ تاہم یہ وقت ایسی باتیں سوچنے کا نہ تھا۔ میں نے غضبناک نظریں دھرم ناتھ پر ڈالیں جو کہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا۔ شاید اسے یقین نہ آ رہا تھا کہ میں اس کے اس خوفناک وار سے بچ گیا ہوں۔ میں نے اس پر وار کرنے سے پہلے جگو کو مخاطب کیا جس کی مداخلت سے مجھے نقصان بھی پہنچ سکتا تھا۔

''جگو اب تم یا تمہارا کوئی ساتھی کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گا۔ ورنہ اس کے ساتھ مجھے بھی نقصان پہنچ سکتا ہے صحن میں کھڑے لوگ کونوں میں خوف سے دبکے پڑے تھے۔ میں نے فوراً دھرم ناتھ کی طرف توجہ دیتے ہوئے سرد لہجے میں کہا:

''دھرم ناتھ! سنبھلو ناکامی تمہارا مقدر بن چکی ہے۔ اب میری باری ہے۔''

''دھرم ناتھ نے میری بات سن کر ایک جھٹکے سے اپنا سر ہلایا اور منہ میں سے کچھ بڑبڑانے لگا۔...........''لیکن اس سے قبل کہ وہ مجھ پر کوئی وار کرتا میں تیزی سے آگے بڑھا اور میرا دایاں ہاتھ فضا میں لہرا گیا۔ میرا ہاتھ پوری قوت سے اس کے جبڑے پر پڑا دھرم ناتھ کے منہ سے کربناک چیخ بلند ہوئی۔ میرے ہاتھ پاؤں مشینی انداز میں حرکت میں آ گئے تھے۔ دھرم ناتھ کی چیخوں میں اور بھی شدت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ میرے وار سے بچنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ زور زور سے چلا رہا تھا۔

''بھگوان کے لئے بس کرو...... نہ مارو مجھے...... شما کر دو مجھے...... ہائے...... اف...... اوہ مر گیا...... نہ مارو...... اوہ رک جاؤ...... شما...... شما...... کر دو......''

وہ میرے واروں سے بچنے کیلئے ادھر ادھر بھاگتا مگر میں اسے اٹھا کر وہیں لا کر پٹخ دیتا۔ وہ مار کھاتا ہوا پوجا ہال میں داخل ہو چکا تھا۔ دو تین پجاری اس کی حمایت میں آگے بڑھے مگر مجھ پر نظ

جنون سوار ہو چکا تھا کچھ دیر میں دھرم ناتھ کے ساتھ ساتھ وہ بھی چیخنے چلانے لگے۔ سارا ہجوم خوف و حیرت کے عالم میں یہ تماشا دیکھتے ہوئے ہمارے پیچھے پیچھے پوجا ہال کے قریب آ چکا تھا۔ دھرم ناتھ بھاگتا ہوا سیدھا جا کر کالی کے چرنوں میں گرا اور اس مصیبت سے بچنے کیلئے دہائی دینے لگا۔

''ماتا'' اپنے بھگت کو بچا لو...... دہائی ہے ماتا...... دہائی ہے...... اپنے سچے سیوک کو بچا لو ماتا...... یہ ملیچھ تیرے پجاری کو مار ڈالے گا...... بچا لو ماتا...... بچا لو......''

اس کی بے بسی پر میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور پھر کسی خونخوار چیتے کی طرح غرا کر کہا۔

''دھرمے'' تجھے تو تیرا بھگوان بھی معاف نہیں کرے گا۔ تیری کالی کرتوتوں پر وہ بھی تجھ سے ناراض ہو چکا ہے ثبوت چاہیے تجھے میری بات کا............ تو یہ دیکھ۔

دھرم ناتھ نے خون سے لتھڑا ہوا چہرہ اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے بے بسی جھلک رہی تھی۔ پھر وہ خوفزدہ انداز میں کالی کے بت کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ ایک دیوہیکل بت تھا۔ جسے ایک چبوترے پر رکھا گیا تھا۔ اچانک ہی وہ بت فضا میں بلند ہو گیا۔ یہ دیکھ کر دھرم ناتھ اور وہاں پر موجود دوسرے پجاریوں کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ میں خود حیران نظروں سے بت کو دیکھ رہا تھا بت تیزی سے ان پر آ گرا۔ بت کے گرتے ہی میں نے بت کے پیچھے رینو کا دیوی کو دیکھا جو کہ سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ میرے علاوہ وہ کسی اور کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ دھرم ناتھ نے خود پر بت کے گرنے سے پہلے ہی بڑی پھرتی سے کام لیا اور تیزی سے کلا بازی کھاتے ہوئے چبوترے کے پیچھے جا گرا۔ دو پجاری عین بت کے نیچے تھے وہ باوجود کوشش کے خود کو نہ بچا سکے اور منوں وزنی بت کے نیچے دب کر رہ گئے۔ ان کے حلق سے نکلنے والی آخری چیخیں بڑی کربناک تھیں۔ بھاری بھرکم بت بھی گر کر چکنا چور ہو گیا تھا۔ اور اس کے نیچے پجاریوں کا بھرتہ بن چکا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر وہاں پر موجود ہجوم میں سے کئی لوگوں کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ میں تیزی سے چبوترے کی جانب لپکا۔ مگر مجھے تھوڑی سی دیر ہو گئی تھی۔ دھرم ناتھ نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا۔ میرے چبوترے کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس نے اپنی ساحرانہ قوتوں سے کام لیتے ہوئے اپنے اور میرے بیچ آگ اور دھوئیں کی دیوار حائل کر دی۔ میں نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تیزی سے مردہ پجاریوں کی لاشوں کو پھلانگتا ہوا چبوترے کے اوپر چڑھا مگر افسوس دھرم ناتھ تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ میں بے چینی سے ادھر ادھر بھاگ کر دیکھا۔ مگر ہندو بھگوڑا ایک مسلمان سے مقابلہ نہ کر سکا اور وہاں سے راہ فرار اختیار کر گیا مجھے دل میں اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ دھرم ناتھ تو بہر حال زبردست ساحر تھا کیونکہ اس طرح کسی کی آنکھوں کے سامنے غائب ہو جانا معمولی بات نہیں تھی۔

دھرم ناتھ کے فرار ہو جانے کے بعد میں بری طرح سے جھنجھلا گیا۔ اسی جھنجھلاہٹ نے میرے ذہن کو بھی منتشر کر دیا۔ میں نے ایک بار پھر آگے پیچھے جا کر اچھی طرح سے جائزہ لیا کہ دھرم ناتھ کس طرف فرار ہوا۔ مگر میں اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا مجھے خود پر غصہ آ رہا تھا کہ میری لاپرواہی سے اس درندے کو بھاگ جانے کا موقع مل گیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا اب مجھے پھر اسے ڈھونڈنا اور اسے انجام تک پہنچانا تھا۔ میں نے اپنی ناکامی پر سیخ پا ہو کر چلا کر جگو کو پکارا۔

''جگو!''

''حاضر ہوں مائی باپ'' جگو جو کہ حیرت کے سمندر میں غوطے کھا رہا تھا کہ ایک دم گھبرا کر بولا۔

''اس کتے دھرمو کے باقی ساتھیوں کو قابو کر لو۔ خبردار کوئی بھاگنے نہ پائے اور سنو کسی عورت کو کچھ مت کہنا۔''

''جو حکم مائی باپ'' جگو نے پھرتی سے اپنی جگہ سے حرکت کرتے ہوئے کہا۔

جگو کے ایک اشارے پر اس کے ساتھیوں نے وہاں پر موجود بیس کے قریب پجاریوں پر ہلہ بول دیا۔ پجاری جو کہ پہلے دھرم ناتھ کی درگت بنتے دیکھ کر اور پھر اس کے فرار ہو جانے پر پہلے ہی خوفزدہ تھے اور فرار کی راہ ڈھونڈھ رہے تھے۔ اس اچانک حملے پر اور بھی بوکھلا گئے۔ جگو اور اس کے ساتھیوں نے انہیں مکوں اور ٹھڈوں پر رکھ لیا تھا۔ چند ایک نے رسیوں سے اس کی پٹائی کرنا شروع کر دی۔ مندر میں ایک بار پھر چیخیں گونجنے لگیں۔ ان میں سے کوئی بھی رحم کے قابل نہ تھا۔ ہر کوئی کسی نہ کسی طور پر دھرم ناتھ کے جرم میں شریک رہا تھا۔ اس لیے مجھے ان پر بالکل رحم نہیں آ رہا تھا۔ ان کے منہ سے نکلتی ہوئی کربناک چیخیں مجھے سکون بخش رہی تھیں۔ یہ سب ظالم تھے..... درندے تھے..... دھرم ناتھ کے چھوڑے ہوئے دلال تھے۔ جو معصوم لڑکیوں کو اغوا کر کے دھرم ناتھ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ اس لیے یہ کسی بھی طرح قابل رحم نہ تھے۔ جگو کے ساتھ اب ہجوم میں

سے بھی کئی آدمی نکل کر ان پر پل پڑے تھے ان میں زیادہ تر ان لڑکیوں کے بھائی اور باپ تھے جو دھرم ناتھ کی درندگی کا نشانہ بنی تھیں۔

جگو اور ان کے ساتھیوں نے مار مار کر پجاریوں کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ وہ سب بڑی بے رحمی سے انہیں پیٹ رہے تھے۔ تمام داسیاں ایک کونے میں کھڑی خوف سے تھر تھر کانپتی ہوئی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ حالانکہ انہوں نے بخوبی سن لیا تھا کہ میں نے جگو کو منع کر دیا تھا کہ انہیں ہاتھ نہ لگائے مگر وہ پھر بھی بار بار سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

مندر کا سفید سنگ مرمر کا فرش ان پجاریوں کے گندے خون سے سرخ ہو چکا تھا۔ میں نے دیکھا ان میں سے کئی پجاری اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے جگو کو روکتے ہوئے آواز دی۔

''بس جگو بس کرو..... ان کے لئے اتنی سزا کافی ہے۔ باقی کام پولیس پورا کرے گی۔ ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دو۔ جلدی کرو ہمیں ابھی یہاں پر قید بے گناہوں کو بھی چھڑانا ہے۔'' میری آواز پر جگو اور اس کے ساتھی مشینی انداز میں رک گئے۔ انہوں نے ادھر ادھر سے رسیاں اکٹھی کیں اور زخموں سے کراہتے ہوئے پجاریوں کی مشکیں کس دیں۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں نے اپنے قدم داسیوں کی طرف بڑھائے۔ مجھے اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر ان میں سے کئی ایک خوف سے چیخیں مارنے لگیں۔ انہیں میرے بارے میں یقیناً غلط فہمی تھی۔ شاید انہوں نے مجھے بھی دھرم ناتھ جیسا ہی سمجھ لیا تھا۔ میں نے اپنے چہرے پر نرمی لاتے ہوئے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر انتہائی نرم لہجے میں ان سے مخاطب ہوا۔

''سنو، تمہیں مجھ سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے میں دھرم ناتھ نہیں شہریار احمد ہوں۔ میں اس ظالم کو اس کے کالے کرتوتوں کی سزا دینے آیا تھا۔ تاہم تم تو جانتی ہو کہ وہ کس قدر ظالم اور ہوس پرست تھا۔ پجاری کے روپ میں چھپا ہوا راکھشس تھا۔ اور میرے ساتھی جانتے ہیں کہ تم بالکل بے قصور ہو۔

میری اس وضاحت پر ان کے چہروں پر لہراتے ہوئے خوف کے سائے ختم ہونے لگے۔ اور ان کی جگہ اطمینان جھلکنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''آپ نے ٹھیک کہا مہاراج'' ان میں سے ایک دیوداسی نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے مجھے پرنام کرتے ہوئے کہا۔

''ہم واقعی نردوش ہیں۔ ہم دھرم ناتھ جیسے راکھشس کے سامنے بے بس تھیں۔ اس ہوس کے پجاری نے ہم میں سے کئی داسیوں کے ساتھ بھی بلا دکار کیا تھا مگر ہم اس کے سحر کے سامنے بے بس تھیں۔ ہم زبان نہیں کھول سکتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک داسی نے کوشش کی تھیں مگر اس دن کے بعد ہم اس کو زندگی بھر کبھی نہ دیکھ سکیں۔ تب راج پال نے ہمیں بتایا کہ دھرم ناتھ نے ناراض ہو کر اسے مندر کے اندھے کنویں میں پھینک دیا ہے۔ بس اس کے بعد کوئی اس کے سامنے سر نہ اٹھا سکا۔'' اتنا کہہ کر وہ داسی بری طرح سسکنے لگی۔

''بھول جاؤ پرانی باتوں کو..... اب یہاں پر دوبارہ کوئی دھرم ناتھ نہیں آئے گا۔ وہ بہروپیا زیادہ دیر تک مجھ سے نہیں بچ سکتا۔ میں اسے پاتال سے بھی نکال لاؤں گا۔ پھر تم لوگ اس کا عبرتناک انجام اپنی آنکھوں سے دیکھنا۔'' میں نے ان کو دلاسا دیتے ہوئے کہا۔

''بھگوان کرے ایسا ہی ہو'' وہ سسکتی ہوئی بولی۔

''انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا..... مگر تمہیں بھی ایک کام کرنا ہوگا'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''تم سب کو پولیس کے سامنے دھرم ناتھ اور اس کے ساتھیوں کے کالے کرتوتوں کے متعلق سب کچھ بتانا ہوگا۔ میں نے کہا۔

''ہم تیار ہیں ہم پولیس کو سب کچھ سچ سچ بتا دیں گے۔'' اس نے فوراً ہی رضامندی ظاہر کر دی پھر میرے کہنے پر جگو نے کچھ آدمیوں کو ان پجاریوں کے پہرے پر چھوڑا اور باقی آدمیوں کو ساتھی لے کر مندر کے ان کمروں کی طرف بڑھا جہاں پر دھرم ناتھ نے سلیم اور دوسرے لوگوں کو قید کیا ہوا تھا۔

''مہاراج سنیئے!'' اچانک اسی دیوداسی کی آواز آئی

میرے ساتھ دوسرے لوگ بھی رک کر اس کو دیکھنے لگے۔

''آپ کو ضرور ان لوگوں کی تلاش ہوگی جن کو دھرم ناتھ نے یہاں پر قید کر رکھا ہے''

''ہاں..... ہاں'' میں نے جلدی سے کہا..... ''کیا تمہیں ان کے بارے میں علم ہے؟'' میں

نے بے چینی سے پوچھا۔

''جی ہاں، آیئے میرے ساتھ.....'' وہ فوراً آگے بڑھی۔

میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ جگو اور اس کے ساتھی بھی ساتھ ساتھ تھے میں نے چلتے چلتے اس سے پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے.....؟''

''روپ متی'' وہ مسکرا کر بولی اب اس کا خوف بالکل ختم ہو چکا تھا۔

''تمہیں ان قیدیوں کے بارے میں کیسے پتہ چلا.....؟''

''وہ..... وہ.....'' وہ کچھ بتاتے بتاتے رک گئی۔ ساتھ ہی وہ کچھ افسردہ ہو گئی۔

''بولو، رک کیوں گئیں.....؟'' میں نے نرمی سے پوچھا۔

''وہ ظالم کئی بار مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کیلئے اسی تہہ خانے میں بلا چکا ہے..... وہیں میں نے ان کو دیکھا تھا'' وہ آہستہ سے دکھی لہجے میں بولی۔

''اوہ۔'' میں نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور پھر خاموش ہو گیا۔ کیونکہ میں اس کو مزید دکھی کرنا نہیں چاہتا تھا۔

وہ ہمیں لے کر تہہ خانے کی سیڑھیاں اترنے لگی۔ نیچے جا کر اس نے ایک کونے میں لگے بجلی کے سوئچ کو آن کیا تو تہہ خانہ روشن ہو گیا۔ وہ مختلف راہداریوں سے ہوتی ہوئی ایک جگہ جا کر رک گئی۔ یہاں پر راہدری نے دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے۔ جن کے دروازے بند تھے۔ اور ان پر تالے پڑے ہوئے تھے۔ وہ میری طرف دیکھ کر بولی۔

''مہاراج، ان کمروں میں آپ کو وہ لوگ مل جائیں گے۔''

''جگو، تالے توڑ دو'' میں نے کہا۔

جگو نے اپنی پسٹل نکالی اور تالے کے پرخچے اڑ گئے۔ پہلا کمرہ کھولا تو سامنے ایک شخص زمین پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اس کے پاؤں میں زنجیر بندھی ہوئی تھی۔ جسم پر تشدد کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔ اس کا لباس تار تار ہو چکا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس نے اٹھنے کی ناکام کوشش کی اور لڑکھڑا کر گر پڑا۔ جگو نے اس کو جلدی سے آگے بڑھ کر محبت سے سہارا دے کر بٹھایا۔ اس کے چہرے پر کرب کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آثار نمایاں تھے۔

''کیا نام ہے تمہارا دوست.....؟ میں نے قریب پہنچ کر نرمی سے کیا۔

''کیوں کیا اتنی جلدی نام بھی بھول گئے ہو میرا۔ اس کتے نے تمہیں میرا نام نہیں بتایا۔'' وہ حقارت سے بولا۔

''اے' یہ دھرم ناتھ کے ساتھی نہیں ہے اس کے دشمن ہیں۔ اسے بہت مارا انہوں نے۔'' روپ متی نے مسرت بھری آواز میں کہا۔

''واقعی، کہیں یہ بھی اس مکار کی کوئی چال تو نہیں ہے؟'' وہ بے یقینی سے بولا۔

''نہیں دوست، یہ سچ کہہ رہی ہے۔ ہم لوگ تمہارے دشمن نہیں دوست ہیں۔ میرا نام شہریار احمد ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟

''کیا تم مسلمان ہو؟' وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

''الحمدللہ! میں مسلمان ہوں'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''میرا نام سلیم اللہ خان ہے..... مجھے دھرم ناتھ نے.....''

میں سب جانتا ہوں۔ اور یہ بھی سن لو..... میں یہاں صرف تمہاری اور نیلوفر کی مدد کے لئے آیا تھا۔ مگر یہاں آ کر اور بھی بہت سے لوگ ایسے ملے جو دھرم ناتھ کے ظلم کا شکار تھے۔ اس لیے اب تمہارے ساتھ ساتھ مجھے ان کا بھی بدلہ لینا ہے اس درندے سے'' میں نے ایک عزم سے کہا۔

''مگر آپ کو ہمارے بارے میں کیسے پتہ چلا.....؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ فرصت میں سناؤں گا تمہیں۔ میں نے جلدی سے کہا۔

پھر میرے اشارے پر جگو نے اس کو زنجیر سے آزادی دلائی اور جگو کا ایک ساتھی اسے سہارا دے کر کمرے سے باہر لے گیا۔ اگلے کمرے سے ہمیں وہی لڑکی مل گئی جس کو کل رات دھرم ناتھ نے اغوا کرایا تھا۔ اس بے چاری کا رو رو کر برا حال ہو چکا تھا۔ روپ متی نے آگے بڑھ کر اسے پیار سے گلے لگایا اور آزادی کی خوشخبری سنائی۔ ایک اور کمرے سے دو لڑکیاں مزید برآمد ہو گئیں جن کو مختلف علاقوں سے اغوا کیا گیا تھا۔

ان سب کو لے کر ہم باہر نکل آئے۔ لوگوں نے حیرت سے ان مظلوموں کو دیکھا اور ان

مظلوموں نے بھی حیرت اور خوشی سے اتنے بڑے ہجوم پر نظر دوڑائی۔ تب انہیں اپنی اپنی آزادی کا یقین آ گیا۔ اچانک فضا میں پولیس گاڑیوں کے سائرن کی آواز گونجنے لگی۔ سب لوگ گردنیں موڑ موڑ کر مندر کے باہر والے گیٹ کی جانب دیکھنے لگے۔

سائرن کی آوازیں تیزی سے نزدیک آ رہی تھیں۔ میں نے مسکرا کر معنی خیز نظروں سے جگو کی طرف دیکھا جسے میں نے اپنے پروگرام سے آگاہ کر دیا تھا۔ جگو نے بھی مسکرا کر مجھے دیکھا۔ پھر مندر کی پتھریلی سیڑھیوں سے بھاری بوٹوں کی دھمک سنائی دی۔ انسپکٹر خان میرے ساتھ طے کئے ہوئے پروگرام کے مطابق بالکل ٹھیک وقت پر پہنچا تھا۔ سب سے پہلے مجھے خان کا چہرہ نظر آیا۔ اس کے ساتھ انسپکٹر و نو دو اور بیس پچیس پولیس والے ہاتھوں میں بندوقیں پکڑے نمودار ہوئے تھے۔

پولیس کو لوگوں نے ایک طرف ہو کر راستہ دیا۔ پولیس والے مندر میں خونی اور بندھے ہوئے پجاریوں کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ انسپکٹر خان بھی چونک پڑا۔ پھر اس نے اپنی حیرت پر قابو پایا اور تیزی سے آگے بڑھا۔ پسٹل اس کے ہاتھ میں تھی۔

''کس نے کیا یہ سب کچھ.....؟'' اس نے جان بوجھ کر لاعلم بنتے ہوئے کڑک کر کہا۔

''میں نے کیا خان..... یہ سب کچھ میں نے کیا ہے'' میں نے آگے بڑھ کر سینا تان کر کہا۔'' میں نے..... شیرو دادا نے یہ سب کچھ کیا ہے''۔

''نہیں..... یہ میں نے کیا ہے.....'' اچانک جگو نے جذباتی انداز میں کہا۔

''نہیں صاحب ..... یہ میں نے کیا ہے،، جگو کا ایک ساتھی جلدی سے آگے بڑھ کر بولا۔

''یہ ہم نے کیا ہے..... یہ ہم نے کیا ہے.....'' اچانک وہاں پر موجود سب لوگ پرجوش انداز میں بولے۔

خان حیرت سے چاروں طرف گھوم کر رہ گیا۔

''یہ مجرم ہیں خان..... عزتوں کے لٹیرے ہیں..... ہوس کے پجاری ہیں..... مذہب کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں میں نے سرد لہجے میں کہا.....'' ان کا یہ حشر میں نے اور میرے ساتھیوں نے کیا ہے۔

''مگر..... یہ..... وہ..... خان نے بے چین ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔ میں نے افسردہ ہوکر کہا۔

''مجھے افسوس ہے خان...... ان کا گرو...... وہ بڑا شیطان دھرم ناتھ، زخمی حالت میں بھی اپنی مکاری سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا مگر وہ بچ کر نہیں جاسکتا مجھ سے۔ بہت جلد وہ دوبارہ میری گرفت میں ہوگا۔ میں نے پرعزم لہجے میں کہا۔

میری بات پر خان افسردہ ہوگیا مگر پھر بھی میرے ارادے اور میرے موجودہ کارنامے کو دیکھتے ہوئے وہ کافی حد تک مطمئن ہوگیا۔

''خان صاحب! یہ وہ لڑکیاں جن کو دھرم ناتھ نے اغوا کر کے قید کیا ہوا تھا۔ اور یہ نوجوان بھی اس کی قید میں تھا۔ دھرم ناتھ کے جرائم کی گواہی یہاں کی دیوداسیوں سے تمہیں مل جائے گی۔ دھرم ناتھ کے جرم میں شریک یہ جھوٹے پجاری آپ کے سامنے ہیں ان سے ان کے جرائم کا اعتراف کرانا آپ کا کام ہے۔'' میں نے پروقار لہجے میں خان کو مختصر تفصیل بتائی۔

''شکریہ! شیرو دادا...... تم نے ایک بار پھر قانون کی مدد کی ہے۔ اس کیلئے ہم سب تمہارے شکر گزار ہیں۔ خان نے گرمجوشی سے مجھے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''او کے خان صاحب، باقی باتیں پھر ہوں گی...... اب اجازت...... میں نے مسکرا کر خان سے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''او کے......، ایک بار پھر آپ کا بہت بہت شکریہ شہریار احمد۔'' خان نے مجھے ماتھے پر ہاتھ رکھ سلام کرتے ہوئے آہستہ سے کہا اور میں معنی خیز نظروں سے اسے دیکھتا ہوا مندر سے باہر چل پڑا

۔

میں کالی کے مندر سے باہر نکل آیا تو پیچھے پیچھے جگو اور اس کے ساتھی بھی چل پڑے ان کے عقب میں بستی کے لوگ تھے جو ہمارے ساتھ یہاں تک آئے تھے۔ ان کے چہرے خوشی سے مہک رہے تھے۔ اس کے باوجود کے دھرم ناتھ پکڑا نہیں جاسکا تھا۔ مگر اس کا چہرہ بے نقاب ہونے اور اس کے فرار ہونے پر بھی انہیں بہت زیادہ خوشی تھی اور شاید اس لیے بھی کہ انہیں اب اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ مجرم کے فرار ہو جانے سے ان کی ماؤں اور بہنوں کی عزت محفوظ ہوگئی ہے۔

یہ لوگ پورے جوش وخروش کے ساتھ نعرے لگاتے ہوئے میرے پیچھے چلے آرہے تھے۔ اب

لے جوش وخروش میں میرے لیے عقیدت بھی تھی۔ ان کو پتہ چل گیا تھا کہ ان کا شیرو دادا......''

صرف شیرو دادا ہی نہیں...... بہت سی پراسرار طاقتوں کا مالک بھی ہے۔ ان طاقتوں کا جن سے کام لے کر اس نے دھرم ناتھ جیسے ساحر کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جگو کے سمجھانے بجھانے کے باوجود بھی لوگ ہمارے ڈیرے پر چلے آئے۔ میں تو اپنے کمرے میں چلا آیا۔ لوگ باہر میدان میں بیٹھ گئے۔

جگو بھی میرے کمرے میں آیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے یوں اسے ہاتھ باندھے اور سر جھکائے کھڑے دیکھا تو بے اختیار ہنس کر بولا۔

''اوئے جگو'' کیا ہوا تجھے......؟ اس طرح مجرموں کی طرح کیوں کھڑا ہے۔ یہ تھانہ یا عدالت نہیں تیرا اپنا ڈیرہ ہے میرے یار۔''

''وہ جلدی سے آگے بڑھ کر میرے پیروں کو چھو کر بولا'' مائی باپ آپ تو بہت پہنچی ہوئی چیز ہیں ...'' مجھ سے کوئی بھول ہوگئی ہو تو مجھے ضرور معاف کر دینا۔ میں تو آپ کو پہچان ہی نہیں سکا۔ سرکار''۔

اوئے بےوقوف یہ کیا ہوگیا تجھے اب مائی باپ کے ساتھ سرکار کا دم چھلا بھی لگا دیا تم نے...... ارے میں تمہارا مائی دادا ہوں اور بس...... اور ہاں باہر لوگ جمع ہیں ان سب کے لئے کھانے کا انتظام کرو میری طرف سے...... آج یہ سب میرے مہمان ہیں...... پوری بستی میں اعلان کرادو کہ آج سب کھانا یہاں ہی کھائیں گے۔ کوئی شخص بھوکا نہیں رہے گا۔ بندوبست بڑا شاندار ہونا چاہیے میں نے جیب سے کئی بڑے نوٹ نکال کر جگو کی طرف بڑھا دیئے۔

''سرکار۔ مائی باپ...... اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے...... اس خادم کے پاس بہت کچھ ہے'' وہ جلدی سے بولا۔

''میں جانتا ہوں تیرے پاس بہت پیسہ ہے...... اسے بھی اپنا ہی مال سمجھ۔ تیرے اور میرے پیسے میں کوئی فرق نہیں ہے...... اچھا...... سمجھ گیا...... بس اب جا اور جلدی سے انتظام کر......'' میں نے محبت سے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

''جو حکم سرکار مائی باپ'' وہ الٹے پاؤں باہر نکل گیا۔ میں اس کی اس عقیدت پر مسکرا کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد باہر سے جے ہو...... شیرو دادا...... کی جے ہو...... جے ہو...... شیرو دادا جندہ باد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

..... کے زوردار نعرے گونجنے لگے۔

کچھ دیر بعد جگو میرے قدموں میں بیٹھ کر میری ٹانگیں دبانے لگا..... اچانک کسی خیال کے تحت وہ چونک کر بولا۔

''سرکار مائی باپ وہ کتے کا پلا تو بھاگ گیا اب کیا سوچا آپ نے.....؟''

میں نے ایک دم سیدھا ہوتے ہوئے کہا ''جگو دھرم ناتھ دنیا کے کسی بھی کونے میں چلا جائے وہ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتا ایسی بڑی عبرت ناک موت ماروں گا..... اس حرامی نے اتنے گناہ کیے ہیں کہ میں اسے کسی بھی قیمت پر معاف نہیں کروں گا۔ وہ زمین کی ساتویں تہہ میں بھی چھپ جائے تو میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔ مجھے ایک آدھ دن یہاں مصروف رہنا پڑے گا۔ کیونکہ ابھی پولیس کی کارروائی ہونا باقی ہے ذرا اس سے فارغ ہو جاؤں تو پھر اس سے بھی نپٹ لوں گا۔ ویسے بھی ابھی تک وہ اپنے زخم چاٹنے پر مجبور ہوگا۔

میں جگو کے ساتھ باہر نکل کر کھانے کی تیاریوں کی جائزہ لینے لگا۔ مجھے دیکھ کر لوگ محبت و عقیدت سے کھڑے ہو گئے۔ میں نے ان سادہ دل لوگوں کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ جن کی نظروں میں مجھے کسی دیوتا کی عزت حاصل ہو گئی تھی۔ ڈیرے کے ایک کونے میں عارضی چولہے بنا کر ان پر دیگیں چڑھا دی گئی تھی اور چھ سات آدمی کھانا بنانے میں مصروف تھے میں مطمئن ہو کر واپس آ گیا۔

میرے کہنے پر جگو نے چائے اور کھانے کے پہلے ہلکی پھلکی چیزوں کا آڈر دے دیا تھا ابھی میں اطمینان سے بیٹھا ہی تھا کہ اچانک ایک آدمی کمرے میں داخل ہو کر بڑے ادب سے بولا۔

''سرکار! انسپکٹر خان اور پولیس کمشنر آپ سے ملنے آئے ہیں۔''

''انہیں اندر بھیج دو.....'' میں نے تکیے سے ٹیک لگا کر کہا۔''

''نمستے! شیر وداد.....'' دروازے پر کھڑے پولیس کمشنر کی آواز میرے کانوں میں پڑی اس کے پیچھے کھڑے انسپکٹر خان کے لبوں پر فتح سے بھرپور مسکراہٹ مچل رہی تھی..... میں نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔''

''تشریف لائیے کمشنر صاحب'' وہ دونوں اندر آئے تو میں نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔

''کیا دھرم ناتھ کے خلاف آپ کو گواہیاں اور ثبوت مل گئے.....؟'' میں نے معنی خیز انداز میں

پوچھا۔

''سب کچھ مل گیا۔ مندر کی تمام داسیوں نے رضا کارانہ طور پر بغیر کسی دباؤ کے اس کے خلاف بیان دے دیے ہیں۔ ثبوت کے طور پر مندر سے برآمد شدہ لڑکیاں اور سلیم اللہ اور نیلوفر ہی کافی ہیں مگر افسوس کہ مجرم فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ کوئی بات نہیں ہم نے سارے شہر میں اپنے آدمیوں کو پھیلا دیا ہے..... وہ ضرور اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔'' کمشنر نے بڑے جوش سے کہا میں نے کمشنر کی سادہ دلی پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ کمشنر نے مجھے حیرت سے دیکھا اور پوچھا۔

''شیر وداد! کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی.....؟''

''جی ہاں'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''وہ کیا.....؟'' وہ بدستور اسی انداز میں بولا۔

''وہ یہ کہ اب شاید بھول گئے ہیں کہ دھرم ناتھ کوئی عام مجرم نہیں بلکہ کالے علم کا بہت بڑا ماہر ہے وہ آپ کی پولیس کے قابو کبھی نہیں آ سکتا۔ اور نہ ہی آپ کی پولیس اس پر قیامت تک قابو پا سکتی ہے۔ اسے میں ہی قابو کروں گا اور میرا یہ آپ سے وعدہ ہے کہ ایک روز دھرم ناتھ کو پکڑ کر اسی مندر کے سامنے لاؤں گا اور اسے عبرتناک سزا دوں گا۔ میں نے ایک عزم سے کہا'' او، واقعی یہ تو میں بھول ہی گیا تھا'' پولیس کمشنر شرمندگی اور تشویش کے ملے جلے انداز سے بولا۔''

''آپ بے فکر ہو کر بیٹھے جائیں اور بڑے شوق سے اپنے آدمیوں کو بھی واپس بلا لیں۔ دھرم ناتھ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔'' میں نے کمشنر کو تسلی دیتے ہوئے کہا''۔

اتنے میں چائے وغیرہ آ گئی۔ اس سے فارغ ہو کر پولیس کمشنر اور خان چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ جگو کھانے وغیرہ کا انتظام دیکھنے کے لیے باہر چلا گیا۔ دروازے پر دو آدمی اسلحہ لیے پہرہ پر کھڑے تھے۔ میرے منع کرنے پر بھی جگو نے سب کچھ اپنی تسلی کے لیے کیا تھا۔ اور جگو کے اصرار پر مجھے خاموش ہو جانا پڑا۔ دو تین گھنٹے کی نیند نے مجھے ایک بار پھر تازہ دم کر دیا تھا۔ باہر شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ جب میں نے نہا کر کپڑے بدلے تو رہی سہی تھکن بھی دور ہو گئی۔ میں باتھ روم سے باہر آیا۔ تو جگو کو اپنا منتظر پایا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کھانے وغیرہ کا انتظام ہو گیا ہے.....؟''

''جی ہو گیا! مائی باپ، بس آپ کا انتظار ہے'' وہ سر جھکا کر بولا۔

''اچھا تو چلو پھر.....'' میں نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

''ہم دونوں باہر آ گئے میرے آگے آگے جگو دائیں بائیں اور پیچھے پانچ سات آدمی ہاتھوں میں پسٹلیں لیے بڑے چوکنے انداز میں چل رہے تھے یقیناً انہیں جگو نے اس بات کی تلقین کی ہوگی۔ حالانکہ مجھے اس سے الجھن ہو رہی تھی۔ مگر اس میں بھی جگو کی محبت شامل تھی۔ میں اس کھرے انسان کا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا۔

ہم لوگ چلتے ہوئے اس میدان میں آ پہنچے جہاں گزشتہ روز دھرم ناتھ کے غنڈوں سے مقابلہ ہوا تھا۔ وہاں پورے میدان میں دریاں اور ان کے اوپر سفید چادریں بچھی ہوئیں تھیں لوگ آمنے سامنے قطار در قطار بیٹھے ہوئے تھا ان کے سامنے کھانے کے برتن چنے ہوئے تھے۔ بس صرف میرا ہی انتظار تھا مجھے آتا دیکھ کر سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ فضا میں ایک بار پھر میرے نام کے نعرے گونجنے لگے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر مسکراتے ہوئے انہیں خاموش کیا اور پھر کھانا تقسیم ہونے لگا۔ میں نے اور جگو نے بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا میری اس بات سے ان لوگوں کو بہت خوشی ہوئی ان کے لیے یہ بہت بڑی بات تھی۔

کھانے سے فارغ ہو کر انہوں نے خود ہی برتن وغیرہ سمیٹ کر ایک کونے میں ڈھیر کر دیے میں بھی ان لوگوں میں گھل مل کر ان کی خیر خیریت پوچھتا رہا۔ یہ سب غریب مگر دل کے بہت امیر لوگ تھے ان کے دل محبتوں سے بھرے ہوئے تھے۔ جو وہ مجھ پر کھل کر نچھاور کر رہے تھے۔ کوئی جھک کر میرے پاؤں چھونے لگتا تو میں اس منع کرتا اتنے میں دوسرا میرے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگتا۔ کافی دیر کے بعد میں بڑی مشکل سے ان لوگوں کے درمیان سے نکل سکا۔ میں نے جگو سے واپس چلنے کے لئے کہا تو وہ ہنس کر کہنے لگا۔

''وا بھئی کہاں مائی باپ'' ان لوگوں نے آپ کی اعزاز میں بڑے جشن کا اہتمام کیا ہے۔ بڑا ڈھول ڈھمکا کریں گے آج یہ لوگ''

''مگر جگو''

''مائی باپ میں نے ان لوگوں کو بہت منع کیا تھا مگر ان کی محبت دیکھ کر میں بھی مجبور ہو گیا آپ بھی ان کا دل نہ توڑیں'' وہ میری بات کاٹ کر بولا۔

''اچھا جیسے تمہارا مرضی'' میں مجبوری سے ہنس دیا۔

پھر رات گئے تک واقعی یہ لوگ جشن مناتے رہے کبھی نوجوانوں کی ٹولیاں ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتیں۔ کبھی آپس میں گتھیاں ہوئیں تو کبھی ایک کونے میں بیٹھی بستی کی لڑکیاں اپنی سریلی آواز میں لوک پر لوک گیت گانے لگتیں۔ آدھی رات کے وقت پر ہنگامہ ختم ہوا تو میں اور جگو اپنے ساتھیوں سمیت ڈھیرے پر آ کر ہو گئے۔

جب دوبارہ میری آنکھیں کھلیں تو میں حیرت سے اچھل پڑا میں جگو کے ڈیرے میں ہونے کے بجائے کسی پختہ فرش پر چٹ لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اس بات کا کافی دیر تک محسوس کرنے کے بعد کہ کمرے میں میرے سوا کوئی اور نہیں ہے آہستہ آہستہ اٹھ بیٹھا میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا میں ایک مختصر سے کمرے میں ننگے فرش پر پڑا تھا۔ بظاہر وہ کسی عمارت کا تہہ خانہ ہی لگ رہا تھا۔ وہاں فرنیچر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ کمرے میں لوہے کا صرف ایک دروازہ تھا۔ اس کے علاوہ کافی بلندی پر ایک روشندان نما صورت میں کھلا نظر آ رہا تھا جس سے ہوا اور روشنی آ رہی تھی۔ لیکن اندر سے باہر نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ میں نے اپنی جیبوں کو ٹٹولا میری ہر چیز موجود تھی۔ میرے ذہن نے تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ مگر مجھے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ جو لوگ مجھے یہاں تک لا سکتے ہیں وہ کسی بھی لمحے مجھے پریشان کرنے یا اپنی خواہش کو پورا کرانے آ سکتے تھے۔

میں ابھی ان تمام امکانی پہلوؤں پر غور کر رہا تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کہ میں کمرے میں تنہا نہیں ہوں کوئی اور بھی میرے قریب موجود ہے حالانکہ میں چند لمحے پیشتر اس چھوٹے سے کمرے کا چپہ چپہ جائزہ لے چکا تھا لیکن میری چھٹی حس مجھے کسی اور کی موجودگی کا احساس دلا رہی تھی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا اور پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ ایک نازک سی خوش اندام دوشیزہ تھی۔ اس کا حسن دیومالائی کہانیوں کی دیویوں اور دیوداسیوں سے بھی زیادہ جاذب نظر تھا۔ اس نے ایک باریک ساڑھی پہن رکھی تھی۔ جس کے اندر سے اس کے جسمانی نقوش حشر برپا کرتے نظر آ رہے تھے۔ اس کے درز گیسو اس کے شانوں پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے گلابی ہونٹوں کو کسی گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دی جا سکتی تھی۔ اور اس کے گداز ہونٹوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ اتنی سحر انگیز تھی۔ اس کی بادامی نگاہوں میں شراب کی تلچھٹ تھی۔ وہ اتنی پرخمار تھیں کہ میرے ذہن پر ہلکا ہلکا نشہ طاری ہونے لگا۔ اس کے خوبصورت گالوں کی سرخی کسی زاہد کی توبہ توڑنے کے لیے بہت کافی تھی۔ وہ اپنی تمام تر جسمانی حشر سامانیوں کے ساتھ مجھ سے صرف دو قدم کے فاصلے پر کھڑی اپنے حسن کا جادو جگا رہی تھی۔ شاید کسی ماہر تراش نے اس کی جسمانی نشیب و فراز کو مرمر میں ڈھال کر اس میں روح پھونک دی تھی۔ بلاشبہ میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنی خوبصورت، حسین اور بھرپور دوشیزہ نہیں دیکھی تھی۔ وہ مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی اس کے ہونٹوں پر کھیلنے والی قاتل مسکراہٹ میرے وجود کو گنگنا رہی تھی اس کے شباب کا جادو مجھے خوابوں کی حسین و پرکیف وادیوں کی سیر کرا رہا تھا مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔

اس تہہ خانے میں ہاں سے ایک قیدی کی حیثیت سے تھا۔ وہاں اس نوخیز حسینہ کی موجودگی کا جو کہ میرے دل و دماغ پر قیامت بن کر ٹوٹ رہی تھی بھلا کیا مقصد ہو سکتا تھا۔ اور کمرے میں وہ کس وقت اور کس راستے سے داخل ہوئی تھی کہ مجھے اس کی بھی کوئی متعلق خبر نہیں ہو سکتی تھی۔

کیا میرے دشمن مجھے ایک ایسی حسینہ کے ذریعے تسخیر کرنا چاہتے ہیں جو اپنا جواب آپ ہی تھی۔ میرے ذہن میں معاً یہ خیال تیزی سے ابھرا دنیا میں ایسے بے شمار واقعات رونما ہو چکے ہیں جہاں کسی حسین عورت کی عشوہ طرازیوں نے دنیا کے نامور دانشوروں کو اس حسن بے مثال کی سواری کی خاطر گھوڑا بننے پر مجبور کر دیا تھا۔ تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ کسی خوبرو ملکہ کی آبرو کا ایک اشارہ پا کر کشادہ پیشانی کی ایک شکن عدالت کے فیصلوں کا رخ موڑ دیا کرتی تھی۔ بڑے بڑے زاہدوں کی سالہا سال کی ریاضتیں اور زہد و تقوی کسی نوخیز دوشیزہ کی ایک توبہ شکن انگڑائی کے آگے ہیچ ہو چکے تھے۔ میں تو قدرت کا ایک حقیر اور ناتجربہ کار بندہ تھا۔ میں نے خود کو اس کی نگاہوں کی فسوں خیزیوں سے بچانا چاہا لیکن اس کی آنکھوں میں ایسا سحر تھا جس نے مجھے پوری طرح تسخیر کر لیا تھا میں اس کے وجود کے چھلکتے ہوئے ساغر میں ڈوب رہا تھا۔

''اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہو.....'' ان کی نشیلی آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی۔

''تم..... تم..... میں نے رک رک کر کہا'' میں شاید تم کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔

وہاں تم ہی وہ قسمت کے دھنی ہو جس نے پہلی بار مجھے دیکھا ہے۔

''ہم..... میں..... سمجھا نہیں'' میں نے اس کے پیکر کو سرتاپا گھورتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تمہیں دیکھا ہے۔

''غور سے دیکھو.....'' وہ زیر لب مسکرائی۔

''پاروتی.....'' میں نے حیرت سے کہا۔

''ہاں میں پاروتی ہوں، مجھے پانے کیلئے اب تک نہ جانے کتنے سیاسی، بھگتا، مہاپرش اور ت پجاری اپنا سے برباد کر چکے ہیں۔''

وہ ٹھوس لہجے میں بولی۔ بڑے بڑے گیانی میری شکتی پر اپت کرنے کے لئے اپنے جیون سے ھو بیٹھے ہیں کوئی بھی اپنے مقصد میں سہل نہیں ہو سکا۔ پرنتو تمہاری بات اور ہے۔ وہ معنی خیز ہ میں مسکرائی۔ تم مجھے سندر لگے تھے۔ اور تم قسمت کے دھنی ہو کہ کسی جاپ اور بیٹھک کے بغیر ہارے ہاتھ آ گئی۔

''لیکن تم مجھ پر کیوں مہربان ہو گئی ہو؟''

''میں نے کہا نا کہ تم مجھے سندر لگے تھے۔ اسی کارن تمہیں اس دھرتی کا سب سے بلوان منش ے کو تمہارے پاس آ گئی۔

اس کے لہجے میں اپنائیت تھی۔

اگر میں بلوان نہ بننا چاہوں تو..... میں نے اس سے سوال کیا۔

اب تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ اس نے مجھے پیار سے گھورتے ہوئے فیصلہ نا لہجے میں کہا۔ اب صرف وہی ہو گا جو میں چاہوں گی۔

''لیکن''

''مورکھوں جیسی باتیں مت کرو۔ اس نے تیزی سے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''تم ابھی ری طرح سے پاروتی کی یہاں شکتی سے جانکاری نہیں رکھتے۔ میں جو چاہتی ہوں وہ اوش پورا ہوتا ے۔ اس دھرتی کی کوئی شکتی پاروتی سے زیادہ مہان نہیں۔ ابھی تم نے صرف پاروتی کو صرف پاروتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے روپ میں دیکھا ہے اس کی شکتی کا چمتکار اور روپ دیکھو گے تو تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں یہاں تک کیسے پہنچ گیا......؟''

''تم یہ بات پاورتی سے پوچھ رہے ہو جس کی شکتی اپرم پار ہے وہ خلا میں گھورتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔''میں سمندر کی گہرائیوں میں بھی جھانک سکتی ہوں۔ تمہیں یہاں تک راجہ ارجن سنگھ اور اس کے چیلے دھرم ناتھ نے پہنچایا ہے۔''

میں راجہ ارجن سنگھ اور دھرم ناتھ کا نام سن کر حیرت سے اچھل پڑا۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں بھی نہ تھا کہ میرا ٹکراؤ دوبارہ راجہ ارجن سنگھ سے بھی ہو سکتا ہے۔

''کیا دھرم ناتھ اور راجہ ارجن سنگھ دونوں آ رہے ہیں......؟''میں نے گفتگو کا رخ بدلا۔

''تم کوئی چنتا مت کرو۔ پاروتی کے ہوتے ہوئے کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ اس نے بڑے مخمور انداز میں میری طرف دیکھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ خلا میں گھورتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔ رجہ ارجن سنگھ، دھرم ناتھ اور اسکے سنگی ساتھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ مجھے بتاؤ کیا میں ان سب کو نرک میں جھونک دوں......؟''

''نہیں...... میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔''

''تم نہیں جانتے شہریار............! پاروتی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا'' راجہ ارجن سنگھ اس ناگ سے بھی زیادہ خطرناک ہے جس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں ہوتا۔ میں نے اسے شما کر دیا تب بھی یہ چین سے نہیں بیٹھے گا۔ تمہیں مارنے کے لیے نئے نئے جنتر منتر آزماتا رہے گا۔

''کیا تم راجہ ارجن سنگھ اور دھرم ناتھ کو یہاں آنے سے کچھ دیر کے لئے روک نہیں سکتیں؟

''مجھے بتاؤ کہ تمہارے من میں کیا ہے؟''

''میں جانتا ہوں کہ تم کسی طرح بھی انسپکٹر خان کو باخبر کر دو'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ راجہ ارجن سنگھ دھرم ناتھ اور ان کے ساتھی رنگے ہاتھوں پکڑے جائیں تاکہ انہیں پتہ چل سکے کہ میں انکے ہزوار کا توڑ کر سکتا ہوں۔

''جیسے تمہاری مرضی۔''

''پاروتی......''میں نے حالات اور موقع کی نزاکت کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک بار پھر بڑی
ت سے کہا۔''کیا میں تمہارے حسین و خوبصورت جسم کو چھو کر محسوس بھی کر سکتا ہوں؟''

''نہیں......''پاروتی نے تیزی سے کہا۔''جب تک میں نہ کہوں تم کبھی بھولے سے بھی میرے
م کو ہاتھ لگانے کی کوشش نہ کرنا۔''

''کیوں......؟''

جب دو شکتیاں آپس میں ٹکراتی ہیں تو ان میں سے کوئی ایک جل کر بھسم ہو جاتی ہے'' پاروتی نے
ی تیز انداز میں مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ پھر یکلخت وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ پھر میں بڑی
ک اس کے حسین تصور سے دل بہلاتا رہا۔

نہ جانے کتنی دیر گزری تھی کہ مجھے اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے کہ پورے تہہ خانے زلزلہ آ گیا ہو۔
ں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن میں اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔
ا ذہن آہستہ آہستہ مکمل تاریکی میں ڈوب گیا۔ نہ جانے میرا ذہن کتنی دیر تک تاریکی میں سفر کرتا ہا
ر آہستہ آہستہ اندھیرا چھٹنے لگا۔ تاریکی کی جگہ روشنی نے لینا شروع کر دی اور میرا شعور لمحہ بہ لمحہ
گنا شروع ہو گیا پھر میں نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں...... دوسرے ہی لمحے مجھے حیرت کا
ید ترین جھٹکا لگا۔ میں ایسی جگہ پر موجود تھا۔ جہاں چاروں طرف صرف پہاڑ ہی پہاڑ تھے دور
ک پہاڑ کی چوٹی پر مجھے ایک شاندار مندر نظر آیا۔ میں اٹھ کر اس مندر کی طرف چل پڑا۔ میری سمجھ
ں نہیں آ رہا تھا کہ میں وہاں سے یہاں تک کیسے پہنچ گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مجھے پاورتی نے
ہی بتایا تھا کہ دھرم ناتھ اور راجہ ارجن سنگھ اور اس کے ساتھی آ رہے ہیں اور اس کے بعد ایک دم
ے تہہ خانے میں مجھے زلزلہ آتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس کے بعد میرا ذہن مکمل تاریکی میں ڈوب گیا تھا
یں چلتا ہوا مندر کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ مندر کے گیٹ پر ایک سنہری تاج والے سانپ کا مجسمہ نصب
ا۔ میں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں مجھے بہت سے سانپ آزادانہ طور پر وہاں گھومتے ہوئے نظر
ئے جگہ جگہ خوبصورت چاندی اور پیتل کے پیالے پڑے تھے جو دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔
ت سے سانپ بڑی بےفکری سے پیالوں میں منہ ڈالے دودھ پی رہے تھے۔ انہیں مندر میں آنے
انے والوں کی کوئی پرواہ نہ تھی اور نہ ہی مندر میں آنے والے لوگ ان سانپوں سے خوفزدہ دکھائی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دے رہے تھے میں اور آگے بڑھا ایک بہت بڑا وسیع ہال تھا۔ سامنے ایک بہت بڑے چبوترے پر ایک بہت بڑے سانپ کا بت موجود تھا اس بت پر جا بجا خوبصورت ہیرے موتی جڑے ہوئے تھے۔ بہت سے لوگ اس کے سامنے سر جھکائے پوجا میں مصروف تھے۔ میں وہاں سے نکل کر اور آگے بڑھا ۔مختلف کمروں سے ہوتا ہوا۔ ایک کمرے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ دوازہ کھلا تھا۔ دھرم ناتھ سامنے ایک چوکی پر بیٹھا پیٹ پوجا میں مصروف تھا۔ حیرت انگیز طور پر اس کے زخم ماند ہو چکے تھے۔ وہ کافی بے فکر نظر آ رہا تھا۔

اچانک مجھے پائل کی جھنکار سنائی دی۔ آواز قریب آتی گئی۔ اور پھر میں ایک دم سکتے میں آ گیا

وہ ایک قیامت تھی..... قدرت کی حسین رعنائیوں کی مکمل شاہکار..... اس نے زرق برق چولی اور لنگی پہن رکھی تھی..... گلے میں قیمتی پتھروں سے مزین مالا تھی..... کسی جوگن کی طرح بال گوندھے ہوئے تھے..... بڑی بڑی ہرنی جیسی سیاہ آنکھیں جنہیں دیکھ کر کوئی بن پیئے ہی مدھوش ہو جائے۔ دودھ میں نہایا ہوا سنگ مرمر کی طرح سفید بدن..... جیسے کسی ماہر سنگتراش نے اس تراشے میں اپنے فن کی انتہاء کر دی ہو..... سرخ یاقوتی ہونٹ، کشادہ پیشانی..... جس پر ایک خوبصورت چھوٹا سا سونے کا سنہری سانپ چپکا ہوا تھا۔ اس کے حسن نے میرے ہوش و حواس گم کر دیے تھے۔

اچانک دھرم ناتھ کی آواز نے مجھے واپس میری دنیا میں دھکیل دیا۔

''آؤ..... آؤ..... مدھو کیسی ہو تم.....؟'' دھرم ناتھ کی آنکھوں اور اس کی آواز سے صاف طور پر اس کا جنسی ہیجان جھلک رہا تھا۔

''اچھا..... تو اس قیامت کا نام مدھو ہے.....؟ میں نے سوچا۔

''اچھی ہوں مہاراج..... ابھی ابھی پنڈت مجھے بتایا کہ آپ پدھارے ہیں۔ بس سنتے ہی درشن کرنے چلی آئی.....'' وہ مسکراتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بولی یوں لگا جیسے دو مندر میں گھنٹیاں بج رہی ہوں۔

''ہاں ہم ابھی آئے ہیں۔..... آؤ نا..... ہمارے پاس بیٹھو'' دھرم ناتھ کی آنکھوں میں شیطانیت ناچ رہی تھی۔ اس نے مدھو کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے قریب ہی بٹھا لیا..... مدھو مسکراتی ہوئی

دھرم ناتھ کے قریب بیٹھ گئی۔ میں دم بخود سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ دھرم ناتھ کھانا چھوڑ کر اب پوری طرح مدھو کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ پھر ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے اس کے ساتھ دست درازی کرنے لگے۔ اس کی آنکھیں ہوسناک انداز میں مدھو کے جسم کا طواف کر رہی تھیں..... اچانک مدھو تڑپ کر کھڑی ہو گئی۔

''ارے تم کھڑی ہو گئیں.....؟''..... بیٹھو نا مدھو رانی..... اتنی مدت بعد تو آج درشن ہوئے ہیں'' دھرم ناتھ بے قرار ہو کر اس کی طرف بڑھا۔

''شما کیجئے مہاراج'' وہ ہاتھ جوڑ کر عجیب سے لہجے میں بولی ''آپ جو جانتے ہیں کہ کوئی منش میرے شریر کو چھو تو سکتا ہے۔ پرنتو اس سے آگے بڑھنا کسی کے بس کی بات نہیں..... آپ کیلئے بھی نہیں..... تو پھر کیوں میری سوئی ہوئی آشا کو جگا رہے ہیں۔ آپ بڑے بلوان ہیں مہاراج..... پرنتو..... میری نس نس میں دوڑتے ہوئے زہر کے سامنے آپ بھی فراش ہو کر رہ جائیں گے۔ اور..... اور پھر میں ایک لمبے عرصہ تک اکیلی تڑپتی رہوں گی۔''

اس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی..... وہ بہت دکھی نظر آ رہی تھی پھر جیسے دھرم ناتھ بھی ہوش میں آ گیا۔ وہ ایک دم اپنی جگہ پر رک گیا..... وہ یوں لمبے لمبے سانس لے رہا تھا جیسے بہت طویل فاصلہ طے کر آیا ہو۔ پھر وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا ''میں بھول گیا تھا مدھو۔ تیرا بے پناہ حسن دیکھ کر میں سب کچھ بھول گیا تھا میں بھول گیا تھا کہ تیرے شریر میں لہو کی جگہ زہر دوڑ رہا ہے۔ اور میں تجھے دیکھ تو سکتا ہوں پرنتو اپنا نہیں سکتا..... یہ بڑا انیائے ہوا ہے تیرے ساتھ..... تیری جوانی کے ساتھ تو ساری زندگی یونہی بتا دے گی؟'' وہ نامرادی سے ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

''ہاں مہاراج..... یہ ہی میرا لیکھ ہے..... ناگ دیوتا کی یہ ہی اچھا ہے..... مجھے آپ جیسے مہان پجاری کو نراش کر کے بہت دکھ ہوا..... وہ ہاتھ جوڑ کر بولی ''مجھے شما کیجئے مہاراج..... میں آپ کے کسی کام نہ آ سکی، آپ کی کوئی سیوا نہ کر سکی''

اچانک دھرم ناتھ کی آنکھوں ایک عجیب سے چمک پیدا ہوئی وہ جلدی سے بولا ''مدھو..... تم چاہو تو تمہاری ایک اور طرح بھی سیوا کر سکتی ہو۔

''وہ کیسے مہاراج'' وہ حیرانی سے بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''وہ ایسے کہ ہمارا ایک ملیچھ سے واسطہ پڑ گیا ہے وہ اوش یہاں ہمارا پیچھا کرتا ہوا آئے گا..... تمہیں اسے اپنے زہر سے ختم کرنا ہوگا۔ یہ ہی ہماری سیوا ہوگی۔'' وہ نفرت سے بھرپور انداز میں بولا۔

''کہاں ہے وہ ملیچھ؟'' وہ غصے میں پھنکار کر بولی ''میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی مہاراج۔''

''بس آنے ہی والا ہوگا..... وہ دو تین دن میں یہاں پہنچ جائے گا..... وہ جب یہاں آئے گا تو ہم تمہیں بتا دیں گے۔ پر نتو اس سے ہوشیار رہنا کہیں اس کی چال میں نہ پھنس جانا..... اگر ایسا ہوا تو تم جانتی ہو کہ ہم کتنی مہان شکتی کے مالک ہیں.....؟ تمہیں جلا کر بھسم بھی کر سکتے ہیں..... وہ اپنی سرخ سرخ آنکھوں کو گھماتا ہوا بولا۔

''آپ چنتا نہ کریں مہاراج..... ہر کام آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا..... مدھو نے سر جھکا کر خوفزدہ انداز میں کہا ''اب مجھے آ گیا دیں..... پوجا کا وقت ہو رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے تم جاؤ.....'' دھرم ناتھ ہاتھ اٹھا کر بولا پھر ایک کونے میں پڑے تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

مدھو آہستہ آہستہ الٹے پاؤں چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ مدھو کے نکلتے ہی میں تیزی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں احتیاط سے دھرم ناتھ کی طرف بڑھنے لگا..... میں دھرم ناتھ کو اب فرار ہونے کا کوئی موقع دینا نہیں چاہتا تھا..... میری ذرا سی لاپرواہی اسے چوکنا کر دیتی..... اسی وجہ سے میں بڑی احتیاط اور صبر سے کام لے رہا تھا۔ میرے اور دھرم ناتھ کے درمیان کا فاصلہ لحہ بہ لحہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ فیصلے کی گھڑی لحہ بہ لحہ قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی..... جس کا مجھے شدت سے انتظار تھا اب میں دھرم ناتھ سے صرف ایک منٹ کے فاصلے پر تھا..... میں نے ہاتھ بڑھا کر دھرم ناتھ کو بالوں سے پکڑنے کیلئے ہاتھ بڑھایا لیکن مجھے میرے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ کسی نادیدہ قوت نے جیسے میرے جسم پر قبضہ کر لیا ہو۔ میرے اعصاب ایک دم ہی شل ہو گئے۔ میرے رگ و پے میں خوف کی ایک لہر سرایت کر گئی۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہ ہی خیال ابھرا تھا..... جیسے گندی اور ناپاک قوتیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہو.....'' اس سے قبل کہ میں مزید کچھ سمجھتا اچانک دھرم ناتھ کے سامنے والی زمین پر گہرا شگاف پڑا اور اس میں ایک پنڈت باہر نکل آیا..... وہ

باہر آتے ہی آلتی پالتی مارے زمین اور چھت کے درمیان متعلق ہو گیا..... اس کی داڑھی اور مونچھیں کسی خودرو جھاڑی کی طرح بڑھی ہوئی تھی۔ جسم پر گرد کی تہہ موجود تھی۔ دونوں ہاتھ اس نے مضبوطی سے گھٹنوں پر جما رکھے تھے۔ اس کے جسم پر ایک لنگوٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ماتھے پر بھبھوت کی لکیریں تھیں۔ وہ بھی اپنا رنگ تبدیل کر کے دھندلانے لگی تھیں۔ اس کی ہیبت بتا رہی تھی کہ وہ ایک طویل عرصے سے اسی حالت میں بیٹھا ہو۔ میرا اور اس کا فاصلہ بمشکل دس گز رہا ہوگا۔

زمین کے شق ہوتے ہی دھرم ناتھ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا..... ''مہاراج آپ اور.....؟'' دھرم ناتھ نے بوکھلائے لہجے میں پوچھا مگر اس نے تو جیسے دھرم ناتھ کی سنی ہی نہیں تھی..... وہ تو اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا..... دھرم ناتھ نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا۔ اور جب دھرم ناتھ کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ یوں اچھلا جیسے اچانک اسے کسی بچھو نے ڈنگ مار دیا ہو۔ میں نے ایک بار پھر آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن میں اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔

پھر اس نے تیزی سے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے..... اس کے ہاتھ بلند کرتے ہی اس میں سے نیلی شعاعیں سے نکل کر میرے جسم سے ٹکرائیں..... مجھے یوں لگا جیسے کسی نے تیزاب میرے اوپر انڈیل دیا ہو..... اور..... ہر ایک سیکنڈ کے بعد میری جسمانی تکلیف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ میرا دماغ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے مرحوم ہوتا جا رہا تھا..... اس سے پہلے کہ راجہ ارجن سنگھ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا۔ کمرے کی چھت پر ایک خلا نمودار ہوا..... اس کے ساتھ ہی میرے جسم کو جھٹکا لگا..... جیسے ہی میری جسم کو جھٹکا لگا۔ میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر دھرم ناتھ کو بالوں سے پکڑ لیا..... مگر دوسرے ہی لمحے مجھے ایک اور جھٹکا لگا اور میرے پیروں نے زمین چھوڑ دی۔ یقیناً مجھے بھی کسی نے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا تھا..... میں آہستہ آہستہ ان نادیدہ ہاتھوں کے شکنجے میں پھنسا فضا میں بلند ہو رہا تھا اور دھرم ناتھ کو بالوں سے پکڑا ہوا تھا اس لیے وہ بھی میرے ساتھ ہی فضا میں بلند ہوتا چلا گیا..... ہم اتنی تیزی سے فضا میں بلند ہوتے جا رہے تھے کہ مجھے آس پاس کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ نیچے دیکھا تو بلڈنگیں کھلونے کی مانند نظر آ رہی تھیں..... اچانک ہی ان نادیدہ ہاتھوں نے میرے بالوں کو چھوڑ دیا۔ میں اور دھرم ناتھ تیزی سے اتنی بلندی سے زمین کی جانب جانے لگے۔ میرے دل کی دھڑکن لحہ بہ لحہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

☆☆☆

ہم دونوں کسی بے جان تنکے کی طرح سے زمین کی طرف جا رہے تھے۔ ہم دونوں ہی جانتے تھے کہ اس سفر کے اختتام پر بھیانک اور لرزہ خیز موت جبڑا کھولے ہماری منتظر ہے۔ زمین سے ٹکرانے کے بعد شاید ہماری ہڈیوں کا وجود بھی نہ ملتا۔ ہمارے اور زمین کے درمیان فاصلہ کم سے کم ہوتا جا رہا تھا۔ ہر آنے والے لمحے پر میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی جا رہی تھیں۔ آنے والا ہر لمحہ مجھے موت سے قریب تر کرتا جا رہا تھا۔ میں نے موت کے خوف اور بے بسی سے آنکھیں بند کر لیں مگر دوسرے ہی لمحے میرا دماغ چکرا گیا۔ مجھے کسی نے اتنی شدت سے تھپڑ مارا تھا کہ میں فضا میں ہی کئی کلابازیاں کھاتا چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

میں کتنی دیر تک بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار رہا۔ اس کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں لیکن جب سے دوبارہ میری آنکھ کھلی تو میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ مجھے اپنی قوت بینائی پر شبہ ہو رہا تھا۔ یہ کسی پہاڑ کی چوٹی تھی اور میں اس پر موجود تھا۔ میرے قریب ہی میری مشین پسٹل موجود تھی۔ یہ سب کیسے ہوا؟ پھر پچھلا سارا منظر مجھے یاد آ گیا مجھے فضا میں تھپڑ مارنے والا کون تھا؟ مجھے ناگ مندر سے اٹھا کر لانے والا کون تھا اور میں اس پہاڑی پر زندہ سلامت کیسے پہنچ گیا؟ یہ سب ایسے سوال تھے جن کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ میں نے اس پہاڑی کا جائزہ لیا جس پر میں موجود تھا تو وہ بے حد سخت اور مضبوط تھی۔ میں ابھی اسی جائزے میں مصروف تھا کہ اچانک کسی جانب سے تیز شور کی آواز سنائی دی۔ چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ ہونے کی وجہ سے سمت کا اندازہ نہ ہو سکا۔ جب میں نے

آنکھیں گھمائیں تو دائیں جانب والی پہاڑ کی چوٹی پر بے شمار تندرست و توانا قبائلی شور مچاتے نیچے آتے نظر آئے۔ ان کے جسموں کی رنگت زردی مائل سفید تھی اور جسموں پر پہاڑی جانوروں کی کھالیں نظر آ رہی تھیں۔ درندے کے کسی بھڑکے ہوئے غول کی طرح وہ تیزی سے نیچے آئے اور پھر سیدھے بگا ہے مجھ پر پڑنے والی نظروں میں میرے لیے نفرت ہی نفرت تھی۔

ان لوگوں کو یوں اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر میری ریڑھ کی ہڈی میں سرد سی لہر دوڑ گئی۔ میں نے پھرتی سے اپنے قریب پڑی ہوئی مشین پسٹل اٹھائی اور بنا سوچے سمجھے ایک ہوائی فائر کر دیا۔

پہاڑوں سے گھرے اس خطے میں دھماکے کی آواز اتنی مہیب اور طویل تھی کہ میں بھی چونک پڑا۔ دھماکے کی بازگشت دور تک یوں گونجتی چلی گئی جیسے کوئی پلاٹون وقفے وقفے سے فائر کیے جا رہی ہو۔ ان لوگوں پر اس فائر کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ وہ چیختے چلاتے گرتے پڑتے بندروں کی پھرتی کے ساتھ ڈھلوان پر چڑھے اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

وقتی طور پر تو میں نے ان سے چھٹکارا حاصل کر لیا تھا مگر مجھے نہ جانے کیوں یقین تھا کہ ان کی یہ پسپائی عارضی ہے۔ میں وہاں سے اٹھ کر تیزی سے لپک کر ڈھلان پر چڑھنے لگا۔

میں ابھی وہ نصف ڈھلان بھی طے نہیں کر پایا تھا کہ اوپر بے شمار قبائلی چہرے نظر آئے اور میرے سنبھلنے سے پہلے ہی انہوں نے مجھ پر پتھراؤ کر دیا۔ میں گرتا پڑتا بمشکل نیچے تک آ سکا۔ پھر بھی میرے اوپر دو تین پتھر لگ ہی گئے۔ نیچے پہنچنے کے بعد اب جو میں نے سر اٹھایا تو چاروں طرف اونچی جگہ پر بے شمار قبائلی موجود تھے اور شور وغل سے پوری وادی سر پر اٹھائے ہوئے تھے یہ تو غنیمت تھا کہ ان کو بیک وقت پتھراؤ کا خیال نہیں آیا تھا ورنہ میں بری طرح سے سنگسار ہو کر رہ جاتا۔ میں نے پسٹل کا رخ دیکھنے کے لیے اس کا رخ ایک پہاڑی کی طرف کر دیا اور قبائلیوں کی پوری دیوار تیزی سے پیچھے سرکتی چلی گئی۔ یہ بھی غنیمت تھا۔ ورنہ اس پسٹل میں موجود چند گولیاں کتنی دیر تک میرا دفاع کر سکتی تھیں؟ میں قبائلیوں کو خوفزدہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لیے کوئی راہ تلاش کرنے لگا ایک پہاڑی کا انتخاب کر کے میں دوڑتا ہوا اس طرف ہو لیا۔ قبائلی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹتے رہے اور میں پیش قدمی کرتا رہا۔ پھر اچانک ہی انہیں ہوش آیا کہ کوئی دھماکہ یا نقصان ہوئے بغیر وہ پسپا ہوئے جا رہے ہیں تو وہ پھر اسی جگہ ڈٹ گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے ان کو ڈرانے کے لئے دو تین مرتبہ پسٹل لہرایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے..... آخر میں نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر اس بار ان کے غول پر براہ راست ایک فائر کر دیا۔

ہجوم میں سے بے شمار دہشت زدہ چیخیں بلند ہوئیں ایک شخص تڑپ کر نیچے گرا اور میں نے حیرت سے دیکھا کہ بھاگنے والوں نے درندوں کی طرح زخمی بدن کو چیر پھاڑ ڈالا اور جس کے ہاتھ جو بھی ٹکڑا آیا وہ لے بھاگا۔ یہ منظر دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے جو وحشی اپنے ساتھیوں کے حق میں ایسے سفاک ہوں وہ بھلا کسی اجنبی کے ساتھ کیا کچھ نہیں کر گزریں گے۔ ڈھلان چڑھنے کے بعد میرے سامنے ایک مسطح میدان پھیلا ہوا تھا۔ اس کی چوٹیوں پر موجود سارے قبائلی ایک ہی طرف بھاگے جا رہے تھے۔ لہٰذا انہیں سنبھلنے کا موقع دیے بغیر میں ان کے تعاقب میں ہو لیا اس طرح میں کم از کم ان کی آبادی ضرور دیکھ سکتا تھا۔

وہ لوگ بھاگنے میں اس قدر برق رفتار تھے کہ آناً فاناً میں مجھ سے بہت دور نکل گئے۔ میں نے بھی ہمت نہیں ہاری۔ اس بھاگ دوڑ کا اختتام پتھر سے بنے ہوئے بے شمار مکانات پر مشتمل ایک آبادی پر ہوا۔ میں آبادی سے چالیس پچاس گز دور ہی رک گیا۔ وہ لوگ مکانوں کی آڑ میں چھپے بری طرح سے چیخ رہے تھے۔ ان کے لیے پسٹل جیسا مہلک ہتھیار نیا تجربہ تھا۔ میرے پاس گولیاں کم اور دشمن کی نفری غیر محدود تھی۔ ایسی صورتحال میں طویل مقابلہ میرے لیے سراسر نقصان دہ ہوتا۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ انہیں اس قدر خوفزدہ کروں کہ سنبھلنا مشکل ہو جائے۔ مجھے اتنا تو یقین تھا کہ اس پسٹل کے سہارے میں با آسانی ان کی بستی میں گھس سکتا ہوں اگر وہاں سے مجھے ان کا کچھ دقیانوسی اسلحہ مل جاتا تو میں کوئی صورت حال نکال سکتا تھا۔

میں نے بستی کی طرف قدم بڑھائے تھے کہ مکانوں کی اوٹ سے پتھروں کا ایک بادل اڑتا ہوا میری جانب آیا مگر میں بوکھلاہٹ میں پھینکے ہوئے ان پتھروں سے صاف بچ گیا۔ آگے کی طرف دوڑتے ہوئے جب میں نے ان کی ٹکڑی کو آڑ سے نکل کر جگہ بدلتے دیکھا تو بے دریغ ایک اور فائر کر دیا بے شمار چیخوں میں ایک چیخ سب پر حاوی تھی۔

اور جب میں پہلے مکان کے قریب سے گزرا تو مجھے ایک لمحے کے لئے خوف محسوس ہوا کہ کہیں کوئی قبائلی مجھے زیر کرنے کے لیے آڑ میں دبکا نہ بیٹھا ہو۔ مگر اگلے ہی لمحے یہ خیال غلط ثابت ہو گیا۔

وہ اس قدر کم عقل اور خوفزدہ تھے کہ سیدھی اور دو بدو جنگ کے سوا کسی حربے سے واقف نہ تھے۔

آبادی کا وہ حصہ جہاں میں گھسا تھا ویران پڑا تھا۔ سارے قبائلی آبادی کے آخری سرے پر جا کر کے تھے مکان کیا بس وہ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ جس میں چند بھونڈی سی چیزیں ادھر ادھر پڑی تھیں ایک دیوار پر ایک چوبی دستے والی برہنہ شمشیر چمک رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دیوار سے وہ بدوضع تلوار اتاری اور چند ہی سیکنڈ میں دوبارہ آبادی کے وسط میں نکل آیا۔

آبادی کے دوسرے سرے پر موجود ہجوم کی نظروں کے سامنے آنے کے بعد میں نے ایک ہاتھ میں پسٹل اور دوسرے ہاتھ سے تلوار بلند کی تو وہ سب چیخنے کی بجائے کچھ کہتے ہوئے زمین پر سجدے میں گر گئے۔

ان آدم خور قبائلیوں کا یہ ردعمل میرے لیے بالکل غیر متوقع تھا۔ میرے دائیں ہاتھ میں مشین پسٹل اور بائیں ہاتھ میں چوبی دستے والی بھونڈی مگر چمکیلی تلوار دبی ہوئی تھی اور وہ تمام آدم خور بستی سے باہر آخری سرے پر سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔ چند ثانیوں کے لئے میری تمام ذہنی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ گئیں۔ اور میں فیصلہ نہ کر سکا کہ ان پسماندہ اور خونخوار جنگلیوں کی اس خوفزدگی سے کیونکر فائدہ اٹھاؤں! پہاڑی جانوروں کی ابال دار وزنی کھالوں سے ڈھکے ہوئے زردی مائل سفید جسموں کی قطار کی قطار سنگلاخ پہاڑوں پر سربسجود تھی اور ساتھ ہی وہ خوفزدہ آوازوں میں کچھ ناقابل فہم کلمات بھی ادا کر رہے تھے۔

''تمہارا سردار کون ہے؟'' میں نے پوری قوت سے چیخ کر سوال کیا۔

چند سجدہ ریز پیشانیاں مجبوری اور بے بسی کے عالم میں پتھریلی زمین سے اٹھیں اور ان پر چمکتی آنکھیں امید کے ساتھ میری طرف نگران ہو گئیں۔

''اٹھو.....'' یہ جاننے کے باوجود کہ میری زبان ان وحشیوں کے لیے اجنبی ہے۔ میں تلوار لہرا کر پوری قوت سے چیخا۔

میری بات ان لوگوں میں سے کسی کے پلے نہ پڑی۔ مگر میرا اشارہ وہ سمجھ گئے۔ سب سے پہلے آگے والے زمین سے اٹھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب سجدے سے اٹھ گئے۔ اس ہجوم میں اب اشتعال اور جارحیت کے بجائے اب سپردگی سی کیفیت تھی۔ وہ سب مجرموں کی طرح سر جھکائے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھڑے تھے۔ اوران کے ہاتھ سینوں پر بندھے ہوئے تھے۔ ہجوم کی حالت دیکھ کر مجھے ان کی طرف بڑھنے کا حوصلہ ہوا۔ انہیں آگے بلانا یوں مناسب نہ سمجھا کہ کہیں افراتفری سے فائدہ اٹھا کر ان میں سے کچھ لوگ چھپ کر مجھ پر کوئی مہلک وار نہ کر ڈالیں۔

پہاڑی پتھروں سے بنے ہوئے بے ہنگم اور نیچی چھتوں والے بے شمار مکانات کے درمیان سے گزر کر میں ان کی طرف ہولیا۔ اس ہجوم سے دس پندرہ گز دور میرے قدم خود بخود رک گئے۔ ابھی تک مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ بس ان کے ساتھ آنکھ مچولی ہوتی جارہی تھی۔ میں ان کے قریب پہنچا تو یک بیک میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ گو اس وقت وہ خاموش اور سہمے سہمے کھڑے تھے مگر ان کے چوڑے چکلے پہاڑی بشروں سے عجیب سی وحشت ٹپک رہی تھی۔ بڑی چمکیلی آنکھوں سے خون کی سی پیاس ہویدا تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کہ میں کمزور رسیوں سے بندھے ہوئے بدمست ہاتھیوں کے کسی غول کے روبرو جا پہنچا ہوں۔ اس وقت پہلی بار مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ اگر وہ لوگ ذرا بھی چالاک ہوتے تو میرے قریب پہنچتے ہی وہ ایکا ایکی مجھ پر دھاوا بول دیتے۔ کند دھار والی بھونڈی تلوار دو چار کو زخمی کرتی۔ پسٹل کی دو چار گولیاں دو چار آدمی کم کر دیتی۔ مگر پھر وہ میرے بدن کے ٹکرے بآسانی اڑا دیتے اور اس کے ساتھ ہی مجھے ان آدم خور قبائلیوں کے تیز اور چمکیلے دانت اپنے بدن میں اترتے ہوئے محسوس ہوئے اور میں بے اختیار ہی کپکپا کر رہ گیا۔

میں ان چمکتی ہوئی پیاسی نگاہوں سے چند گز دور رک گیا۔ اس وقت بے یقینی اور سنسنی کے باعث میرا دل کھوپڑی میں دھڑک رہا تھا۔ اور دوران خون کنپٹیوں میں ٹھوکریں مار رہا تھا۔ میں نے اپنے سامنے قدرے ڈھلان پر موجود آدم خور قبائلیوں کے ہجوم پر نظر دوڑائی۔ یہ میں کن حالات کے چکر میں الجھتا جارہا تھا۔ ہر دن ایک نئی مصیبت منہ کھولے میری منتظر رہتی تھی۔ میں نہ اپنی مرضی سے جی سکتا تھا اور نہ ہی اپنی مرضی سے مر سکتا تھا۔ میرے خیالات کا سلسلہ ایک کریہہ اور بلند آواز نے توڑ دیا۔ میں نے بھڑک کر مشین پسٹل سیدھی کی تھی کہ میری نظر اس تندرست قبائلی پر پڑی جس کے شانوں پر ایک ریچھ کی کھال پڑی تھی۔ اس کے جسم کا سامنے کا حصہ بالکل کھلا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ شرم وحیا اور ستر پوشی کی خاطر نہیں بلکہ موسمی سختیوں سے تحفظ کے لیے جانوروں کی کھالیں

ستعمال کرتے ہیں۔

ریچھ کی کھال والا شخص اپنے ساتھیوں سے چند قدم آگے بڑھ کر اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھائے اپنی زبان میں زور زور سے کچھ کہہ رہا تھا۔

"خاموش......" میں ہونٹوں پر پسٹل کی نال رکھ کر زور سے چیخا۔ وہ میری بات تو نہ سمجھا مگر نال اشارہ شاید اس کے لیے قابل فہم تھا۔ کیونکہ وہ مشینی انداز میں ایکدم خاموش ہوگیا اور حکم طلب ظروں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

میں نے اشارے سے اسے اپنے قریب بلایا۔ میری پسٹل نال اس کے سینے کی جانب اٹھی ہوئی ی۔ یہ دیکھ کر اس کے چہرے پر یوں زلزلے کے آثار ناچ رہے تھے جیسے چند ثانیوں میں وہ کسی چھری کے ذریعے ذبح کیے جانے والا ہو۔

میں نے اشاروں کی مدد سے اس سے سردار کے بارے میں معلوم کرنا چاہا مگر کامیابی نہ ہوسکی۔ قوں کی طرح میرے سامنے کھڑا اپنے سر کو نفی کے انداز میں جنبش دے رہا تھا۔

س وقت فضا میں شام کا ہلکا ہلکا دھندلکا پھیل چلا تھا۔ چاروں طرف نظر آنے والی چوٹیوں پر والی سورج کی کرنیں عجیب سماں باندھ رہی تھیں۔ اور میں اس ہجوم کو سامنے پا کر اعصابی طور ف تھا۔ میں نے اشاروں کی مدد سے ان سب کو واپس بستی میں لوٹ جانے کا حکم دیا اور ریچھ کی والے کو اپنے ساتھ روک لیا۔ وہ سب حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ قطار بند ہوگئے اور نہایت ب واحترام کے ساتھ میرے سامنے سے گزر کر بستی میں داخل ہونے لگے۔ ریچھ کی کھال لی یوں روکے جانے پر خاصا خوفزدہ اور بوکھلایا ہوا نظر آرہا تھا۔ مگر مجھے یقین تھا کہ میری کے برعکس وہ فرار ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔ کیونکہ بظاہر وہ لوگ ہر زبردست کے سامنے دینے کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ میں اپنی پسٹل کی بنا پر شاید خود کو ان سے برتر ثابت کرچکا

ب سب لوگ بستی میں لوٹ گئے تو میں نے اسے ہمراہ لیا اور آبادی سے دور جانے لگا۔ ڈھلوانوں اور چکردار پگڈنڈیوں پر اترتے ہوئے ہم ایک ایسی نشیبی بستی میں جا پہنچے جہاں ں کی چوٹیوں سے پگھلنے والی نقرئی برف جھاگ اڑاتے یخ بستہ پانی کی صورت میں پہاڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نالے میں بہہ رہی تھی۔

میں نے بہت کوشش کی کہ اشاروں کی زبان میں اس قبائلی سے وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کرسکوں مگر وہ اس قدر کوڑھ مغز ثابت ہوا کہ میرے تمام اشاروں کے جواب میں صرف بے وقوفوں کی طرح مسکراتا رہا۔ ممکن ہے کہ وہ مجھے دیوانہ سمجھ رہا ہو۔ میں جلد سے جلد اس بستی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اسے لیے آگے چل پڑا۔ وہ وادیاں جس قدر حسین تھیں اسی قدر مہیب اور چکردار اور تقریباً کھڑی ڈھلانوں پر وہ شخص کسی پیدائشی بندر کی طرح پھرتی سے بڑھ رہا تھا۔ جبکہ میری رفتار بہت سست تھی وہ تھوڑی دور چلتا اور پھر رک کر میرے آنے کا انتظار کرتا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اس وزنی تلوار کو کسی گہری کھائی میں پھینک دوں لیکن میں اس اقدام کی ہمت نہ کرسکا۔ پسٹل کی گولیاں ختم ہونے کی صورت میں وہ تلوار ہی میرے کام آسکتی تھی۔ دھندلکا تیزی سے گہرا ہوتا جارہا تھا۔ وہ شخص تو اب بھی آگے بڑھتا جارہا تھا۔ مگر میں ان ان دیکھے راستوں پر بڑھ کر تاریکی میں موت کو گلے لگانے کو تیار نہ تھا۔ لہٰذا ایک مناسب مقام پر ایک غار کے سامنے رک گیا۔

قبائلی کو میں نے غار کے دھانے میں جانے کی ہدایت کی اور خود سرد ہواؤں کے رخ سے بچ کر ایک چٹان کی اوٹ میں اس طرح بیٹھ گیا کہ غار کا دھانہ میری نظروں میں رہے۔

شام ہوتے ہی ٹھنڈ کا اثر سب سے پہلے میرے کانوں پر ہوا۔ میں نے اپنی قمیض کے کالر کھڑے کر کے اپنی گردن اس میں دبانی چاہی مگر سرد ہواؤں سے نجات نہ مل سکی۔ سردی کی لہر آہستہ آہستہ میرے وجود میں سرایت کرتی جارہی تھی..... اور پھر اچانک مجھے ریچھ کی اس کھال کا خیال آیا جو میرے قیدی کے بدن پر موجود تھی۔ میں نے غار کے دھانے پر پہنچ کر اسے آواز دی..... مگر اپنی آواز کی طویل بازگشت کے سوا وہاں کوئی آواز سنائی نہ دی۔ وقفے وقفے سے میں نے دو تین بار پکارا مگر وہاں گہرا سکوت چھایا رہا۔ میں تیزی سے غار میں داخل ہوگیا۔ سامنے ہی وہ قبائلی پتھریلی زمین پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ بولنے کی صلاحیت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو چکا ہے۔ اس کا سارا بدن نیلا پڑا ہوا تھا۔ نہ سینے میں سانس کے آثار باقی تھے اور نہ ہی نبض چل رہی تھی۔ شاید وہ بے خبری میں کسی زہریلے سانپ یا پہاڑی بچھو کا شکار ہو

میں نے وحشت کے عالم میں اس کی لاش سے ریچھ کی کھال الگ کی اور جلدی سے غار سے آیا۔

وہ رات قیامت کی رات تھی۔ میری آنکھوں میں دور دور تک نیند کا پتہ نہیں تھا۔ سارا بدن کسی کی طرح دکھ رہا تھا۔ اعصاب پر ناقابل بیان تناؤ طاری تھا۔ اور کان کسی بھی سرسراہٹ کو کے لئے مستعد تھے۔ کئی بار مجھے ایسا لگا جیسے کہ میرے آس پاس زمین پر کچھ زہریلے کیڑے رہے ہو۔ اور میں نے کئی بار اپنی جگہ تبدیل کی۔ میں بے خبری میں حشرات الارض کے کسی وار کا نشانہ بننا نہیں چاہتا تھا۔

خدا خدا کر کے کوہ نوردی کی وہ طویل رات بیت گئی۔ رات کی گھور تاریکی میں روشنی کے جگنو چمکنے لگے۔ پھر آہستہ آہستہ میں ظلمات کے اس اتھاہ سمندر میں سے نکلنے لگا۔ اس خطے میں کا پھیلنے اور پوری طرح روشنی پھیلنے کے درمیان غیر معمولی طویل وقفہ تھا۔

میرے چاروں طرف بھوری بے آب و گیاہ چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔ رات کی بوکھلاہٹوں میں پڑ یہ بھول چکا تھا کہ آدم خور قبیلے سے وہاں تک میں کس سمت سے آیا تھا۔ میرا رہبر بھی ناگہانی مارا گیا تھا۔ میں راہ بھٹک گیا تھا۔ مگر مجھے پورا یقین تھا کہ میں دوبارہ ان قبائلیوں کا سراغ پا گا۔

میں نے دل ہی دل میں اللہ کا نام لیا اور ایک طرف چل پڑا۔ سورج کا سفر جاری رہا۔ اور میں ٹیوں میں چین سے نہ بیٹھا۔ ایک جگہ پھر دل میں آئی کہ اس بھونڈی اور وزنی تلوار کو کسی کھائی پھینک دوں لیکن اس وقت وہ واحد ہتھیار تھا جس پر میں بڑی حد تک بھروسہ کرسکتا تھا۔ لہٰذا میں ی گھاس کی رسی بنائی اور اسے تلوار سے باندھ کر کندھے سے لٹکا لی۔

میں تین روز تک ان پہاڑی بھول بھلیوں میں الجھتا رہا۔ لیکن آبادی تو کجا کسی ذی روح کا نام و تک نہ مل سکا۔ مسلسل تھکان اور ان دیکھے خطرات کے اعصابی تناؤ نے مجھے بہت زیادہ بدحال یا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ میں مزید چند دن یوں بھوکا پیاسا ان پہاڑوں سے سر ٹکراتا رہا تو جلد ہی سے بھی معذور ہو کر رہ جاؤں گا۔ اس کے بعد کا تصور ہی روح فرسا تھا۔ تنہائی اور معذوری کی ناک موت کا سامنا کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ رات میں نے ایک چشمے کے قریب بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔ سورج ڈوبا چاند طلوع ہوا پھر آدھی رات بیت گئی اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر زرد چاندنی میں نہائے ننگے پتھروں اور خاموش چٹانوں کو گھورتا رہا پھر نہ جانے کب نیند میرے اعصاب پر غالب آ گئی۔

سوتے ہوئے میں عجیب عجیب خواب دیکھتا رہا۔ کبھی آدم خور جنگلی اپنے درندوں جیسے دانت چمکاتے مجھے اپنے نرغے میں لے کر رقص کناں تھے۔ کبھی میرا جسم نیزوں کی انیوں پر فضا میں اچھالا جاتا پھر ایسے ہی ایک بھیانک خواب کے دوران کسی نے میرے پیٹ میں نیزے کی تپتی ہوئی انی اتار دی اور ایک تیز چیخ کے ساتھ میں ہڑ بڑا کر بیدار ہوا۔ میرے کانوں میں ابھی تک غیر انسانی آوازیں گونج رہی تھیں۔ ساتھ ہی ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے بدن پر خاردار جھاڑیاں برسائی جا رہی ہوں۔ چند ثانیوں تک تو میں دہشت زدہ سا زمین پر ہی پڑا رہا اور جب حواس ذرا بحال ہوئے تو پھیکی چاندنی میں میں نے دیکھا کہ وہ خواب نہیں بلکہ حقیقت تھی۔

سیاہ پہاڑی لنگوروں کا ایک بہت بڑا غول کہیں سے اس وادی میں در آیا تھا۔ ان کی کریہہ چیخوں نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا تھا اور وہ دندناتے ہوئے میرے جسم پر سے گزر رہے تھے۔ ان کے پنجے میں میری جلد میں جھاڑیوں کی طرح چبھ رہے تھے۔ صورتحال کا صحیح اندازہ ہوتے ہی میں بوکھلا کر زمین سے اٹھ گیا اور داہنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھایا تو دل دھک سے رہ گیا۔ تلوار میرے شانے پر نہ تھی اور نہ زمین پر اس کا پتہ تھا۔ ادھر لنگور اس قدر گستاخ اور بدتمیز واقع ہوئے تھے کہ میرے گرد حلقہ بند ہو کر عجیب سی آوازیں نکال رہے تھے ان میں سے کئی ایک بڑھ بڑھ کر میرے سینے تک اچھل رہے تھے۔ اچانک اس غول کے عقب سے ایک بہت بڑا لنگور غراتا اور اچھلتا ہوا میری طرف لپکا اور میرے سنبھلنے سے پہلے میرے بدن سے ریچھ کی کھال جھپٹ کر ایک طرف لے گیا۔

ان کے تابڑ توڑ حملوں نے مجھے حواس باختہ کر دیا تھا۔ میں نے جلدی سے اپنی مشین پسٹل نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر میری آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا وہ لنگور شاید میری پسٹل بھی چھین کر کہیں پھینک چکے تھے اور اب میں ان کی یلغار کے سامنے بالکل تنہا رہ گیا تھا۔

پھر اچانک ایک طرف چٹانوں کی اوٹ سے کسی لنگور کی تیز سی آواز ابھری۔ پھر کسی کے قدموں کی ہلکی سی دھمک دور ہوتی چلی گئی۔ اس آواز میں نہ جانے کیا تاثیر تھی کہ لنگوروں کا دائرہ میرے گرد

دائرے کی صورت اختیار کر گیا۔ وہ سب نہایت ہی خونخوار اور جارحانہ انداز میں میری طرف بڑھنے لگے میں نے لاتوں اور گھونسوں کے ذریعے انہیں خود سے دور رکھنا چاہا مگر کب تک۔ ان کی تعداد تو سینکڑوں سے بھی زیادہ تھی۔ میرے بدن سے ریچھ کی کھال غائب ہو چکی تھی پتلون اور قمیض کے بھی چیتھڑے اڑتے جا رہے تھے اور ان کے تیز پنجے میرے جسم کے برہنہ حصوں پر لمبی لمبی خراشیں ڈال رہے تھے۔

چند ہی سیکنڈ میں میرے لیے وہاں کھڑا رہنا ناممکن ہو گیا اور میں پلٹ کر ان کے درمیان سے ایک طرف بھاگ پڑا جدھر لنگور موجود نہیں تھے۔

چاند کی روشنی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے مجھے بھاگنے میں خاصی مدد ملی تھی۔ ورنہ اس رات کے اندھیرے میں کسی اندھی کھائی میں جا گرا ہوتا۔ سردی کا احساس میرے دل سے یکسر مٹ چکا تھا۔ نقاہت اور تھکان نہ جانے کہاں جا سوئی تھی اور پیروں میں تو بے پناہ توانائی سمٹ آئی تھی۔ میری بس ایک ہی کوشش تھی کہ ان لنگوروں سے جلد نجات حاصل کی جائے۔ مگر وہ مردود کسی ویران شمشان میں بھٹکتی بدروحوں کی طرح چلاتے اور غراتے تینوں سمتوں سے میرا ہانکا کر رہے تھے۔ ان کی ایک ٹولی میرے عقب میں تھی جب کہ دو ٹولیاں میرے دائیں بائیں دوڑ رہی تھیں۔ جب وہ ایک پہلو سے مجھ پر جھپٹتے تو میں اپنی سمت بدلنے پر مجبور ہو جاتا اور پھر ان کے درمیان دوڑنے لگتا۔ میرا پورا بدن پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ اور اس آفت ناگہانی کو سر سے ٹلتا نہ پا کر اب میری ہمت بھی جواب دینے لگی تھی۔ قبر کی کوکھ سے پیدا ہونے والا بے جگر شہریار احمد جس نے آدم خور قبائلیوں کو اپنے سامنے کیچوے سے بھی بدتر بنا کر رکھ دیا تھا...... جس نے دھرم ناتھ جیسے ساحر کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا...... وہ شہریار احمد رات کے اس خنک طلسم میں نہتے لنگوروں کے سامنے بے بس تھا...... مجبور تھا۔

نہ جانے ڈھلانوں اور چڑھائیوں پر یہ بھاگ دوڑ کتنی دیر تک جاری رہی...... میرے ذہن سے زمان و مکاں کا ہر احساس فنا ہو چکا تھا۔ بس میری ایک ہی کوشش تھی کہ ان سیاہ لنگوروں کے اس ہمت لشکر سے جلد سے جلد چھٹکارا حاصل کر لوں۔ ادھر وہ نابکار تو ہاتھ آئی ہوئی تفریح سے دستبردار ہونے پر بالکل آمادہ نہ تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں ان سے بچنے کے لئے ایک دور تک پھیلی ہوئی ڈھلان سے اتر رہا تھا کہ میری نظر کچھ بلند اور وسیع و عریض ہیولوں پر پڑی۔ میں نے دوڑتے دوڑتے نظریں ادھر جمائیں اور خوشی سے میرا دل بلیوں اچھل پڑا۔

وہ واضح طور پر کسی بڑی عمارت کا خاکہ تھا اور یہ جگہ میرے لیے ان لنگوروں سے نجات کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتی تھی۔ مجھے اب اس بات کی بھی پرواہ نہیں رہ گئی تھی کہ لنگوروں سے بچاؤ کی فکر میں کہیں آدم خوروں کے چنگل میں نہ جا پھنسوں۔ لنگور جیسے کریہہ اور حقیر جانور کے ہاتھوں مارے جانے کا تصور میرے لئے شرمناک اور توہین آمیز تھا۔ جبکہ آدم خوروں کا نشانہ بننا اس تحقیر آمیز ہلاکت سے بہتر تھا۔

ڈھلان کے پیچ و خم طے کرنے کے بعد میں سیدھ باندھ کر اس عمارت کی طرف ہو لیا جو لحہ بہ لحہ واضح ہوتی جا رہی تھی میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر اب لنگوروں نے دباؤ ڈال کر مجھے سمت بدلنے پر مجبور کیا تو میں آسانی سے سپر نہ ڈالوں گا۔ مگر وہ ذہنی طور پر مجھ سے اتنے افضل نہ تھے کہ ایسی حکمت عملی اختیار کرتے۔

وہ عمارت زمین کے ایک مسطح اور وسیع حصے پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی بلندی کسی طرح بیس فٹ سے کم نہ تھی۔ تعمیر میں پہاڑی پتھر نہایت ہی فراخدلی سے استعمال کئے گئے تھے۔ سامنے والی دیوار میں کم از کم دس فٹ چوڑا اور تقریباً اسی قدر اونچا خلا تھا..... اس خلا کے اوپر دیوار کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے بہت موٹی اور بے ہنگم سی چیز کے دو ستون کھڑے کئے گئے تھے۔

میں رکے بغیر پوری رفتار سے اندر گھستا چلا گیا۔ لنگور بھی آپس میں لڑتے بھڑتے، ایک دوسرے کو نوچتے کھسوٹتے میرے تعاقب میں تھے۔ چند ہی ثانیوں بعد میں نے خود کو ایک بڑے سے ہال میں موجود پایا جس کے اوپر کھلا آسمان چمک رہا تھا اور فرش پر چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں گھستے ہی حیرت سے میرے قدم زمین میں گڑ کر رہ گئے۔

لنگوروں کا شور اچانک دم توڑ چکا تھا۔ اور وہ پرسکون انداز میں اس کھلی چھت والے ہال میں بھرتے جا رہے تھے وہاں اب ان کے چلنے کی سرسراہٹیں یا میرے سانس لینے کی تیز آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

وہاں گھسنے پر میرے اچانک حیران رہ جانے کی وجہ وہ حسین دوشیزہ تھی جو ہال کے داخلی دروازے کے قریب ہی پتھروں کے چبوترے پر عجیب تمکنت کے ساتھ پہلے سے موجود مسکرا رہی تھی اس کے بدن پر بے نیاز انداز میں کسی جانور کی بال دار کھال پڑی ہوئی تھی۔ چبوترے پر اس کے پہلو میں پڑی ہوئی ریچھ کی کھال میں پہلی ہی نظر میں پہچان گیا وہ کھال میں نے مرنے والے آدم خور قبائلی کی لاش سے اتاری تھی۔ اور کچھ دیر قبل ایک قد آور لنگور اسے میرے بدن سے لے بھاگا تھا۔ کھال کے قریب ہی میرا مشین پسٹل پڑا ہوا تھا اور بھونڈی تلوار کا چوبی دستہ لڑکی کے داہنے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ تلوار کی نوک اس نے ہال کے پتھریلے فرش پر جمائی ہوئی تھی اور پلکیں جھپکائے بغیر مجھے ایسی نظروں سے دیکھ کر مسکرا رہی تھی جیسے میری وہاں آمد اس کے لیے متوقع رہی ہو۔

میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا۔ یہ بلا مبالغہ حقیقت تھی۔ مجھے اچانک احساس ہوا کہ بے در پے مصائب کے بعد میں ذہنی طور پر ان لنگوروں سے بھی بدتر ہو کر رہ گیا ہوں۔ ساری بھاگ دوڑ میں مجھے یہ وہم رہا کہ میں اپنی مرضی سے بھاگ رہا ہوں جبکہ لنگور منظم طریقے سے مجھے ایسی عمارت کی طرف ہانک رہے تھے اور بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تھے۔

''بتاتا شی تو لو.....'' لڑکی کے لبوں کو جنبش ہوئی اور فضا میں ترنم سا بکھر گیا۔ الفاظ نامعلوم اجنبی زبان مگر لہجہ ہمت افزا تھا اور جب وہ خاموش ہوئی تو اس کے لبوں پر بکھری مسکراہٹ کی مٹھاس اور گہری ہو چکی تھی۔

میں نے مایوسی سے اپنے سر کو نفی میں جنبش دی اور ٹھہری ہوئی آواز میں بولا۔ ''ان بے رحم وادیوں میں مظلوم اور اجنبی ہوں دوشیزہ۔ کاش تو میری زبان سمجھ پاتی۔

میرے الفاظ پر ایک ثانیے کے لیے وہ چونکی پھر اس کے ہونٹوں پر وہی لازوال مسکراہٹ ناچنے لگی جس کا سحر میرے جسم میں چیونٹیوں کی طرح رینگ رہا تھا۔

اس نے اسی اجنبی زبان میں ایک مختصر سا فقرہ ادا کیا۔ سارے لنگور بالکل خاموشی اور سکون کے ساتھ اس وسیع ہال کے کچے اور پتھریلے فرش پر بیٹھے اپنے بدن کھجا رہے تھے۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کہ وہ پیدائشی گونگے ہوں۔

میرے لیے وہ سماں بڑا عجیب تھا۔ سارے لنگور سنجیدہ درباریوں کی طرح اس ہال میں کھچا کھچ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھرے ہوئے تھے۔لڑکی کے سامنے پہنچ کر ان کی جو حالت ہوئی وہ نا قابل اعتبار تھی۔ وہ سب اس کے اشاروں کے غلام نظر آ رہے تھے اور اس ماحول میں وہ لڑکی ان لنگوروں کی ملکہ نظر آ رہی تھی۔

چند لمحوں کے سکون کے بعد لڑکی کے حلق سے کسی لنگور کی ہلکی ہلکی چیخیں بلند ہونے لگیں۔ وہاں موجود لنگور اس کی طرف ہمہ تن گوش ہو گئے اور اس کے خاموش ہوتے ہی فضا ان لنگوروں کی تیز چیخوں سے گونج اٹھی۔ وہ مسرت کے عالم میں کلا بازیاں کھاتے ایک دوسرے کا بدن نوچ رہے تھے۔اور اس وارفتگی کے عالم میں آہستہ آہستہ ہال سے باہر نکلنے لگے۔

میں نے بوکھلا کر اس لڑکی کی طرف دیکھا جو اگر ان گمنام وادیوں کے بجائے جدید تہذیب کے کسی مستند مرکز میں ہوتی تو اولین فرصت میں حسینہ عالم قرار دے دی جاتی..... وہ زہد شکن لڑکی مستانہ نظروں سے میری طرف نگراں تھی..... اور اشارے سے مجھے قریب بلا رہی تھی۔

دھڑکتے دل، چڑھتی سانسوں اور لرزتی ٹانگوں کے ساتھ میں آہستہ آہستہ پتھریلے چبوترے کی طرف بڑھا تو یک بیک میرا وجود جل اٹھا..... پہلو کے مقابلے میں وہ سامنے سے ہزار گناہ زیادہ حسین نظر آ رہی تھی کیونکہ ابال دار کھال اس نے بھی ستر پوشی کے لیے نہیں بلکہ سرد ہواؤں سے بچاؤ یا شاید آرائش کے لئے شانوں پر ڈالی ہوئی تھی۔

میرے قریب پہنچنے پر اس نے ایک بار پھر اسی اجنبی زبان میں مجھ سے کوئی سوال کیا اور میں کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں ہونقوں کی طرح اس کا منہ تکتا رہا۔

ایک بار میرے جی میں آئی کہ اس کے حسن اور حسن کے لاپرواہ انداز بلکہ بے حجابانہ اظہار سے متاثر ہوئے بغیر اسے قابو کر کے اس سے تلوار چھین لوں اور اپنی مشین پسٹل بھی اٹھا لوں..... مگر یہ سوچ کر ہمت نہ کر سکا کہ بے شمار سیاہ لنگور اس کے تابع ہیں۔تھوڑے فاصلے پر ان کا بے پناہ شور وغل ابھی تک سنائی دے رہا تھا اور لڑکی کے ذرا سے اشارے پر وہ میرا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیتے۔

ے لیے اب اس امر میں شبہے کی کوئی گنجائش نہ تھی کہ لنگوروں نے میرے ساتھ جو سلوک کیا اس کی کے احکام کا دخل تھا۔تلوار۔پسٹل اور کھال لڑکی کے قبضے میں دیکھ لینے کے باوجود کوئی دوسری رائے قائم کرنا سب سے بڑی حماقت تھی۔لڑکی نے تلوار اسی پتھریلے چبوترے پر رکھی اور میرا ہاتھ تھام کر وہاں سے نکاسی کے راستے پر چل پڑی۔ میں بھی کوئی تعرض کئے بغیر اس کے ساتھ ہو لیا۔

ں کے نرم نرم حرارت آفریں ہاتھ کا لمس مجھے دنیا و مافیا سے بے خبر ہو جانے پر اکسا رہا تھا۔لیکن میں سی نہ کسی طرح خود پر قابو پاتا رہا۔ابھی تک میرے ساتھ اس کا رویہ دوستانہ تھا۔وہ بظاہر ان ہ بدصورت لنگوروں کے ساتھ رہتی تھی۔ان حالات میں جلد بازی نہ صرف اسکی برہمی کا باعث بن تی بلکہ شاید میرے لیے نا قابل برداشت دشواریاں بھی پیدا ہو جاتیں۔ میں وسیع احاطے میں موشی کے ساتھ چلتا رہا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد مجھے اس عمارت کی ساخت کا اندازہ ہو گیا احاطہ کی دیواریں صرف تین ب پھیلی ہوئی تھیں۔عقب میں بہت اونچی کھڑی پہاڑی قدرتی دیوار کی صورت میں موجود تھی۔

اس احاطے میں ہال سے ملحقہ چند کمرے بھی بنے ہوئے تھے۔ان کی پشت پر سینکڑوں لنگور م مچاتے اپنی لمبی لمبی دموں کے ذریعے زناٹے دار آواز کے ساتھ عقبی پہاڑی کی طرف سنگ ی کر رہے تھے۔

آسمان پر اب تارے مانند پڑنے لگے تھے اور ہوا میں نیم سحری کی لطیف مہک رچنے لگی تھی۔مگر اس قدر غیر یقینی بلکہ خطرناک حالات سے دوچار تھا کہ اس تبدیلی سے محفوظ نہ ہو سکا۔

ادھر شور مچاتے اور سنگ باری کرتے ہوئے لنگور اس لڑکی کی موجودگی کو محسوس کرتے ہی اپنی ی مصروفیات ترک کر چکے تھے وہ مجھے ہمراہ لیے عقبی پہاڑی کے دامن میں بنے پتھروں کے ایک ے کی طرف لے جا رہی تھی۔قریب جا کر مجھے پتہ چلا کہ وہ کوئی گہرا کنواں تھا اور اس میں دیوار ھ ساتھ ساتھ چکردار پتھریلا زینہ نیچے تاریکی میں گم ہوتا نظر آ رہا تھا۔

ڑکی نے وہاں رک کر اشاروں کی مدد سے مجھ پر واضح کیا کہ اگر میں نے اس کی مرضی کے کوئی بھی قدم اٹھایا تو وہ کنواں ہی میرا مقدر بنے گا۔اس کے بعد لڑکی نے مجھے تنہا چھوڑ دیا اور ز قدموں سے چلتی ہوئی ایک طرف غائب ہو گئی۔اس کے جاتے ہی لنگوروں کی بدمستیاں ہ شروع ہو گئیں۔

اجالا پھیلنے پر وہ لڑکی مجھے تلاش کرتی ہوئی دوبارہ نمودار ہوئی۔اس کے ہاتھوں میں جنگلی پھلوں را ہوا مٹی کا ایک برتن تھا۔اس نے وہ برتن میرے حوالے کیا۔میں طویل بھوک سے نڈھال ہو ۔میں نے وہاں ہی فرش پر بیٹھ کر پھل کھانے شروع کر دیئے۔وہ شاید کچھ دیر وہاں ہی کھڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری بے صبری سے لطف اندوز ہوتی رہی۔ پھر نہ جانے کب واپس لوٹ گئی۔ اس کے چلے جانے کا احساس مجھے اس وقت ہوا جب لنگوروں کی ایک ٹولی مجھ پر حملہ آور ہوئی۔ دو تین لنگور جونک بن کر میرے بدن کو جھنجھوڑنے لگے اور باقی لنگور سارے پھل وہیں بھاگے۔ پھل صاف ہوتے ہی سارے لنگور اپنے ساتھیوں میں جا ملے۔

میرے لیے یہ تجربہ خاصا تلخ تھا۔ اور حالات بتا رہے تھے کہ مجھے خود کو ایسے حالات کا عادی بنانا ہوگا۔ ورنہ یہ منحوس مخلوق میری زندگی جہنم بنا کر رکھ دے گی۔

میں دوپہر تک اسی فراق میں رہا کہ کسی طرح دوبارہ اس ہال میں گھس سکوں۔ جہاں لڑکی نے میرے ہتھیار چھوڑے تھے۔ مگر ہر بار اپنے آس پاس چند لنگوروں کو منڈلاتا دیکھ کر ارادہ ترک کرنا پڑا۔

دوپہر کے بعد اچانک اس احاطے میں سناٹا پھیل گیا۔ شاید سارے لنگور کہیں نکل گئے تھے۔ ان کے اکا دکا ساتھی کہیں پڑے ستا رہے تھے۔ میرے لیے یہ موقع بڑا غنیمت تھا۔ میں چوروں کی طرح چھپتا ہوا اس ہال میں گھسنے میں کامیاب ہو گیا۔ پسٹل کھال اور تلوار بدستور پتھریلے فرش پر موجود تھیں۔ لڑکی کی مخالفت مول لیے بغیر میں یہ چیزیں کسی ایسی جگہ چھپا سکتا تھا جہاں سے بوقت ضرورت میں انہیں حاصل کر سکوں۔ میں جونہی اس طرف لپکا اچانک کوئی سخت چیز زناٹے کے ساتھ میری کھوپڑی کے عقبی حصے پر پڑی۔ میری آنکھوں کے سامنے تارے سے ناچ گئے..... میں نے پلٹ کر دیکھا تو بیس فٹ اونچی دیوار پر ایک قد آور لنگور موجود تھا اور ایک اور پتھر کے گرد اپنی دم کو بل دے کر دوسرے وار کی تیاری کر رہا تھا۔ کوئی خوبروسی دوشیزہ ان بے ہودہ جانوروں کو اس حد تک سدھا سکتی ہے کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے احکام کی تعمیل کرتے رہیں۔

یہ بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ اس چار دیواری میں لڑکی کی مرضی کے خلاف میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ لہذا میں ایک دور افتادہ حصے میں ڈھلتے سورج کی سکون پرور کرنوں کے سامنے جا بیٹھا تاکہ آنے والی رات کے لیے خود کو تیار کر سکوں۔

وہیں بیٹھے بیٹھے میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی اور میں کھردری زمین پر دراز ہو گیا۔ اس وقت وہ پتھر بھی میرے لیے روئی کے نرم نرم گالے ثابت ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں میری آنکھ

لگ گئی۔

میرے آرام کا یہ سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ سوتے ہوئے میرے داہنے کان میں کوئی کیڑا گھس گیا تھا..... اور تکلیف سے بے چین ہو کر میری آنکھ کھل گئی۔ ہڑبڑا کر کان پر ہاتھ مارا تو کسی کیڑے کی بجائے ایک لنگور کی دم کا سرا میرے ہاتھ میں آیا۔ غصے سے میرا خون کھول اٹھا۔ ادھر وہ لنگور میری گرفت سے دم چھڑانے کے لئے خوفزدہ چیخیں مارنے لگا۔ مگر میں نیند میں خلل پڑنے کے باعث میں غصے سے اندھا ہو چکا تھا۔ میں نے دم ہاتھوں میں تھام کر اس لنگور کو فضا میں گردش دی۔ اور احاطہ اس کی چیخوں سے گونج اٹھا۔ مگر میں نے نتائج کی پرواہ کیے بغیر اس لنگور کو پوری قوت سے دیوار پر دے مارا۔ دھماکے کے ساتھ ہی اس کی آخری دہشت زدہ سی چیخ نکلی اور وہ مردہ لوتھڑے کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

اس کی چیخیں سن کر ہر طرف سے لنگور اُمڈنا شروع ہو گئے..... ان کی چیخیں بے حد غضبناک تھیں۔ اپنے ایک ساتھی کا حشر دیکھ کر وہ میرے قریب آنے کی ہمت تو نہ کر سکے مگر دور ہی سے دموں کی مدد سے مجھ پر پتھراؤ شروع کر دیا۔

بیک وقت جسم کے کئی حصوں پر اتنی شدید ضربات آئیں کہ میں کسی ایک طرف توجہ نہیں دے سکا۔ ادھر سامنے سے وہ لڑکی بدحواسی کے عالم میں بھاگی آ رہی تھی۔ مجھے مشتعل لنگوروں کے نرغے میں دیکھ کر اس نے دور ہی سے آواز لگائی سارے لنگور اس کی طرف دوڑ پڑے۔ کچھ اس کے کندھے اور سر پر سوار ہو کر شور مچانے لگے۔

وہ لڑکی مجھے نفرت آمیز انداز میں گھورتی ہوئی سیدھی مردہ لنگور کی طرف گئی۔ لیکن اس میں زندگی کی رمق بھی موجود نہ تھی۔ اس کو دیکھنے کے بعد وہ تیر کی طرح میری طرف آئی۔ اس کی غصے سے جلتی ہوئی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ اس نے غراتے ہوئے پوری قوت سے میرے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا۔ اس کا یہ اقدام میرے لیے حیرتناک تھا۔ میں کئی قدم پیچھے لڑکھڑا گیا۔ اس وقت مجھے پہلی بار اندازہ ہوا کہ وہ پہاڑی حسینہ کس قدر شہزور ہے۔

غصے کے عالم میں نہ جانے میں کیا کچھ کر گزرتا۔ لیکن اپنے تحفظ کے پیش نظر عملی اقدام سے گریز کیا۔ میرے جسم پر تازہ ترین پتھراؤ سے پیدا ہونے والے زخموں سے خون کی لکیریں بہہ نکلیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''لتا گادوبالگا۔'' لڑکی نے حقارت اور تیزی سے کہا۔ اور مجھے عقبی پہاڑی کی طرف دھکیلنے لگی۔ پھر وہی ہوا جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ اس نے مجھے اندھے کنویں میں اترنے کا اشارہ کیا۔ اور محفوظ فاصلے سے میرے پیچھے آنے لگی۔ اس کے سارے لنگور باہر ہی تھے

''دیکھ لوں گا میں تجھے.....'' میں سیڑھیاں اترتے ہوئے بڑبڑایا۔

اس وقت میری کمر پر پیچھے سے ایک بھرپور لات پڑی..... میں تیزی سے سیڑھیوں سے پھسل کر سیدھا گہرائی کی طرف ہولیا۔ لیکن میرا یہ سفر ایک لمحے سے بھی کم طویل تھا۔ اس کے فوراً بعد ہی میرا بدن سخت زمین سے جا ٹکرایا۔ میرے سامنے ہی کنویں کی دیوار میں ایک کٹاؤ دار کوٹھڑی تھی۔ جس کے اندر ایک مشعل تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ فضا میں سخت بدبو رچی ہوئی تھی..... اور مشعل کی روشنی میں اس کوٹھڑی کے فرش پر ایک استخوانی پنجر اور تین خشک کھوپڑیاں پڑی ہوئی تھیں جو کہ سب کی سب انسانی نظر آتی تھیں۔

اس وقت خوبرو و خونخوار لڑکی بھی سیڑھیاں طے کر کے نیچے آ پہنچی.....!

''یہ خشک پنجر میرے باپ کا ہے.....'' اس کی آواز میں قہر کے کوندے سے لپک رہے تھے۔

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے سر پر ہتھوڑا دے مارا ہو۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اتنی صاف اور رواں اردو بولتی ہوگی..... اور اب تک وہ خود کو اردو سے نابلد ہی ظاہر کرتی رہی تھی۔

اس وقت خوشی، حیرت، مسرت اور دہشت کے ملے جلے اثرات نے میرے ذہن کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ بیک وقت بے شمار سوالات نے ذہن پر یلغار کر دی۔

تہذیب کے مراکز سے سینکڑوں میل دور اسے یہ مہذب زبان کس نے سکھائی.....؟ وہ کون تھی.....؟ اور ان سنگلاخ ویرانوں میں کیا کر رہی تھی۔ وہ اپنے مردہ باپ سے اس قدر نالاں کیوں تھی.....؟ ابھی تک میرے سامنے میری زبان کی ناواقفیت کی اداکاری کیوں کر رہی تھی؟ اگر وہ مہذب دنیا میں رہ چکی تو انسانوں سے نفرت اور حیوانوں سے محبت کا کیا راز ہے؟

سوالات بے شمار تھے۔ اس کے منہ سے اپنی زبان سن کر بے اختیار جی چاہا کہ اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لوں۔

''تت..... تم میری زبان جانتی ہو.....؟'' میں اس سوال کو اپنی زبان پر آنے سے نہ روک سکا اور حیرت کے ساتھ اس سے پوچھ ہی لیا۔

''ہاں..... اور یہ سن لے کہ روئے زمین پر مجھے شکست دینے والا کبھی پیدا نہ ہوگا۔ میں ان پہاڑوں کی پیداوار ہوں اور میرے سینے میں صرف پتھر ہی دھڑکتا ہے۔ یہ تیری پہلی اور آخری غلطی تھی جو کہ میں معاف کرتی ہوں اگر اب تو نے میرے کسی پالتو کے ساتھ سختی کی تو ان خشک اور بے جان ڈھانچوں میں ایک کا اضافہ یقینی ہے۔

''مگر وہ مجھے تنگ کرتے ہیں۔''

''یہ سب معصوم ہیں.....'' وہ اس وقت جذبات کی روانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ انسانوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ آخر مجھے کیوں نہیں ستاتے.....؟ تیرے ہی دشمن کیوں ہیں؟''

میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ وہ تمہارے دوست کے دوست بن سکتے ہیں اور کسی کے نہیں..... یہ معلوم ہونے کے بعد کہ وہ میری زبان اور میرا مفہوم سمجھ سکتی ہے مجھ میں بحث کرنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا تھا۔ میں بہر قیمت اس کی ہمدردیاں جیتنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

اس لنگور کو قتل کرنے تک تو میرا دشمن نہ تھا.....'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

میں خود کو تمہارا قیدی محسوس کر رہا ہوں۔ ان پہاڑوں میں بھٹکنا کوئی جرم تو نہیں ہے۔ آخر تم نے مجھے کیوں گھیرا۔

''بھٹکنا جرم نہیں ہے.....'' وہ غرائی اور حقارت کے ساتھ خشک انسانی پنجر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ''یہ بھی ایک چوٹی سر کرنے آیا تھا..... ان وادیوں میں بھٹک رہا تھا۔ میری ماں انسانوں میں رہی تھی۔ اس کی عقل مظلومیت کے فریب میں آ گئی۔ اس نے بھٹکنے والوں کی رہبری کی۔ اور یہ پہلی ہی رات میں بھیڑیا بن کر میری ماں کی عزت کو نگل گیا۔ اگر اپنی ولدیت پر مجھے اختیار ہوتا تو کسی خارش زدہ لنگور کی اولاد کہلانا پسند کرتی مگر اس کے تخم سے پیدا نہ ہوتی۔

''دردناک.....'' اس کی کہانی سن کر واقعی مجھے صدمہ ہوا تھا۔ ''تمہاری ماں کہاں ہے؟''

''وہ جہاں ہے سکون سے ہے۔ خبردار جو اس کا نام دوبارہ لیا۔''

''کیا یہ ممکن نہیں کہ میں تنہا یہاں بھٹکنے کے بجائے تمہارے ساتھ رہ سکوں، چند ثانیوں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

توقف کے بعد میں نے سوال کیا۔ اس نے گہری نظروں سے میری طرف گھورا پھر بولی۔ ''تو کون ہے۔ اور اس علاقے میں کیا کر رہا ہے؟''

''میں کون ہوں..... میں کون ہوں..... پھر وہی ایک سوال..... اس سوال نے میرے ذہن کو ہلا کر رکھ دیا۔ میں بذات خود نہیں جانتا تھا کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ قبر سے اٹھنے کے بعد حالات مجھے ادھر سے ادھر اٹھا کر پھینکتے رہے۔ نہ جانے کب تک مجھے در بدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ پاروتی دیوی۔ رینوکا..... وہ بزرگ نہ جانے کہاں جا سوئے تھے..... مجھے کون میرے ماضی کے بارے میں بتائے گا۔'' میں کس طرح اپنے آپ کو جان پاؤں گا..... حالات کی گردش مجھے یہاں سے وہاں لیے لیے پھر رہی تھی۔ کبھی اس دور کبھی اس دور..... مجھے خود اپنے آپ پر اپنے وجود پر اختیار نہ تھا۔ میری اپنی کوئی مرضی نہ تھی۔ میں صرف ان نادیدہ قوتوں کے آگے ایک کھلونا بنا ہوا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اپنے ماضی کو جاننے کے لئے کونسی راہ اختیار کروں۔''

''کیا بات ہے تو نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔'' اس نے معصومانہ حیرت سے پوچھا۔

میرے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا اور میں چونک کر اپنی دنیا میں واپس آ گیا۔

''کیا تم نے ان پہاڑوں سے باہر کی دنیا نہیں دیکھی؟''

''نہیں میں یہاں ہی پیدا ہوئی اور پلی بڑھی ہوں۔ باہر کی دنیا کے ذکر پر اس کے چہرے سے کسی شوق یا تجسس کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔

''مگر آدم خوروں کی مقدس تلوار کس طرح تیرے ہاتھ لگ گئی۔''

'''مقدس تلوار.....'' میں حیرت سے اچھل پڑا۔

''ہاں..... ان کا عقیدہ ہے کہ جو کوئی اس تلوار پر قابض ہو جائے وہ روئے زمین کا طاقتور ترین شخص ہوتا ہے وہ چوہوں کی طرح اس کی برتری تسلیم کر لیتے ہیں۔''

میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ ان کی شکست کو میں ابھی تک اپنی پسٹل کا کارنامہ سمجھ رہا تھا۔ لڑکی کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا نہیں اس بھونڈی تلوار کا کارنامہ ہے جو میں نے محض ایک ہتھیار کے طور پر ان کی بستی کے سب سے بڑے مکان سے ہتھیالی تھی۔

''کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم یہاں سے کسی بہتر جگہ چلیں۔ میں تمہیں لفظ بہ لفظ اپنی کہانی سنا دوں گا۔''

نے پنجر اور کھوپڑیوں والی کوٹھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اس نے مجھے بڑھنے کا اشارہ کیا اور میں چکردار سیڑھیاں طے کرتا اوپر جانے لگا۔

وہ اس احاطے میں بنے ہوئے پہاڑی پتھروں کی دیواروں والے ایک کمرے میں رہتی تھی۔ کی چھت گھاس پھونس وغیرہ سے ڈالی گئی تھی۔ کمرے میں مٹی کے بنے ہوئے برتن قرینے سے طرف رکھے ہوئے تھے..... ایک گوشے میں کئی گرم کھالیں پڑی ہوئی تھیں۔ جو کہ شاید سردیوں استعمال کی جاتی ہوں گی۔ قریب ہی جنگلی پھلوں کا ایک انبار لگا ہوا تھا۔ جن کی خوشبو سے کمرہ رہا تھا۔

''برسوں سے یہ میرا گھر ہے۔'' لڑکی وہاں پہنچنے کے بعد بولی۔ غصے کی کیفیت ختم ہو جانے کے اس کے حسین خدوخال کی رعنائیاں ایک بار پھر جاگ اٹھیں۔ ہونٹوں پر وہی سحر انگیز مسکراہٹ ماں تھی۔ جو میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں زندگی کے دیپ روشن تھے۔ پر گھنیری پلکیں سایہ فگن تھیں۔ سیب جیسی سرخ رنگت کے بھرے بھرے رخسار اور ان پر جھولتی خ رنگ کی آوارہ زلفیں۔ دراز قامت گداز سراپا تجاہل آمیز عریانی اور کوہستانوں کی روایتی چال نے اس لڑکی کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔

میری ماں نے مجھے انسانوں سے نفرت کرنا سکھائی ہے۔ اس کا دلگداز قصہ میں تم کو سنا چکی ں۔ وہ بھی میری طرح ان پہاڑی لنگوروں میں تنہا رہتی آئی ہے۔ ان اطراف میں جو قبیلے رہتے ی وہ بیشتر آدم خور ہیں وہاں مردوں کو ناقابل تصور برتری حاصل ہے۔ عورتیں کھلے آسمان تلے یدانوں میں رہتی ہیں۔ جن کے گرد رسیوں کا دوہرا حصار ہوتا ہے اور ان دونوں حصاروں کے میان خونخوار درندوں کے بھوکے پیاسے غول قید رہتے ہیں۔ اگر کوئی بھی عورت فرار ہونا چاہے تو ن درندوں کا لقمہ بن جاتی ہے۔ مہینے میں ایک بار پورے چاند کی رات کے اجالے میں درندوں کے رکھوالے اس دوہرے حصار میں جال باندھ کر راستہ بناتے ہیں پھر قبیلے کے وحشی مرد درندوں کی رح دندناتے ہوئے عورتوں میں گھس جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک عورت صرف مرد کی عیاشی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بچے جننے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اس رات وہاں قیامت کا سماں ہوتا ہے۔ لڑکی سادہ اور سنگ میں کہے جا رہی تھی۔ اور صبح سے پہلے وہ سب لوٹ جاتے ہیں..... عورتیں اس کھلے میدان کو جنم دیتی ہیں لڑکے بلوغت کی عمر کو پہنچنے پر باہر نکال لیے جاتے ہیں اور لڑکیاں ستم جھیلنے وہاں ہی چھوڑ دی جاتی ہیں۔

میری ماں نے پہلے ان قبائل ہی میں پناہ لینی چاہی لیکن یہ ذلت اسے کسی طور پر گوارا نہ تھی اس کو ان حیوانوں میں پناہ لینی پڑی وہ جب چاہتی ہے لنگوروں کا لشکر لے کر ان آدم خود قبیلوں پڑتی ہے اور وہ لوگ بھاگ کر غاروں میں جا چھپتے ہیں۔

''بڑی عجیب کہانی ہے تمہاری؟'' میں گہری محویت سے چونک کر بولا۔ ''مگر تم یہ بتاؤ کہ ان ویران پہاڑوں میں یہ اردو کیسے سیکھی؟''

''یہ میری ماں کی زبان ہے۔'' وہ فخریہ لہجے میں بولی۔ ''اس نے مجھے مقامی قبیلوں کی سکھائی تھیں، لنگوروں کی بظاہر بے معنی آوازوں کا مفہوم سمجھایا اور اسی نے مجھے اردو سکھائی۔''

''تمہاری ذات پر تمہاری ماں کی چھاپ اتنی گہری ہے کہ مجھے بار بار اسے دیکھنے کی آرزو ہے۔''

''میری ماں کی عزت لوٹنے والے سمندر پار کے سفید فام تھے یہاں سے آئے دن مہم جو بلند چوٹیوں کی طرف جانے کے لیے گزرتی رہتی ہیں۔ مگر ہم کسی سے تعرض نہیں کرتے کیونکہ ان پاس جادوئی ہتھیار ہوتے ہیں وہ کبھی اس بات کو پسند نہیں کرے گی کہ میں باہر کی دنیا سے والے کسی اجنبی مرد کو یہاں پناہ دوں۔''

''پھر تم نے مجھے کیوں پکڑا؟'' میں نے سوال کیا۔

میں اپنے لنگوروں کے ساتھ سیر کو نکلی تھی۔ تجھ پر نظر پڑی اور میں نے تجھے ستانے کی ٹھان میرا ارادہ تھا کہ تجھے خوب پریشان کرنے کے بعد مار ڈالوں گی۔ مگر جب میں نے تیری زبان اردو سنی تو میری دلچسپی جاگ اٹھی..... اپنی ماں کے علاوہ میں نے صرف تجھے اس زبان سے آ پایا۔ یہی وجہ ہے کہ تو اب تک زندہ ہے۔

''تم یقین کرو لڑکی میں تمہارا دوست ہوں۔'' میں نے اسے سمجھانا چاہا۔

''ہونہہ..... مرد کسی عورت کا دوست نہیں ہوتا۔'' اس نے حقارت سے میری بات کاٹ دی۔ میری کہانی سن کر تم کو شاید مجھ سے ہمدردی ہو جائے۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دھیمی آواز میں کہا۔

''ہر مرد پہلے مظلوم بن کر عورت کا قرب حاصل کرتا ہے پھر اس کے بعد سب سے بڑا ظالم بن جاتا ہے۔'' اس کا لہجہ ٹھوس اور جذبات سے عاری تھا۔ ''میں تیرے بارے میں جاننا چاہتی ہوں مگر خیال رہے کہ تو مجھے الو نہیں بنا سکے گا۔''

میں اپنی کہانی کہاں سے شروع کروں؟ میری کہانی پر تمہیں شاید یقین نہ آئے۔ کیونکہ میری داستان اس دنیا سے نرالی ہے۔ میرا نہ کوئی گھر ہے نہ شہر ہے..... نہ میرا کوئی ملک ہے۔ میں دنیا کے بارے میں سب کو جانتا ہوں مگر میں اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ میں تجھے اپنی کہانی کہاں سے سناؤں؟

اس کے چہرے پر بجی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔ لیکن اس سے قبل کہ میں اپنی داستان اسے سناتا میرے منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ پڑا۔ میں جہاں کھڑا تھا وہاں سے کئی قدم دور جا گرا۔ گرتے ہی میں تیزی سے کھڑا ہو گیا۔ ابھی میں صحیح طریقے سے کھڑا بھی نہیں ہو پایا تھا کہ دوسرا زناٹے دار تھپڑ میرے بائیں گال پر پڑا۔ لیکن مارنے والا مجھے اب تک نظر نہیں آیا تھا۔ لڑکی مجھے حیران پریشان نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اچانک ہی کسی کی لات میری کمر پر پڑی اور میں کئی فٹ دور جا گرا۔

''کون ہو تم.....؟ سامنے کیوں نہیں آتے.....؟'' ابھی میرے الفاظ پورے بھی نہیں ہو پائے تھے کہ کسی نے مجھے ٹانگوں سے پکڑ کر اٹھایا اور فضا میں دو تین چکر دینے کے بعد سامنے ہی دیوار پر دے مارا۔ میری آنکھوں کے سامنے رنگ برنگے ستارے ناچ گئے.....''

''کون ہو تم.....؟ کیا چاہتے ہو.....؟'' میں خلا میں گھورتے ہوئے پوری قوت سے چیخا۔ میری چیخ ختم ہوتے ہی ایک زبردست گھونسہ میرے جبڑے پر پڑا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میرا جبڑا اکھاڑ کر رکھ دیا ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس نئی مصیبت سے کس طرح چھٹکارہ حاصل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کروں۔ اگر وہ میرے سامنے ہوتا تو نہ جانے اب تک میں اس کا کیا حشر کرتا۔ مگر وہ جو کوئی بھی مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ اور جو چیز نظر نہ آ رہی ہو اس سے کس طرح سے مقابلہ کیا جائے۔ اچانک اس نے مجھ پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ اب وہ مجھے ایک لمحے کی بھی مہلت نہیں دے رہا تھا۔ مجھے اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اسی طرح مار کھاتے کھاتے نہ جانے کب میرا تاریک وادیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ آخری احساس جو میرے ذہن میں تھا وہ کسی کے قہقہے کی آواز تھی..... اس کے بعد میرا ذہن مکمل اندھیروں میں ڈوب گیا۔

☆☆☆

☆☆

میرا ذہن جس قدر تیزی سے تاریکی کی طرف گیا تھا اس سے بھی زیادہ تیزی سے واپس روشنی کی طرف آ گیا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس نادیدہ ہستی کو دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ میرے پورے جسم میں درد سے ٹیسیں سی اٹھ رہی تھیں میں نے آہستہ آہستہ کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر قبل اس کے کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوتا۔ اس نادیدہ ہستی کا ہاتھ پوری قوت سے میرے جبڑے پر پڑا..... مجھے یوں لگا جیسے میرے جبڑے پر کسی نے تیزاب ڈال کر اسے گلا دیا ہو۔ وہ لڑکی بھی مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یوں دیکھ رہی تھی جیسے میں کوئی پاگل ہوں۔

''کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟'' میں نے اپنے جبڑے کو سہلاتے ہوئے پوچھا۔

میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر میرے پیچھے بنی چٹان پر دے مارا۔ ایک بار پھر میں تکلیف سے کراہ اٹھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس مصیبت سے کس طرح سے نجات حاصل کروں۔ یہ نادیدہ ہستی کون ہے؟ اور مجھ سے کیا چاہتی ہے؟ اب تک نہ اس نے کوئی بات کی تھی اور نہ ہی میرے کسی سوال کا جواب دیا۔ میرے ہر سوال کے جواب پر اس نے میرے جسم پر صرف نقش و نگار ہی بنائے تھے۔ میری حالت لمحہ بہ لمحہ بگڑتی جا رہی تھی۔ مجھے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بھاری پڑ رہا تھا۔ میرا جسم کئی جگہ سے زخمی اور لہولہان ہو چکا تھا۔ میں بے بسی سے اس پتھریلی زمین پر لیٹ گیا۔ میں اب اس سے کوئی سوال کر کے اپنے آپ کو مزید تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے بے بسی سے آنکھیں بند کر کے پاروتی کو یاد کیا..... رینوکا دیوی کو یاد کیا مگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہر طرف صرف خاموشی ہی خاموشی تھی۔ میں ایسی جگہ آ کر قید ہو گیا تھا۔ جہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ یہ لڑکی بھی میری کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ یہ صرف محو حیرت بنی تماشہ دیکھ رہی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کب تک ان حالات کا شکار رہوں گا؟ کب تک حالات کی گردش مجھے ادھر سے ادھر پھینکتی رہے گی؟ میری اپنی اس زندگی کا کوئی مقصد بھی ہے یا نہیں؟ میری اس زندگی میں میری اپنی مرضی کا کوئی عمل دخل بھی ہے کہ نہیں ہے..... کب تک یہ وقت اور حالات مجھے اپنے ہاتھوں کھلونا بنائے رکھیں گے..... کاش کہ میں جان سکتا کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ میرے ماں باپ کون ہیں؟ میرا وطن کون سا ہے؟ یہ میری کیسی بے بسی ہے کہ میں ہر چیز کے بارے میں جانتا ہوں مگر بذات خود اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں..... اگر میں جانتا ہوں تو صرف اتنا کہ میرا نام شہریار احمد ہے اور میں رات کی تاریکی میں صدیوں پرانے قبرستان کی ایک قبر میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ میں اپنے بارے میں کوئی بات نہیں جانتا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھے اپنے ماضی کے بارے میں جاننے کے لیے کیا کرنا ہوگا..... کس سے معلوم کروں؟ کون مجھے میرے ماضی کے بارے میں بتائے گا؟ میری بے بسی کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ قبر کی کوکھ سے جنم لینے والا باہمت نوجوان شہریار احمد جو کہ بڑے بڑے سورماؤں سے ٹکرا گیا جس نے ہر برائی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا..... اس وقت کیسی بے بسی کے عالم میں پڑا آنسو بہا رہا ہے۔ جس نے ہر چلتے شخص کی مدد کی آج کیسا بے یار و مددگار اس پتھریلی زمین پر پڑا ہے..... ہے کوئی اس وقت میری مدد کرنے والا..... نہیں ہے۔ پاروتی دیوی..... جو کہتی تھی میری شکتی اپرم پار ہے..... کہاں ہے وہ اور اس کی شکتی.....! وہ تو مجھے اس دنیا کا سب سے زیادہ بلوان منش بنانا چاہتی تھی اب مجھے مدد کی ضرورت تھی تو وہ کہاں تھی؟۔ رینوکا دیوی جس نے مجھے سہانے خواب دکھائے مگر جب بھی مجھ پر برا وقت آیا دونوں غائب ہو گئیں۔ کیوں؟ آخر کیوں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ رینوکا اور پاروتی..... ایک ہی تصویر کے دو رخ ہوں اور مجھے ان حالات تک پہنچانے میں بھی انہی کا ہاتھ ہو۔ یہ خیال میرے ذہن میں اتنی سرعت سے ابھرا تھا کہ مجھے یقین سا ہونے لگا تھا کہ ہو نہ ہو ایسی ہی بات ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مجھے صرف الجھایا جا رہا ہو۔ اور مجھے صرف مجھے میرے ماضی سے دور رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ لیکن..... مجھے میرے ماضی سے دور رکھ کر ان لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ کوئی نہ کوئی

ضرور تھا..... کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور تھی اور اب مجھے یقین سا ہو گیا تھا کہ مجھے الجھایا جا رہا ہو نہ ہو پاروتی اور رینو کا ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔ اور وہ مجھے دونوں روپ میں مکمل طور پر جاننے کی کوشش کر رہی ہے۔ مجھے میرے ماضی سے دور رکھ کر ان کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ یہ مجھے ماضی سے دور رکھنے کی کوشش کیوں کر رہی ہیں..... یہ بات میرے ذہن میں اٹک کر رہ گئی یہاں پہنچ کر میرے ذہن کو گرہ سی لگ گئی تھی۔ اس سے آگے میری سوچ جانے سے انکار کر

اچانک ہی اپنے بالوں میں کسی کی انگلیوں کا لمس محسوس کرتے ہی میں نے آنکھیں کھول دیں۔ لڑکی میرے اوپر جھکی ہوئی تھی۔

''یہ تجھے اچانک کیا ہو گیا تھا؟'' اس نے میرے چہرے سے دھول صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

''میں خود نہیں جانتا کہ مجھے کیا ہو گیا تھا۔'' میں نے آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''چل پہلے تیرے یہ زخم وغیرہ صاف کرتی ہوں اس کے بعد باقی باتیں کریں گے۔'' اس نے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ مجھے لیے وہ ایک ایسے غار میں داخل ہوئی جہاں فرش پر پہلے سے کئی کھالیں بچھی ہوئی تھیں۔ اس نے بڑے آرام سے مجھے فرش پر بچھی ہوئی ایک کھال پر لٹا دیا اور میرے جسم پر موجود زخم پر نہ جانے کن جڑی بوٹیوں کا عرق لگانے لگی۔ ان جڑی بوٹیوں کے رس سے مجھے کافی سکون مل رہا تھا۔

''تیرا نام کیا ہے.....؟'' اچانک اس کمرے کے اندر لڑکی کی آواز گونجی۔

''شہریار احمد.....'' میں نے اس کی طرف کروٹ لے کر کہا۔ ''اور تمہارا نام کیا ہے؟''

''میری ماں مجھے لاجونتی کہتی ہے؟'' وہ بولی پھر اچانک کسی خیال کے زیر اثر بولی۔

''کیا تجھے مجھ سے بہت زیادہ ڈر لگتا ہے؟''

''جب سے تم نے میری زبان میں بات کرنا شروع کی میرا ڈر کچھ کم ہو گیا ہے۔'' اس کے بعد وہ سے قریب ہی زمین پر دراز ہو گئی۔

''ایک بات بتا شہریار۔'' اس نے پرشوق لہجے میں پوچھا۔ ''باہر کی دنیا سے آنے والا تو پہلا مرد جس سے میں نے دو بدو بات کی ہے مگر یہاں سے گزرنے والے بہت سے قافلوں کا دور تک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تعاقب کیا۔ آخر تمہارے جسموں میں کیا عیب ہے جنہیں تم لوگ بڑی احتیاط سے چھپاتے چہرے کے علاوہ میں نے کسی کے بدن کا کوئی حصہ کھلا ہوا نہیں دیکھا۔ اور تیرا لباس بھی عجیب ہے۔

''ہم عریانی کو معیوب سمجھتے ہیں لاجونتی.....'' میں نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیرتے کہا۔ ہماری اقدار تم سے بہت مختلف ہیں۔''

''میری ماں بتاتی ہے وہ شہروں میں رہی ہے..... وہ لوگ درندے ہوتے ہیں..... خود درندے۔ مگر تجھ میں ایسی کوئی خرابی نظر نہیں آتی ہے۔ میں ماں سے پوچھوں گی کہ ایسا کیوں ہے میں دھیمے لہجے سے ہنس دیا..... میری آنکھوں میں شرارے کوندنے لگے تھے۔

سادہ اور معصوم سی باتیں کرتے کرتے وہ میرے قریب ہی سو گئی..... میں کافی دیر تک جمناسٹک کرتا رہا..... میری اب تک سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ نادیدہ ہستی کون سی تھی.....؟ جس مجھے اس حال تک پہنچایا تھا۔ اور پھر اچانک کہاں غائب ہوگئی۔ اور وہ مجھ سے کیا چاہتی تھی؟ ان سوالات کے جوابات بھی وہی نادیدہ ہستی دے سکتی تھی۔ کافی دیر تک ذہنی جمناسٹک کرتے کرتے جانے کب نیند کی دیوی نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور میں دنیا و مافیا سے بے خبر ہو گیا۔ نہ جانے کتنی دیر تک میں سوتا رہا۔ تیز چیخیں رات کے آخری حصے میں میری بیداری کا سبب بنیں۔ آنکھ کھولنے کے بعد کئی سیکنڈ تک تو میں یہ ہی سمجھتا رہا کہ وہ چیخیں میرے کسی ڈراؤنے خواب کا حصہ ہیں لیکن کسی لنگور کی دھشت زدہ چیخوں سے پوری وادی اب بھی گونج رہی تھی۔ میری چھٹی حس اچانک ہی بیدار ہوگئی۔ لنگور کی چیخیں کسی بڑے خطرے کا پیش خیمہ تھیں۔ میں نے پھرتی سے اپنا بدن سمیٹ لاجونتی کو آواز دی۔ لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔

پھر میں نے غار کی خاموشی میں اندازے سے پورا فرش ٹٹول لیا..... مگر لاجونتی وہاں نہ تھی اور وہاں موجود نہ پا کر میرے ہاتھ پیر پھول گئے اور میں افراتفری کے عالم میں غار سے نکل آیا.....

پھر چاند کی مدھم روشنی میں مجھے قریب کی ایک چٹان پر ایک انسانی ہیولا کھڑا نظر آیا اس قریب ہی ایک قد آور لنگور اچھل اچھل کر چیخ رہا تھا۔

''لاجونتی.....'' میں نے اس سائے کو آواز دی۔

اس نے میری طرف گردن گھما کر دیکھا اور پھر لاجونتی کی آواز سنائی دی۔ ''اچھا ہوا کہ تو بیدار ہوگیا..... یہ قبائلی تجھے گرفتار کرنے آئے ہیں۔ اگر میرا لنگور بروقت مجھے ہوشیار کر کے چیخنا نہ شروع کر دیتا تو یہ آدم خور ہمیں غار میں گھس کر مار چکے ہوتے۔

میں سنبھلتا ہوا تیزی سے اس چٹان تک جا پہنچا جہاں لاجونتی کھڑی ہوئی تھی۔ نیچے نگاہ ڈالی تو کم از کم تین سو فٹ گہری وادی میں چاند کی پھیکی روشنی میں چار انسانی سائے نظر آئے۔

''یہ اب کیا چاہتے ہیں؟'' میں نے نیچے جھانکتے ہوئے پوچھا۔

''بہت سی باتیں ہوئیں..... میں نے یہ بھی بتایا کہ مقدس تلوار میرے قبضے میں آ چکی ہے۔ مگر یہ لوگ تجھے لئے بغیر ٹلنے کو تیار نہیں ہیں۔ کہتے ہیں جب میں انہیں مقدس تلوار دکھا دوں گی تو یہ مجھے اپنا آقا مان لیں گے مگر کسی اجنبی کو کسی قیمت پر نہیں بخشیں گے۔'' لاجونتی بولی۔

''تم نے کیا فیصلہ کیا۔''

''اس وقت نیچے سے ایک آدم خور چیخ چیخ کر کچھ کہنے لگا۔ وہ خاموش ہوا تو لاجونتی مجھ سے مخاطب ہوئی..... ''یہ کہہ رہا ہے کہ ہم جانوں پر کھیل جائیں گے مگر اجنبی کو ان پہاڑوں سے زندہ نہیں نکلنے دیں گے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ آخر ان لوگوں سے کس طرح چھٹکارا حاصل کیا جائے؟

''یہ لنگور کس کام آئے گا؟'' میں نے اسے یاد دلایا وہ نشیب میں ہیں اور ہم بلندی پر۔

''اس وقت لاجونتی کے حلق سے لنگور جیسی ایک تیز چیخ نکلی اور اس کی آواز کی بازگشت ڈوبنے سے پہلے ہی ایک پتھر زناٹے کے ساتھ نیچے تیر گیا۔ پہلے آدم خور کی چیخ بہت مہیب تھی وہ تیورا کر نیچے گرا پھر اس کی کراہ تک سنائی نہ دی۔ اس کے تینوں ساتھی بوکھلا کر ادھر ادھر بھاگے..... میں نے لاجونتی کے ساتھ مل کر وزنی پتھر نیچے لڑھکانے شروع کر دیئے اور وہ علاقہ بھرپور دھماکوں سے گونج اٹھا..... دوسری طرف وہ لنگور بھاگنے والوں کا رخ دیکھ کر اپنی دم کی مدد سے ان پر مہلک پتھر وار کر رہا تھا۔

بھاگنے والوں میں سے ایک میری لڑھکائی ہوئی چٹان کے نیچے بری طرح پس گیا تیسرا لنگور کے تیر کا نشانہ بنا۔ چوتھا شاید کسی دراڑ وغیرہ میں پناہ لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیچے میدان صاف پا کر لنگور نے اب پتھر فضا میں اچھالنے شروع کر دیے تھے..... اسی طرح شاید وہ معرکہ جیتنے پر اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔

''ان میں سے ایک بچ نکلا.....'' لاجونتی کی آواز سے گہری تشویش کا اظہار ہو رہا تھا۔

''یہ بڑی خطرناک بات ہے، ہمیں نیچے اتر کر اسے تلاش کرنا چاہیے اگر وہ فرار ہو گیا تو جلد پورے قبیلے کو ساتھ لے کر لوٹے گا.....''

''تیری بات درست ہے۔'' لاجونتی نے کہا اور بے خوفی کے ساتھ نیچے اترنے لگی۔

نیچے پہنچ کر ہمارے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ دو قبائلیوں کے سروں میں ہمارے لنگور پتھر پھینکے ہوئے پتھر اس طرح لگے تھے کہ ان کے بھیجے نکل پڑے تھے۔ تیسرے کا بدن چٹان کے دب کر سرمہ ہو گیا تھا۔ چوتھے کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ پھر ہم لوگوں نے اس گھاٹی کی ایک ایک دراڑ چھان ماری۔ لیکن چوتھے قبائلی کا کوئی سراغ نہ ملا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اسے زمین نگل گئی ہو..... اجالا پھیلنے کے بعد تک ہم اس کی تلاش میں مصروف رہے۔ مگر ہمیں کوئی کامیابی حاصل ہوئی۔

''سنو شہریار..... یہاں سے کچھ دن کے سفر پر ایک خانقاہ ہے..... جہاں میری ماں رہتی ہے، لوگ وہاں چلتے ہیں۔''

''خانقاہ.....'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہاں.....'' کچھ دیر کی تکرار کے بعد ہم دونوں خانقاہ پر چلنے کو تیار ہو گئے۔

شب و روز ڈھلتے رہے۔ ہمارا سفر جاری رہا۔ میرے لئے ہر راستہ ہر چٹان یکساں تھی مگر لاجونتی کو ان بھول بھلیوں کا قابل رشک شعور تھا۔ وہ قبل از وقت مجھے راستے کی نشانیوں کے بارے میں بتاتی اور آخر کار اس کی باتیں سچی ثابت ہوتی رہیں۔ لاجونتی کا پالتو لنگور ہمارے اس پر خطر سفر کا ہیرو تھا۔ وہ ہمارے لیے نہ جانے کہاں کہاں سے پھل لا کر ہماری توانائی بحال کرتا رہا۔ یہ علاقہ پانی کے معاملے میں بے حد فیاض تھا۔ چوٹیوں سے پگھلنے والی برف جا بجا پہاڑی جھرنوں کی صورت میں رواں نظر آ رہی تھی۔ چھٹے روز ہم دوپہر کے قریب پتھر کی جمی ہوئی شفاف برف پر جا پہنچے جس سے منعکس ہونے والی سورج کی کرنیں آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر رہی تھیں..... اب ہم ایسی بلندی پر آ

چکے تھے کہ مجھے سانس لینے میں معمولی سے دقت ہونے لگی تھی..... چند سو گز چلنے کے بعد سینہ کسی دھونکنی کی طرح چلنے لگتا اور لاجونتی کو رک کر میرے سانس کی بحالی کا انتظار کرنا پڑتا۔

مسلسل برف پر چلنے کے باعث پیروں کی جلد پھولنے لگی تھی۔ برف اس قدر سخت اور چکنی تھی کہ ذرا سی بے احتیاطی پر پیر پھسل جاتا تھا۔

شاید وہ سیاہ لنگور بھی ایسے موسم کا عادی نہ تھا اس کی ساری شوخی رخصت ہو چکی تھی اور اس پر بار بار چھینکوں کے شدید دورے پڑ رہے تھے۔ اس کی ابتر حالت دیکھ کر میں نے دونوں کھالیں مضبوطی سے اپنے سینے کے گرد لپیٹ لی تھیں۔

آدم خور قبائلیوں سے ٹکراؤ کے بعد راستے میں ہمیں اس قدر صعوبتیں پیش آئیں کہ اب خطرات سے میں تقریباً بے نیاز ہو چکا تھا۔ میں نے ایک جگہ ستاتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

''ابھی ہم خانقاہ سے کتنی دور ہیں لاجونتی.....؟''

''ہماری رفتار بہت سست ہے۔ اگر اسی طرح سے چلتے رہے تو دو دن اور لگیں گے۔'' اس کی آواز میں تشویش کے سائے لہرا رہے تھے۔

''کیا تم میری وجہ سے پریشان ہو؟'' میں نے اس کا فکرمند چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

''تیری طرف سے نہیں میں ان آدم خوروں کے بارے میں پریشان ہوں۔''

''وہ کیوں.....؟''

''میں ان کی فطرت سے خوب واقف ہوں جو شخص بچ کر بھاگا تھا اس کے ہمراہ وہ کئی دن پہلے ہمارا راستہ روک سکتے تھے۔ مگر وہ بہت چالاک ہیں۔ اگر میرا اندیشہ درست ہے تو وہ کسی بھی لمحے ہمیں للکار سکتے ہیں۔''

''تمہاری دانست میں وہ ہمارے تعاقب میں ہیں؟'' میں نے سوال کرتے ہوئے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سرد سی لہر دوڑتی محسوس کی۔

''شاید۔'' اس نے مختصر سا جواب دیا۔

''کھل کر بات کرو لاجونتی۔ شاید میں کوئی معقول مشورہ دے سکوں۔''

''وہ میرے لنگوروں سے بہت ڈرتے ہیں۔ اور یہ جان چکے ہیں کہ اس سفر میں کم از کم ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لنگور میرے ساتھ ہے۔ لہٰذا وہ خاموشی سے ہمارا تعاقب کر رہے ہوں گے۔ ہماری سمت سے ا
اندازہ کر چکے ہوں گے کہ ہم برفانی میدانوں میں ضرور داخل ہوں گے..... اب اول تو میرے لنگو
کی حالت ابتر ہے۔ دوسرا یہاں دور دور تک پتھر نایاب ہے۔ برف کی سخت اور موٹی تہہ کو توڑ ے بغ
ہم ایک کنکر بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اور وہ شاید اسی موقع کے منتظر ہوں۔''

اس کی پوری بات سن کر میں لرز اٹھا۔ اس کی عمر انہی علاقوں میں گزری تھی۔ وہ آدم خوروں
مزاج شناس تھی اور اگر اب اسے تشویش تھی تو بالکل بجا تھی۔

''میری وجہ سے وہ تمہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے.....؟'' میں نے ڈوبتے دل کے
ساتھ اس سے سوال کیا۔ اس کا لنگور اس وقت بھی بری طرح چیخ رہا تھا۔ غیر برفانی پہاڑوں کے ا
جانور کے لیے یہ موسم واقعی سخت اور ناساز تھا۔

''کچھ نہیں کہا جا سکتا.....'' وہ شوخ لڑکی اس وقت بالکل بدلی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ ''اگر مقا
تلوار ساتھ لے آتے تو کوئی تدبیر بھی ہو سکتی تھی۔''

سارا دن ہم رینگ رینگ کر آگے بڑھتے رہے۔ میرے سینے میں اب شدید دکھن ہو رہی تھی
شام کے وقت لاجونتی اچانک بری طرح حوفزدہ نظر آنے لگی۔ وہ سکتے کے عالم میں برفیلی زمین
کسی چیز کو کھودے جا رہی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے اسے خوفزدہ دیکھا تھا۔

''کیا بات ہے لاجونتی.....؟'' میں ہانپتا ہوا جلد ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔

''میری ماں..... نہ جانے وہ کس حال میں ہے؟'' وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ اس کی نگاہ
برف پر بنے ہوئے ایک غیر معمولی حد تک بڑے پیر کے گہرے نشان پر جمی ہوئی تھیں۔

''یہ کیا ہے.....؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''برفانی آدمی کے قدموں کے نشان.....'' وہ تیز سرگوشیانہ آواز میں بولی۔ یہ بن مانس کی طر
کم از کم گیارہ فٹ بلند وحشی ہوتا ہے جو آدمی کی طرح دو پیروں پر چلتا ہے۔ سارے بدن پر بہ
لمبے لمبے سفید بال ہوتے ہیں اور اس قدر طاقتور ہوتا ہے کہ انسان کی ٹانگیں پکڑ کر اس کو دو حصوں میں
تقسیم کر دیتا ہے۔

''کیا یہ ان اطراف میں کبھی کبھار ہی آتا ہے؟'' اس کی حیرت کے پیش نظر میں نے سوا

کیا۔ ورنہ حقیقت میں تو میں خود خوفزدہ ہو گیا تھا۔

''پہاڑی چوٹیوں کو سر کرنے والی مہمات کے ارکان نے واپسی پر اکثر برفانی انسان کے بارے
میں بہت کچھ بتایا تھا اور وہ تفصیلات بے حد لرزہ خیز تھیں۔ کئی بار لوگ محض اس کو پکڑنے کی خاطر
بھرپور تیاریوں کے ساتھ تیس ہزار فٹ کی بلندیوں تک گئے مگر اس کی جھلک تک نہ دیکھ سکے۔ ساری
کہانیاں بس ان کے قدموں کے نشانات کے گرد گھومتی تھیں جن کی تصاویر سنسنی خیز عنوانات کے
ساتھ ساری دنیا میں چھپی تھیں۔ پھر کسی نے ایک تصویر بھی اخبارات کو فراہم کی جو برفانی پس منظر
میں کسی قوی الجثہ اور قدرے کبڑے شخص کے دھندلائے ہوئے پیکر کی تھی۔ تصویر میں صرف اس کی
پشت نمایاں تھی اور اس کے مطابق اس کا قد زیادہ سے زیادہ آٹھ فٹ ہو سکتا تھا۔ مگر اس تصویر کو بھی
لوگوں نے مستند نہ مانا بلکہ اسے ایک سستی شہرت حاصل کرنے کا ایک ناکام طریقہ قرار دیا گیا۔ مگر اب
اس افسانوی کردار کی موجودگی کا پہلا ثبوت میرے سامنے تھا۔

''یہ اتنی کم بلندی پر کبھی نہیں آتا.....'' لاجونتی کہہ رہی تھی۔ ''یہاں تک اتر ہی آیا ہے تو اب
خانقاہ خالی اور ویران ملے گی۔ میری ماں شاید اس کا لقمہ بن چکی ہو گی۔'' آخر میں اس کی آواز
بھرا گئی۔

''خدا نے چاہا تو وہ زندہ ہو گی۔'' میں نے قریب جا کر اسے دلاسا دیا۔

اس نے اپنی نیلی آنکھیں میری طرف اٹھائیں تو اس میں آنسو لرزاں تھے۔

''شہریار! میری ماں مر گئی تو میں تنہا رہ جاؤں گی.....'' وہ لپک کر میرے سینے سے آ لگی اور میں
نے پوری گرمجوشی سے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔ ایک ثانیے کے لیے اس کی ماں کے لیے
میرے دل میں احسان مندی کا جذبہ بیدار ہو کر اس کی موت کی تاریکیوں میں ڈوب گیا۔

اور ٹھیک اس وقت لنگور نے اچانک چیخنا شروع کر دیا۔ لاجونتی تڑپ کر میری بانہوں سے نکل
گئی۔ میں گھبرا کر پلٹا تو نوکیلے پھلوں والے لمبے لمبے بھالے ہاتھوں میں سنبھالے آدم خوروں کا ایک
جم غفیر برفیلی زمین پر ہماری طرف آ رہا تھا۔

''یوہانا تیری مانا.....'' لاجونتی ان کی طرف منہ کر کے کسی زخمی شیرنی کی طرح دہاڑی۔ اس کے
الفاظ میں جانے کیا سحر تھا کہ ان کے بڑھتے ہوئے قدم وہاں ہی رک گئے۔ نیزوں کی چمکیلی انیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی نیچے جھکتی چلی گئیں۔ یہ بدلتا ہوا منظر اس قدر خوشگوار تھا کہ بے اختیار مجھے اپنی خوش نصیبی پر رشک آنے لگا۔ کہاں تو ابھی تک میں مایوسیوں اور خطرات میں گھرا ہوا تھا۔ اور اب آدم خور اس کے رعب میں آ گئے تھے۔ حملہ آوروں میں سے ایک شخص نے اپنا نیزہ برف میں گاڑ دیا اور اپنے بدن پر پڑی کھال درست کرتا ہوا نہتا لاجونتی کی طرف آنے لگا۔

لاجونتی کے قریب آ کر اس نے سر کو قدرے خم دیا۔ مجھے قہر بار نظروں سے گھورا۔ پھر لاجونتی کے ساتھ اپنی مادری زبان میں کچھ گفتگو کرنے لگا۔ ان کے اجنبی مقالے میری سمجھ سے باہر تھے۔ میں خاموشی سے کھڑا یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ لنگور بھی موقع شناس تھا۔ وہ لاجونتی کے قدموں میں بیٹھ فلسفیانہ انداز میں اپنا کان کریدتا رہا تھا۔

دونوں کی گفتگو کافی طویل ثابت ہوئی۔ ایک آدھ بار لہجوں میں تندی بھی پیدا ہوئی مگر پھر گفتگو پرسکون ہو گئی۔

اس سے بات ختم کرنے کے بعد لاجونتی میری طرف مخاطب ہو گئی۔

''اب وہی ہو گا جس پر تو رضامند ہو گا۔ یہ تیری گرفتاری کا مطالبہ کرتے ہیں یا خونریز جنگ کا۔''

یک بیک میری ساری امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ میں پژمردہ لہجے میں بولا۔ جنگ کا نتیجہ تو صاف ظاہر ہے۔ اگر میں خود کو زندہ سلامت ان کے حوالے کر دوں تو میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا اور تمہیں کیا رعایت دی جائے گی۔''

''انہوں نے میری بیشتر شرائط مان لی ہیں تجھے قیدی بنانے کے بعد یہ ہمارے ساتھ خانقاہ تک چلیں گے تاکہ میں اپنی ماں کی خیر خبر معلوم کر سکوں اگر وہ زندہ ہوئی تو میں اس کے مشورے پر عمل کروں گی۔ اگر وہ خانقاہ پر نہ ملی تو میں تیرے ساتھ واپس چلوں گی۔ اپنی بستی میں پہنچ کر حسب روایت یہ لوگ تجھے زندہ آگ میں جلا دیں گے۔

''اگر تم میرے جلنے کا منظر دیکھنے پر آمادہ ہو تو مجھے یہ سمجھوتہ منظور ہے۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''یہ میری تجویز نہیں تھی۔ وہ اس سے کم کسی بات پر آمادہ نہیں ہوتے۔'' لاجونتی میرا شانہ تھپک کر بولی۔ ''وہ ہم پر براہ راست حملہ بھی کر دیتے تو ہم مارے جاتے۔ مگر وہ تجھے زندہ پکڑنا چاہتے

ہیں۔ تاکہ صدیوں پرانی رسم کے مطابق تیری چتا جلا سکیں اور محض اسی وجہ سے مجھے یہ رعایت دینے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ اگر تجھے یہ پسند نہیں تو ان سے مقابلے میں، میں پیش پیش ہوں گی۔ میرے بعد ہی یہ تجھ پر وار کر سکیں گے۔'' اس کے لہجے سے ظاہر تھا کہ وہ جو کہہ رہی ہے کر گزرے گی۔

میں نے لاجونتی سے کچھ کہے بغیر اپنے دونوں ہاتھ سامنے کھڑے آدمی کی طرف بڑھا دیئے۔ یہ منظر دیکھتے ہی اس کا لشکر پوری قوت سے نعرے لگانے لگا۔ اور لنگور بھی گھبرا کر بری طرح چیخنے لگا۔

پھر کسی جنگلی بیل سے میرے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیئے۔ لاجونتی اب ایک لمحے کو بھی مجھ سے الگ ہونے کو تیار نہ تھی۔ جنگلیوں نے دونوں کو اپنے نرغے میں لے لیا اور لاجونتی کی بتائی ہوئی سمت پر آگے چل پڑے۔

میرے اندیشے درست ہی نکلے۔ یہ قبائلی ان معاملات میں بہت عقلمند ہیں۔ لاجونتی میرے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''میری تو دعا ہے کہ اس وقت برفانی انسان کہیں سے آ نکلے اور ان سب کے جسموں کو چیر ڈالے۔'' میں نے سخت مایوسی کے عالم میں کہا۔

''ہمارا حشر بھی ان سے مختلف نہ ہو گا.....'' وہ بولی

''آگ میں زندہ جلنا اور برفانی انسان کے ہاتھوں مرنا ایک ہی بات ہے..... میرے مقدر کا فیصلہ تو صادر ہو چکا ہے۔ ہاں تمہارا مستقبل ابھی غیر یقینی ہے۔''

''ہم اکٹھے ہی جئیں گے اور ساتھ ہی مریں گے شہریار! میں تجھے پسند کرنے لگی ہوں۔ میری ماں نے مردوں کے بارے میں جو کچھ بتایا وہ ہو سکتا ہے اس کا تجربہ ہو۔ مگر میرا تجربہ مختلف ہے۔''

ہماری مسلسل باتوں سے اس کا لشکر کا سالار کچھ بدک گیا۔ اس نے لاجونتی سے گفتگو کی اور اس نے مجھے بتایا کہ وہ ہم دونوں کو الگ کرنا چاہتا ہے۔ اسے اندیشہ ہے کہ ہم فرار کا کوئی منصوبہ تیار نہ کر لیں۔ حکم ناخوشگوار تھا۔ لیکن اٹل بھی۔ ہم دونوں دو مختلف ٹکڑیوں کے ساتھ بانٹ دیئے گئے۔ رات کو پڑاؤ میں بھی اس بات کا خاص اہتمام کیا گیا تھا کہ وہ میرے قریب نہ آ سکے۔ ہمارے معاملات میں وہ حد سے زیادہ حساس نظر آ رہے تھے۔

لاجونتی کے اندازے کے مطابق روانگی کے آٹھویں روز خانقاہ کے آثار نظر آنے لگے۔ چمکیلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

برف کی زمین پر پہاڑی پتھروں سے بنی ہوئی وہ خانقاہ بدھوں کے کسی قدیم اسٹوپا سے مشابہہ تھی۔ اس کے کلس اور برجیاں دوپہر کے اجالے میں دور ہی سے چمک رہی تھیں۔ یہاں لاجونتی کی درخواست پر مجھے اور اس کو سب سے آگے چلنے کی اجازت دی گئی۔ نیزہ بردار آدم خوروں کا لشکر ہماری پشت پر تھا۔ اچانک لاجونتی نے دور ہی سے ماں کا نعرہ مارا اور قرب و جوار کی ساری برفانی چوٹیاں ماں ماں کی تکرار کرنے لگیں۔ پھر ہر سو سکوت چھا گیا۔ لاجونتی کی نظریں برفیلی زمین پر ناچ رہی تھیں۔ پھر اسے پیر کا ایک بہت بڑا نشان نظر آ گیا۔ یہ ہو بہو پہلے نشان سے مشابہ تھا۔ اس کے بعد تو وہاں سے ایسے بہت سے بے شمار نشانات نمایاں تھے۔ لاجونتی نے خاموش اور درد بھری نظروں سے میری طرف دیکھا۔ میں اس سے نظریں چار نہ کر سکا اور اپنا سر جھکا لیا۔ پھر ہم اس خانقاہ میں داخل ہوئے۔ سامنے ہی رام اور سیتا کی قد آدم پتھریلی مورتیاں ایستادہ تھیں۔ ان کی حالت سے چل رہا تھا۔ وہ بعد میں نہیں لائی گئیں۔ بلکہ خانقاہ کے ساتھ ہی تراشی گئی ہوں گی۔ اندر کوئی بھی تھا۔ خانقاہ ویران پڑی ہوئی تھی۔ لاجونتی نے تڑپ کر ماں کو پکارا۔ اور ایک مرتبہ پھر وہ آواز دور تک گونجتی چلی گئی۔ مگر اس کا جواب کسی نے نہ دیا۔

خانقاہ کے آس پاس برفانی انسان کے قدموں کے بے شمار نشانات تھے جیسے وہ کافی دیر تک وہاں گھومتا رہا ہو۔ پھر یہ نشانات ایک ڈھلان سے دور تک نیچے اترتے چلے گئے تھے۔ اس کے قریب اس کے آنے کے بھی نشانات تھے۔ لاجونتی غم سے نڈھال ہو رہی تھی۔ اس نے نشانات کے تعاقب میں اسی ڈھلان پر اترنا چاہا مگر قبائلیوں کے سردار نے اس کے بازو مضبوطی سے تھام لیے۔

برفانی انسان کے قدموں کے نشانات دیکھ کر وہ سب بھی صورت حال کا اندازہ لگا چکے تھے۔ اور جلد سے جلد وہاں سے بھاگ نکلنا چاہتے تھے۔ مگر لاجونتی سالار کی گرفت میں مچل رہی تھی۔ وہ اپنی ماں کی تلاش میں ان نشانات کا تعاقب کرنا چاہتی تھی۔ ابھی یہ کشمکش جاری تھی کہ فضا میں ایک مہیب اور مختصر سی چیخ ابھری اور سب لوگ دہشت سے چیختے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے خانقاہ سے واپس دوڑ پڑے۔ اس حالت میں بھی وہ مجھے اور لاجونتی کو ساتھ لینا نہ بھولے تھے۔

وہاں تا حد نظر ٹھوس اور شفاف برفانی سلیں ہی سلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ یا پھر اس برف پوش زمین سے کہیں کہیں اونچے درختوں کی ٹہنیاں اور دیوہیکل تنے ابھرے ہوئے تھے۔ صدیوں قدیم ان

خزاں رسیدہ درختوں پر دور دور تک برگ و بار کا نام نہ تھا۔ وہ آدم خور قبائلی خوف اور دہشت کے عالم میں چکنی اور برفانی سطح پر پھسلتے اور زخمی ہوتے ایک طرف بھاگتے جا رہے تھے اور کریہہ آوازیں بلند کر رہے تھے۔ مجھے اور لاجونتی کو انہوں نے اپنے نرغے میں لیا ہوا تھا۔

چند منٹ کے توقف کے بعد وہی دہشتناک اور مختصر سی چیخ ایک بار پھر ان برف زاروں میں گونج اٹھی۔ بھاگنے والوں کے حواس بگڑ گئے اور وہ بے تحاشہ داہنی سمت خطرناک ڈھلوان کی طرف گھوم گئے۔ کیونکہ اس بار آواز کی سمت واضح ہو گئی تھی۔ اگر وہ سیدھے بڑھتے رہتے تو ذرا ہی دیر میں کسی ناگہانی آفت سے دوچار ہو بیٹھتے۔ جس کا اعلان وہ چیخ دو بار کر چکی تھی۔

بھاگنے والے ڈھلانوں پر جمی ہوئی برف کی گہری پرت میں اپنے نیزوں کی انیاں گاڑتے اور اپنا توازن برقرار رکھتے ہوئے نہایت تیز رفتاری سے نیچے اترتے جا رہے تھے۔ ان اطراف میں بے شمار چٹانیں اور غار بکھرے ہوئے تھے۔ وہ غالباً اپنے دشمن سے پناہ لینے کی خاطر جلد از جلد ان غاروں تک پہنچنا چاہتے تھے۔ پھر اچانک ایک قبائلی کا اندازہ غلط ہوا۔ نیزے کی انی برف میں اترنے کی بجائے اچٹ گئی۔ اور وہ اپنا توازن کھو کر بھیانک چیخوں کے ساتھ نیچے لڑھکتا چلا گیا اور اس کی دہشتناک چیخیں چند ہی منٹ میں دم توڑ گئیں۔ ساتھ ہی اس کا بدن ایک دھبے کی طرح لڑھکتا ہوا روپوش ہو گیا۔ چند سیکنڈ بعد نیچے سے ایک زبردست دھماکے کی آواز سنائی دی۔ غالباً اس کی لاش کسی گہری وادی میں جا گری تھی۔

لاجونتی نیزے کے بغیر بھی ان کا ساتھ دے رہی تھی۔ قد آور سیاہ لنگور تیز چیخیں مارتا اس کے ساتھ ساتھ زقندیں لگا رہا تھا۔ مگر میرے لیے قدم جمانا محال ہو رہا تھا۔ ہر لمحہ مجھے اپنا حشر مرنے والے قبائلی جیسا ہوتا نظر آ رہا تھا۔ مگر وہ سب اپنی دہشت کے باوجود میری جان کی حفاظت پر تلے ہوئے تھے۔ اپنے عقیدے کے مطابق وہ ہر قیمت پر مجھے زندہ نذر آتش کرنا چاہتے تھے۔

تیسری بار وہ آسیبی چیخ قدرے نزدیک سنائی دی۔ ان سب نے بھیڑیوں کے بدکے ہوئے غول کی طرح ایک بار پھر یک بیک سمت تبدیل کر لی۔ اس کے ساتھ لاجونتی بھاگتے بھاگتے چیخنے لگی۔

''یہ..... یہ برفانی انسان کی چیخیں ہیں شہریار..... اگر تو اس کے قبضے میں آ گیا تو دنیا کی کوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طاقت تجھے دردناک موت سے نہیں بچا سکے گی۔"

"برفانی انسان! بستر پر دراز ہو کر اس پہاڑی درندے کے افسانوں کا مطالعہ کرنا بہت دلچسپ شغل محسوس ہوتا ہے۔ لیکن لاجونتی کا انکشاف سن کر مجھے احساس ہوا کہ میں کس قدر خطرناک صورتِ حال سے دوچار ہوں۔"

یہ بھاگ دوڑیوں ہی جاری رہی۔ کافی طویل وقفہ گزرنے کے باوجود برفانی انسان کی نئی سنائی نہ دی مگر میرا دل انجانے اندیشوں سے لرز رہا تھا۔ اس غول کے ساتھ بھاگتے بھاگتے ایک جگہ جوں ہی میں ایک بڑے تودے کی اوٹ سے نکلا تو میرے اوسان ہی خطا ہو گئے۔ سارے قبائلی ایک دوسرے پر گرتے پڑتے یوں واپس پلٹے تھے جیسے سامنے فرشتہ اجل ان کا منتظر ہو۔

اور وہ منظر تھا بھی اس قدر خوفناک۔

تودے کے پیچھے مجھ سے چند فٹ دور ایک ہولناک بلا اس دہشت زدہ غول کی تاک میں موجود تھی۔ جس برفانی انسان کی کہانیاں مہذب دنیا میں سنسنی اور دلچسپی کا سبب بنی ہوئی تھیں۔ زندہ سلامت میرے سامنے موجود تھا۔

اس کا قد کم از کم مجھ سے دوگنا تھا۔ مگر وہ اس قدر لحیم شحیم تھا کہ جسمانی پھیلاؤ کے اعتبار سے میرے سامنے کسی دیو کی طرح نظر آ رہا تھا۔ لاجونتی کے بیان کے مطابق وہ آدمیوں کی طرح خمدار ٹانگوں پر قدرے آگے کی جانب جھکا کھڑا تھا۔ اس کا سارا بدن لمبے لمبے سفید بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ پیشانی اور چہرے پر بھی ایسے ہی نرم نرم بال اُگے ہوئے تھے۔ ان میں سے دو بڑی بڑی وحشتناک آنکھیں چمک رہی تھیں۔ رخساروں کی ابھرتی ہوئی ہڈی سرخی مائل سفید نظر آ رہی تھی۔ ہاتھوں اور شانوں پر بھی بال اُگے ہوئے تھے۔ انگلیوں کے آخری سرے پر عقاب کی چونچ سے مشابہ جڑے ہوئے سخت ناخن نمایاں تھے۔ اس عفریت پر نظر پڑتے ہی میری زبان گنگ ہو گئی۔ دل یک بیک اچھل کر حلق میں آنے لگا اور قدم کچھ اس طرح گڑھ کر زمین میں رہ گئے کہ چند ثانیوں تک میں اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا۔ میرے پیچھے آنے والے قبائلی دوڑتے ہوئے مجھ سے آگے نکلتے چلے گئے۔ اور جب ان کی نگاہ اس برفانی عفریت پر پڑی تو نجات کی راہیں مسدود ہو چکی تھیں۔ برفانی انسان ایک مہیب چنگھاڑ کے ساتھ آگے بڑھا۔ ایک آدم خور اس کے پیروں کے نیچے

بری طرح سے کچلا گیا۔ باقی لوگوں کی بھیڑ میں سے اس نے دو دہشت زدہ اور چیختے ہوئے قبائلیوں کو کھلونوں کی طرح اپنے ہاتھوں میں اوپر اٹھا لیا۔ پھر اس نے ان دونوں کو اپنے چہرے کے قریب لے جا کر بڑی دلچسپی سے ان کا جائزہ لیا اور یک بیک پوری قوت سے دونوں کو ایک دوسرے سے ٹکرا دیا۔ ان کی چیخوں سے برف پوش وادیاں دہل اٹھیں۔ میں اس وقت تک اپنے حواس قدرے بحال کر چکا تھا۔

میں پلٹ کر بھاگا تو ایک وزنی دھماکے کے ساتھ ایک کراہتا ہوا اور چیختا ہوا لہولہان لوتھڑا میرے قریب گرا۔ میں نے ہڑبڑا کر اس پر نظر ڈالی تو کانپ اٹھا یہ ان دونوں میں سے ایک بدنصیب تھا۔ جسے برفانی انسان نے پکڑا تھا۔ اس کے ساتھ ہی غیر ارادی طور پر میری نظریں پیچھے کی طرف اٹھ گئیں۔ برفانی انسان نے دونوں ہاتھوں میں اپنے شکار کی ایک ایک ٹانگ دبوچی ہوئی تھی اور وہ خلا میں الٹا معلق بری طرح تڑپ رہا تھا۔ اور برفانی انسان کے ہاتھ آہستہ آہستہ پھیلتے جا رہے تھے۔ شاید وہ اس آدم خور کو دو حصوں میں چیرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

لاجونتی اپنے چہیتے لنگور سمیت نا جانے کہاں جا سوئی تھی۔ اس وقت آدم خوروں کو کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔ ان کے سروں پر بس ایک ہی دھن سوار تھی کہ کسی طرح برفانی انسان کے چنگل سے بچ نکلیں۔ دہشت کے اس عالم میں وہ اپنے اس اجنبی قیدی کو بھی فراموش کر چکے تھے۔ اس وقت اگر میں چاہتا تو نہایت ہی سکون سے کسی طرف بھی فرار ہو سکتا تھا۔ لیکن برفانی انسان کا خوف مجھے اپنے ہم نسلوں کے سہارے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ آدم خور غیر مہذب ہی سہی لیکن میرے جیسے انسان تھے۔ برفیلے انسان کے مقابلے میں میرا اور ان کا خوف مشترک تھا۔ اور یہ خوف مجھے ان کے ساتھ رہنے پر اکسا رہا تھا۔ اگر میں اس پرہول برفانی ویرانے میں ان سے بچھڑ جاتا تو مجھے یقین تھا کہ میں کبھی ان برف زاروں سے نہیں نکل سکوں گا۔ میرے لیے ہر چوٹی ہر سمت یکساں تھی۔ اس خطے میں میرے لیے کوئی راہ شناسا نہ تھی۔ اگر میں ان کا ساتھ چھوڑ دیتا تو زندگی بھر ان ہی اطراف میں بھٹکتا رہتا تا آنکہ برفانی انسان مجھے اپنا نشانہ بنا لیتا اس سے پہلے ہی موسمی سختیاں اور بھوک پیاس میرے مقدر کا فیصلہ کر دیتی۔

وہ سب غول در غول بندروں کی طرح بھاگے جا رہے تھے۔ ان کی چیخوں سے وادیاں گونج رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیں۔ میں بھی مڑ مڑ کر اس برفانی عفریت کو دیکھتا ان آدم خوروں کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ اچانک ہی چند پے در پے کربناک چیخوں سے فضا لرز اٹھی۔ کچھ ہڈیاں کڑکڑانے کی آواز آئی۔ نے بھاگتے بھاگتے سر بے اختیار پیچھے گھمایا۔ تو برفانی انسان کے ہاتھوں میں اس کے شکار کی ٹا اس طرح نظر آئیں کہ ان میں آپس میں کوئی مادی تعلق ہی نہ ہو۔ اس پہاڑی درندے نے اس خور کے جسم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور دونوں حصے اس کے ہاتھوں میں لٹکتے تڑپ رہے تھے

میں پوری رفتار سے آگے دوڑ پڑا میرا دل اس وقت کنپٹیوں میں دھڑک رہا تھا۔ حلق با خشک ہو رہا تھا۔ پھر سب سے پہلے ٹیلے پر جمع ڈرے سہے آدم خوروں کا جو غول نظر آیا میں اسی میں ملا وہ سب بری طرح ہانپ رہے تھے اور بار بار سر آگے نکال کر برفانی انسان کی حرکات وسکنا جائزہ لے رہے تھے۔

اچانک ہی فضا میں برفانی انسان کی پے در پے کئی چیخیں گونجیں اور آدم خور گھگھیا کر دوسرے سے لپٹ پڑے۔ خوف سے ان کی آنکھیں پیشانیوں پر جا چڑھیں۔

اس مرتبہ میں نے بھی سر آگے نکال کر دیکھا تو وہ برفانی انسان اچھلنے کے سے انداز میں نظر آیا اس کے قدم اتنے لمبے تھے کہ چند ہی ثانیوں میں وہ برفانی میدان عبور کر کے ایک ڈھ میں روپوش ہو گیا۔ اور چند سیکنڈ بعد یوں محسوس ہوا جیسے اس ڈھلان پر قیامت برپا ہو گئی ہو خوروں کی بے شمار چیخیں کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھیں۔ برفانی انسان شاید بے خبری میں ا ٹوٹ پڑا تھا۔ اور اب ان سے اپنا حساب چکا رہا تھا۔

''شہریار.....'' اچانک لاجونتی کی تیز آواز گونجی۔

خوف، دہشت اور ناامیدی کے اس ماحول میں لاجونتی کی آواز سن کر پہلی بار مجھے خوشی کا احساس ہوا۔ شاید اسے علم نہیں تھا کہ میں کہاں چھپا ہوا ہوں۔ کیونکہ وہ بے چینی کے ساتھ مجھے با پکار رہی تھی۔

''لاجونتی.....لاجونتی.....! ادھر آؤ میں اسے پکارتا تودے کی آڑ سے نکل آیا۔

مجھے دیکھ کر وہ تیر کی طرح میرے پاس آئی۔ اس کا لنگور اس کے ساتھ تھا۔ اس کی حالت قابل دید ہو رہی تھی وہ ڈرا سہا کسی چوہے کی طرح لاجونتی کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ اس کی لمبی نو کیلی

بھیگی ہوئی رسی کی طرح سخت برف پر گھسیٹ رہی تھی شاید اسے بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ برفانی انسان سے اس کا بچنا محال ہوگا۔

''شہریار برفانی انسان ہماری راہ پر لگ گیا ہے۔'' وہ فضا میں ڈوبتی ابھرتی دہشت زدہ چیخوں اور کراہوں کے درمیان بوکھلائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''وہ جب تک چن چن کر سب کو ہلاک نہیں کر دے گا۔ اپنی کمین گاہ میں واپس نہیں جائے گا۔''

''ان سب کو جہنم میں ڈالو۔ ہمارے بچ نکلنے کی کیا صورت ہوگی۔'' میں نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔

''اس نے شاید میری ماں کو بھی مار ڈالا ہے۔ وہ خانقاہ.....'' وہ روہانسی آواز میں کہہ رہی تھی مگر میں نے جھلا کر اس کی بات کاٹ دی۔

''مرنے والوں کو بھول جاؤ ورنہ ہم بھی اسی حشر سے دوچار ہونے والے ہیں۔''

''یہ اکیلا یہاں نہ ہوگا۔ اس کی مادہ بھی آس پاس ہی ہوگی۔'' لاجونتی نے متحوش نگاہیں دوڑاتی ہوئی بولی ''نر کی آواز سن کر وہ کسی بھی لمحے آ سکتی ہے۔''

''یہ نر ہے؟''

''ہاں اس کی مادہ لنگڑی ہے۔ میں ایک بار اسے دیکھ چکی ہوں۔''

''سنو!'' میں نے ایک ترکیب ذہن میں آتے ہی جوشیلے لہجے میں کہا۔

''کیا یہ خوفزدہ قبائلی تمہاری بات مانیں گے؟''

''اگر انہیں برفانی انسان سے گلوخلاصی کا یقین ہو تو وہ جہنم میں بھی کود پڑیں گے۔''

''ان سے کہو کہ یہ اپنے نیزوں سے برف کے تودے توڑیں۔ تمہارا لنگور برف کے تودوں کو پتھروں کی جگہ استعمال کر سکتا ہے۔ اگر ہم اسے زخمی کرنے میں کامیاب ہو گئے تو شاید زندہ بچ سکیں۔'' میں نے ہانپتے ہوئے اپنی بات پوری کی۔ ایک ثانیے کے لیے لاجونتی کی آنکھوں میں چمک بیدار ہوئی۔ اس نے سہمے ہوئے لنگور پر نظر ڈالی اور وہ چمک پھر معدوم ہو گئی۔

''یہ خود بہت زیادہ خوفزدہ ہے۔''

''لاجونتی اسے سمجھاؤ! تم اس کی زبان جانتی ہو۔'' میں نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''وہ لنگور کو اپنی بانہوں میں سمیٹ کر زمین پر ہی اکڑوں بیٹھ گئی۔ اور حلق سے دبی دبی حیوا
آوازیں نکال کر اسے پچکارنے لگی۔ لاجونتی کے خاموش ہوتے ہی پہلے لنگور نے ایک چیخ ماری
بے تابی سے اس کا ایک رخسار چاٹنے لگا۔

''یہ آمادہ ہے.....'' لاجونتی کا لہجہ مسرت آمیز تھا۔

اس وقت برف پوش پہاڑی وادیوں میں اجل کی چیرادستیاں اپنے عروج پر تھیں۔ برفا
انسان نہایت ہی سکون کے ساتھ اپنے نشانوں پر وار کر رہا تھا۔ اس کی مختصر مختصر مگر مہیب چیخیں رہ رہ
سنائی دے رہی تھیں۔ وہ آدم خوروں کی کسی بھی ٹکڑی پر جا پڑتا اور دو تین کو لہولہان کر کے ہلاک
ڈالتا۔ بچ رہنے والے فلک شگاف چیخیں مارتے کسی اور طرف بھاگ نکلتے۔ ادھر وہ عفریت بڑ
سکون سے اپنے شکاروں کا حشر خراب کرتا اس کے تڑپتے ہوئے اعضاء برف پر پھینک کر چیخیں
چند ہی ثانیوں میں کسی دوسری ٹولی پر جا پڑتا۔ جسموں کی حرارت سے پگھلنے والی برف میں اب
طرف انسانی لہو کے دھبے موجود تھے اور کسی کو پتہ نہ تھا کہ چاند جیسی سفید برف پر نئے سرخ دھبے
کے لہو سے جنم لیں گے۔ ذرا ہی دیر میں سات آٹھ آدم خور اس کا نشانہ بن چکے تھے۔ لاجونتی
مشکل سے ان حواس باختہ اور اجل رسیدہ قبائلیوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکی تھی۔ اس کی تجویز سن کر
ان کے چہروں پر موت کی دھند ناچتی رہی۔ انہیں یقین نہ تھا کہ وہ اتنی آسانی سے دشمن سے نجات
لیں گے۔ لاجونتی انہی لوگوں جیسے ماحول کی پروردہ تھی۔ اپنی بات پوری کرنے سے قبل ہی ا
اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی بات کو وہ دیوانگی سمجھ رہے تھے۔ خاموش ہوتے ہوتے وہ ایک بار پھر
زور سے چیخنے لگی۔ اس وقت وہ دیوہیکل انسان نما درندہ دھاڑا۔ بھیڑ میں عجیب افراتفری پھیل گ
مگر اس وقت تک چند آدم خور قبائلی لاجونتی کی بات سے متفق ہو چکے تھے۔

لاجونتی انہی ہمنوا اقلیت کو لے کر بندروں کی سی پھرتی سے ایک چٹان پر چڑھتی چلی گئی۔
میں بمشکل تمام اوپر پہنچا تو وہ سب نیزوں سے برف کے سخت ٹکڑے توڑ رہے تھے۔ لاجونتی کے
سے لنگوروں جیسی تیز چیخ نکالی اور اس کے ہمراہ قد آور لنگور نے بجلی کی سرعت سے اپنی دم میں بر
ایک ٹکڑا لپیٹ کر زناٹے کے ساتھ نیچے روانہ کیا۔

اس وقت نچلی وادی میں اجل کی ارزانی اپنے عروج پر تھی۔ گوشت ہڈیوں اور بالوں کا

دیوہیکل اور متحرک انبار دھاڑتا ہوا آگے لپک رہا تھا۔ اور اس سے بچنے کے لیے آدم خوروں کا ایک جم
غفیر کربناک چیخیں مارتا گرتا پڑتا دوڑ رہا تھا۔ موت کے ہرکاروں پر قدرت نے موت مسلط کر دی
تھی۔ ایسی موت جس سے اس سرد ویرانوں میں مفر ممکن نہ تھا۔ لنگور کا پہلا پھینکا ہوا برف کا ٹکڑا پوری
قوت سے زمین سے ٹکرا کر بکھر گیا۔ برف کی کرچیں دور تک اڑتی چلی گئیں۔

اس وقت پہلی بار مجھے لنگور کی صحیح طاقت کا اندازہ ہوا۔ اگر ایسے ہی چار چھ ٹکڑے نشانے پر لگ
جاتے تو برفانی انسان بری طرح بوکھلا جاتا۔ دوسرا وار بھی خالی گیا۔ مگر تیسرا ٹکڑا بھاگتے ہوئے
درندے کی پشت پر پڑا تو وادی میں بھونچال آ گیا۔ برفانی انسان چوٹ کھا کر اس بری طرح دھاڑا
کہ قدموں کے نیچے زمین دہل اٹھی۔

اچانک لاجونتی نے پوری قوت سے چیخ کر نیچے بھاگنے والوں سے کچھ کہا مگر وہ کہاں سننے والے
تھے موت ان کے تعاقب میں تھی۔ انہیں تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ درندہ اچانک مشتعل کیوں ہوا ہے۔

اپنا وار کامیاب دیکھ کر لنگور کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ اس نے برفانی انسان کو پوری طرح اپنے
نشانے پر لے لیا تھا۔ برف کا ہر ٹکڑا اب اس کے جسم پر پڑ رہا تھا۔ اور پہاڑ اس کے بھیانک شور سے
لرز رہے تھے۔ شاید وہ عفریت اپنی پیدائش سے لے کر اب تک اس بے بسی کا شکار نہ ہوا تھا۔ شکست
اور مجبوری نے اس کے غضب کو دوچند کر دیا تھا۔ شاید وہ اندازہ بھی لگا چکا تھا کہ اس پر کہاں سے وار
کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ اب وہ روپوش آدم خوروں کو یکسر روپوش کر چکا تھا۔ اور اس کی پوری کوشش یہ
ہی تھی کہ کسی طرح پہاڑ پر چڑھ کر ہمیں پیس ڈالے۔ مگر وہ قد آور لنگور کوئی آواز نکالے بغیر اتنی تواتر
سے اس پر ٹھوس برف کے ٹکڑے برسا رہا تھا کہ ان سے بچنے کی کوشش میں برفانی انسان پیش قدمی کی
صلاحیت کھوتا جا رہا تھا۔

وہ عجیب خونی معرکہ تھا۔ میرے اعصاب پر انجان لمحوں کا تناؤ سکتہ بن کر چھا گیا تھا۔ میں نے
کئی بار اس مختصر جماعت کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کی لیکن میرے قدم کام کر رہے تھے نہ ہاتھوں میں
جنبش تھی۔ بس ایک خاموش تماشائی کی طرح وہ بھیانک منظر دیکھ رہا تھا۔ پھر شاید بھاگنے والے آدم
خوروں کو بھی صورت حال کا اندازہ ہو گیا کیونکہ ان کی چند ڈری سہمی ٹولیاں سفید چٹانوں کی اوٹ
سے یہ جانگسل معرکہ دیکھ رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انہیں دیکھ کر لاجونتی نامانوس زبان میں چیخنے لگی اور چند ہی لمحوں بعد وہ ٹولیاں برفانی انسان
بچ کر ہم تک آنے کی کوشش میں مصروف ہو گئیں۔

اس وقت دن کا تیسرا پہر شروع ہو چکا تھا۔ فضا میں دھند کی ہلکی ہلکی چادر پھیلنے لگی تھی گو ابھی
ان برف زاروں میں ہمارا سابقہ برفانی ہواؤں سے نہیں پڑا تھا۔ لیکن میں اس وقت بہت
سردی محسوس کر رہا تھا۔ رہ رہ کر مجھے یہ خوف ستا رہا تھا کہ اگر دھند لکا گہرا ہونے تک میرے ساتھی
عفریت کو نہ مار سکے تو رات کی تاریکی میں وہ آسانی ایک ایک کے چیتھڑے اڑا دے گا۔ یہ خفیہ
پر خوف کی لہریں اور دور دور تک بکھرے ہوئے انسانی اعضاء مجھے اپنے غیر یقینی مستقبل کا ا
دلائے جا رہے تھے۔ ابھی تک اس درندے کی حالت سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ اسے کوئی شد
کی ضرب آئی ہو۔ جو فیصلہ کن ثابت ہو۔ پھر اچانک برف کا ایک ٹھوس ٹکڑا وحشیانہ قوت سے
درندے کی پیشانی یا کھوپڑی پر پڑا۔ اس کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی۔ اور وہ بے اختیا
کی طرف لڑکھڑا کر گر پڑا۔ لاجونتی اور اس کے معاونین نے یہ دیکھ کر پرجوش نعرہ مارا۔ لنگور
طویل سکوت کے بعد چیخ ماری جس میں مسرت کا ارتعاش نمایاں تھا۔ اور جب وہ دھاڑتا ہوا
انبار سیدھا ہوا تو روئی کے گال جیسی ایال دار کھال خون سے داغدار تھی۔ اس کی پیشانی پر آ
زخم گہرا تھا۔ اور اس سے بہنے والا خون نیچے شفاف برف پر گر رہا تھا۔

برفانی انسان کی چنگل سے فرار ہونے والی ٹولی کی آمد کے بعد نفری بہت بڑھ گئی تھی، ا
نے مل کر برف کے ٹکڑوں کا ایک ڈھیر جمع کر دیا تھا۔ اپنے خونخوار حریف کو زخمی دیکھ کر ان لوگو
بھی نشیب میں پتھراؤ شروع کر دیا اس حرکت سے برفانی انسان کو تو نقصان نہ پہنچا ہاں اس پر
سراسیمگی طاری ہونے لگی۔

پھر ایک آدم خور نے اپنا وزنی نیزہ دونوں ہاتھوں سے بلند کیا۔ پنجوں پر اپنا وزن تول ک
درست کیا اور نیزہ برفانی انسان کی طرف اچھال دیا۔ اس نے فضا میں کوئی چیز اپنی طرف
دیکھی تو اس کی ہلاکت کا اندازہ نہ کر سکا بلکہ غضبناک انداز میں آگے بڑھ کر فضا میں اڑتے
نیزے کو اپنے ہاتھوں میں پکڑنا چاہا اور یہ کوشش اسے بہت مہنگی پڑی۔ نیزہ اس کے داہنے شا
گردن کے جوڑ سے نیچے پیوست ہو گیا۔ اس بار درندے کی چیخ سے وادی لرز اٹھی۔ ساتھ

دور سے اس جیسی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ نئی آواز خطرے کی گھنٹی تھی۔

''تو نے وہ آواز سنی شہریار..... یا وہ اس چیخ کی بازگشت تھی۔'' لاجونتی نے مجھ سے پوچھا۔

''وہ واضح طور پر نئی تکرار تھی۔ شاید اس کی چیخوں نے مادہ کو متوجہ کر لیا ہے۔'' میں کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

لاجونتی بوکھلا کر آدم خوروں کے غول میں جا ملی۔ اس وقت اس کے جسم پر پڑی ہوئی کھال زمین پر گر چکی تھی اور لاجونتی کو اپنی برہنگی کا ہوش تک نہ تھا۔ ہوتا بھی کیسے اس کے مسلک میں سردی سے بچاؤ کے لیے کھالیں اوڑھنا تو جائز تھا۔ مگر کندن کی طرح دمکتے جوان اور صحت مند جسم کو چھپانا معیوب تھا۔ میں نے بس ایک ہی نظر اسے دیکھا اور پھر برفانی انسان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس وقت زندگی اور موت کا معرکہ چھڑا ہوا تھا۔ جس میں برفانی انسان کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس کے سوا روئے زمین پر ہر چیز میرے لیے اپنی کوشش کھو بیٹھی تھی۔

برفانی انسان نے بڑی بے دردی کے ساتھ نیزے کی انی اپنے شانے سے کھینچی، خون کی ایک اور دھار اس کے جسم سے بہہ نکلی اس نے گھٹی گھٹی غضبناک چیخوں کے ساتھ نیزے کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا اور غراتا ہوا اندھوں کی طرح آگے لپکا مگر اس وقت تک قدرت اپنا فیصلہ صادر کر چکی تھی۔ لنگور کا پھینکا ہوا برف کا ایک سخت ٹکڑا برفانی انسان کی آنکھ پر پڑا اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرہ تھامے ایک پرشور دھماکے کے ساتھ برف پر گر گیا۔ اس کی چیخیں زمین اور آسمان کو ایک کیے دے رہی تھیں۔ دوسری طرف وقفے وقفے سے اس کی مادہ کی ہلکی ہلکی چیخیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ شاید وہ اس وقت بہت دور کہیں موجود تھی۔ مگر اپنے نر کی چیخیں پہچان چکی تھی۔ اور شاید اس کی مدد کو بھی نکل پڑی تھی۔

وہ زمین پر اندھوں کی طرح ٹٹولتا ہوا اٹھا اور کسی بھی چیز کی پرواہ کیے بغیر پوری رفتار سے ایک طرف بھاگا مگر چند ہی قدم دوڑنے کے بعد ایک ابھرے ہوئے تودے سے ٹکرا کر منہ کے بل برف پر ڈھیر ہو گیا۔ شاید وہ بینائی سے یکسر محروم ہو چکا تھا۔

''نیچے، لاجونتی نیچے اترو۔ یک بیک میری ساری قوتیں بحال ہو گئیں امید کی کرن طلوع ہوتے ہی سارے حواس کام کرنے لگے۔ اگر یہ کہیں رویوش ہو گیا تو ہم اگلا دن دیکھنے کے لیے زندہ نہ بچ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکیں گے۔

سب سے پہلے میں اس چٹان سے اترنے لگا۔ لاجونتی نے دیگر لوگوں کو میری تقلید پر آمادہ کر
جب یہ نیزہ بردار جماعت نیچے پہنچی تو وہ دیوہیکل عفریت برف کے کسی پہاڑ کی طرح وہاں سے بھا
چاہ رہا تھا۔ لیکن بار بار ناہموار زمین پر ٹھوکریں کھا کر گر رہا تھا۔ اس کے جسم کا اگلا حصہ خون سے
ہو چکا تھا اور اس کی چیخوں میں اشتعال کے ساتھ بے بسی بھی نمایاں تھی۔ سب سے پہلے میں
ایک نیزے کو گھما کر اس کی پنڈلی پر دے مارا میرا ہاتھ جھنجھنا اٹھا۔ ایسا لگا جیسے کسی نے پتھریلی چٹ
سے ٹکرایا ہو۔ درندے نے اندھوں کی طرح غضب کے عالم میں فضا میں ہاتھ لہرائے مگر صا
اندازہ ہو گیا کہ اس کی بصارت ضائع ہو گئی ہے وہ ہم میں سے کسی کو نہ دیکھ سکا۔ اس نے اپنی جگہ
جنبش تک نہ کی وہیں کھڑا دھاڑتا رہا۔ چند آدمیوں نے وہیں برف توڑ کر لنگور کے لیے مہلک ا
فراہم کرنا شروع کر دیا۔ باقی لوگ نیزے تان کر اس عفریت کے گرد پھیل گئے اور تیز انیاں ا
کے بدن پر کچوکے لگانے لگیں۔ اس کے بعد وہاں برفانی انسان کا ہانکا شروع ہو گیا۔ نئے زخموں
شدید ضربوں سے بوکھلا کر وہ جونہی جگہ چھوڑتا نیزوں کے پھل اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ ا
پورا بدن زخموں سے چور ہونے لگا۔ خون میں نہایا بے نور چہرہ حد سے زیادہ ڈراؤنا ہو رہا تھا۔
زیادہ دیر تک اپنے قدموں پر کھڑا نہ رہ سکا اور ایک پہلو پر نیچے گر گیا۔ اس بار ایک قبائلی نے ٹھیک
نشانہ لے کر اس کی بائیں پسلیوں میں نیزہ اتار دیا، اس سے پہلے کہ وہ نیزہ کھینچتا برفانی انسانی اذیت
سے اٹھ کر بے تحاشہ ایک طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

اس کے قدموں سے روندے جانے سے بچنے کے لیے اس سمت میں کھڑے قبائلی چیختے ہو
ادھر ادھر تتر بتر ہو گئے اور وہ سیدھا بھاگتا چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے قدم کانپ رہے تھے
سانس بھی اکھڑ چکا تھا۔ شاید نیزہ ٹھیک اس کے قلب میں اتر گیا تھا۔ مگر وہ اپنی ناقابل تصور حیوا
قوت کے سہارے اب بھی پناہ لینے کی کوشش میں مصروف تھا۔

پھر وہ ایک جگہ پھسلا اور ڈھلان پر لڑھکتا چلا گیا۔ وہ لوگوں کے آگے پہنچنے سے قبل ہی فضا اس
دلدوز چیخوں سے گونج اٹھی اس جانب ڈھلان کے خاتمے پر ایک بہت گہری کھائی تھی جس کی تہہ او
سے نظر نہ آتی تھی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس کی چیخیں دم توڑ گئیں۔ اور تھوڑے وقفے کے بعد ا

جانب سے ایسے خوفناک دھماکے کی آواز آئی جیسے کسی خشک کنویں میں کوئی لاش گری ہو اور پھر فضا پر گہرا سکوت چھا گیا۔

اس عفریت کا انجام اتنا غیر متوقع تھا کہ آنکھوں پر یقین نہ آتا تھا۔ سب لوگ ہکا بکا کھڑے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خاموش نگاہوں سے ایک دوسرے سے اس خونریز تصادم کے خاتمے کی تصدیق طلب کر رہے ہوں۔

یہ طلسم اس وقت ٹوٹا جب فضا میں دور کہیں برفانی انسان کی مادہ کی چیخ سنائی دی اور ایک بار پھر سب کے چہروں پر خوف کی لہریں دوڑ گئیں۔

لاجونتی چونک کر آدم خوروں سے گفتگو کرنے لگی۔ اور میں اس کے قدموں میں بیٹھے ہوئے لنگور کی عظمت پر غور کرنے لگا۔ جس نے ہم سب کو ایک عظیم آفت سے بچایا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر ہمارے پاس برف توڑنے کی کوئی صورت ہوتی تو وہ لنگور تنہا ان آدم خوروں کے لیے کافی ہوتا اور مجھے ان کا قیدی نہ بننا پڑتا۔ مگر اب وہ لمحے بیت چکے تھے اور آدم خور اتنے احمق بھی نہ تھے کہ اب مجھے اور لاجونتی کو اپنے مقابل صف آرا ہونے کا موقع دیتے۔

''تو تھکا تو نہیں۔'' ان سے گفتگو ختم کر کے لاجونتی نے واپس چلتے ہوئے کہا۔

''اگر برفانی انسان کی مادہ سے سامنا کرنا پڑا تو میں مقابلہ کے بغیر مر جانا پسند کروں گا۔'' اس قدر اعصاب شکن واقعات سے زندگی میں کبھی دوچار نہیں ہوگا۔''

''جنگلوں اور پہاڑوں میں زندگی اسی کا نام ہے۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''اس برفانی میدان میں سات آدم خوروں کی بھینٹ کے بعد یہ کارواں آگے چل پڑا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہاں دھند گہری ہوتی جا رہی تھی۔ خطرناک پھسلوان، برفانی ڈھلوانوں اور تنگ پگڈنڈیوں پر بہت پھونک پھونک کر قدم رکھنے پڑ رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے پوری وادی برفانی انسان کی مادہ کی چیخوں کی مدہم بازگشت سے گونج اٹھتی تھی۔ شاید وہ کسی جواب کے انتظار میں کہیں دور گھوم رہی تھی اور ابھی تک اسے علم نہیں ہو سکا تھا کہ اس کا ساتھی ایک سرفروشانہ مقابلے کے بعد ایک گہری کھائی میں بے جان لوتھڑے کی طرح پڑا ہوا ہے۔

آہستہ آہستہ دھند کے گہرے بادل اس وادی میں اتر آئے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا اسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وجہ سے سفر کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور پورا قافلہ ایک دراڑ میں شب باش ہو گیا۔

فضا میں دور کہیں اب بھی رہ رہ کر برفانی انسان کی مادہ کی اداس چیخیں گونج رہی تھیں۔ میرے کان ان ہی آوازوں پر جمے ہوئے تھے۔ مگر آدم خور اب غالباً اسے بھول چکے تھے۔ وہ سب رخی سوچ کے مالک تھے۔ جب تک اس تند خو وحشی سے نبرد آزما رہے وہ ساری دنیا کو بھول کر اس کے بارے میں سوچتے رہے اور اب اس سے نجات پانے کے بعد وہ ان تلخ لمحوں کو یکسر فراموش کر چکے تھے اس وقت ان سب کی پہلی ضرورت آرام تھی۔ اور ان میں سے بیشتر دراڑ میں پہنچتے ہی بعد گہری نیند سو چکے تھے۔ البتہ لاجونتی سے علم ہوا کہ رات بھر انہوں نے باری باری تین افراد ہوشیار رہنے کا انتظام کر لیا تھا۔ لاجونتی پر تو یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ اس طرح وہ بیرونی خطرات بروقت آگاہ ہو سکیں مگر ان کا اصل منشا یہ تھا کہ مجھے اور لاجونتی کو فرار ہونے یا ان کے نیزوں پر قابو ہونے کا موقع نہ مل سکے۔

مگر میں ایک پل بھی برفانی انسان کو نہ بھول سکا۔ اس کا تصور کسی بدروح کی طرح میرے اعصاب پر سوار ہو چکا تھا۔ بیس ہزار فٹ کی بلند ترین برفانی پہاڑوں کا وہ نادر الوجود عفریت مجھے آن ملگجی دھند کی چادر سے ابھرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر میں نے لاجونتی سے اس کے بارے میں شروع کر دی۔ وہ اپنی ماں کے حوالے سے میرے سوالات کے جواب دیتی رہی۔ اس گفتگو سے مجھے علم ہوا کہ برفانی انسان گوشت بہت رغبت سے کھاتا ہے۔ مگر زندہ شکار کبھی نہ کھاتا بلکہ پہلے اسے ہلاک کرتا ہے۔ اس اعتبار سے وہ مردہ خور درندوں کی ذیل میں آتا ہے۔ اور اسی گفتگو میں مادہ کی جانب سے آدم خوروں کے اطمینان کا راز بھی مل گیا وہ جب کھائی کی تہہ میں اپنے نر کی لاش دریافت کرتی تو واقعی بہت مشتعل ہوتی مگر جب سراغ کے سہارے اوپر پہنچتی تو اسے سات انسانوں کے اعضاء برف پر بکھرے ہوئے ملتے اور یہ نعمت دریافت ہوتے ہی اس کا سارا اشتعال مسرت میں پگھل جاتا وہ خوراک کھانے میں اتنی مگن ہوتی کہ وہ اپنے نر کی موت اور اس کے انتقام کو بالکل بھول جاتی۔

اس جانب سے تسلی ہونے کے بعد ویرانوں سے آنے والی آواز کی ہیبت میرے لیے بھی ختم ہو گئی اور میرا ذہن آدم خوروں سے نجات کی راہیں تلاش کرنے لگا۔ صورت حال کا جائزہ لینے

لیے میں نے دوبارہ دراڑ کا چکر لگایا اور تین قبائلیوں کو نیزے کے انبار پر مستند پایا۔

لاجونتی میری بے چینی کا سبب بھانپ گئی اور ایک موقع پر بول پڑی۔

''فرار کا خیال ترک کر دے میں ایسی کوشش میں تیرا ساتھ نہ دے سکوں گی۔''

''کیوں۔'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''میں ان سے معاہدہ کر چکی ہوں اور تو بھی اس پر راضی ہو گیا تھا۔ تیری قید کے نتیجے میں انہوں نے مجھے من مانی مراعات دی ہیں اور میں وعدے کی خلاف ورزی نہیں کروں گی۔'' وہ بولی۔

''خواہ وہ مجھے نذر آتش ہی کیوں نہ کر دیں؟'' میں نے غصے سے پوچھا۔

''یہ سب تیری مرضی سے ہوتا آیا ہے میں نے تو یہ بھی کہا تھا کہ تو اس قید پر آمادہ نہ ہو تو میں ان کے ساتھ مقابلہ کرتی اور مجھے ختم کرنے کے بعد ہی یہ تجھ پر ہاتھ ڈال سکتے۔''

واپسی کا سفر ان سب کے لیے تو آسان تھا مگر میرے لیے ایک ایک قدم دشوار ہو رہا تھا۔ مجھ پر ٹھنڈا پنار نگ جمانے لگی تھی۔ گلے میں سخت تکلیف شروع ہو گئی تھی۔ آواز بیٹھ چکی تھی۔ سینے پر ناقابل بیان دباؤ تھا۔ جس کے باعث سانس لینے سے سینے اور پسلیوں میں شدید درد ہونے لگتا تھا۔ لاجونتی نے میری بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر تین چار کھالیں مضبوطی کے ساتھ میرے بدن کے گرد لپیٹ کر باندھ دی۔ میں میری حالت تیزی سے بگڑتی چلی گئی۔

واپسی کے چوتھے روز مجھے بہت تیز بخار چڑھ گیا۔ سارا بدن بری طرح ٹوٹ رہا تھا۔ میری نظریں بار بار دور تک جاتیں اور یکساں چوٹیوں سے ٹکرا کر نامراد واپس لوٹ آتیں۔ گو ہم لوگ برفانی چوٹیوں سے تو نیچے آ چکے تھے مگر جنگلات میں بھی ایسا متعدل موسم نہ تھا کہ میں سکون سے سانس لے سکتا۔

آخر دوپہر کے قریب پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ مجھے ایک جگہ لٹا کر وہ لوگ جنگلی پھلوں کا انتظام کرنے لگے اور اس وقت میں نے ان آدم خوروں کے چہروں پر نظر ڈالی تو دہشت سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

ان کی نگاہوں میں عجیب وحشیانہ اور امید بھری چمک کوند رہی تھی۔ اور وہ بار بار ندیدی نظروں سے میرے سراپے کا جائزہ لے رہے تھے۔ جب وہ میری طرف دیکھتے تو مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کی خاموش نگاہیں مجھ سے جلد سے جلد مر جانے کی التجا کر رہی ہوں۔ ان کے تیز چمکیلے دانت ابھی سے اپنے جسم میں اترتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔

اس وقت میری حالت کسی ایسے زخمی اور معذور شخص کی تھی جو آخری سانسوں پر کسی ویرانے پڑا ہو اور فضا میں کریہہ صورتوں والے گدھ بڑے بڑے پر پھڑپھڑاتے ہوئے اس کی موت منتظر ہوں۔

''لاجونتی..... خدا کے لیے ان سب کو یہاں سے ہٹا دو۔'' آخر کار میں دہشت زدہ ہو کر انداز میں چیخ پڑا۔ ان آدم خوروں سے مجھے خوف آ رہا ہے۔

''پریشان نہ ہو شہریار'' وہ قریب آ کر میرا تمتماتا ہوا چہرہ سہلاتی ہوئی بولی۔ ''تیری حالت سنبھل جائے گی۔ میرا لنگور کچھ بوٹیوں کی تلاش میں نکلا ہوا ہے۔

''نہیں.....'' انہیں ہٹاؤ میں پوری قوت سے چیخ پڑا۔ یہ میری موت کی دعائیں مانگ رہے ہیں تاکہ میری لاش پر دعوت اڑا سکیں۔ میری آنکھوں کے سامنے چیخنے کی وجہ سے رنگ برائے ناچنے لگے تھے۔ آدم خوروں کے چہرے بھیانک نظر آنے لگے اور میں دہشت سے ہوا بے ہوش ہو گیا۔

☆☆☆

مجھے کچھ علم نہ تھا کہ میں کتنے عرصے بے ہوش رہا۔ البتہ ہوش میں آتے ہی مجھے معلوم ہوا کہ میرا جسم پرندوں کی طرح ہلکا ہو کر ہچکولے کھاتا ہوا آسمان کی طرف محو پرواز تھا۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو اوپر گہرے سرمئی بادلوں سے گھرا آسمان نظر آیا۔ میں نے تیزی سے پہلو بدلا۔ نرم کھال پر محسوس ہونے والے تیز ہچکولوں کے باوجود میرے بدن میں اب درد باقی نہ رہا تھا۔ میں نے جائزہ لینے کے لئے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کہ میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ کیونکہ وہ نرم کھال جس پر میں لیٹا ہوا تھا، خود ہی بنا کسی سہارے کے تیزی سے ایک طرف محو پرواز تھی۔ اور ہر لمحہ اس پرواز کی تیزی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی رفتار کے ساتھ ساتھ میرے دل کی دھڑکن کی رفتار بھی ہر لمحہ تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ آنے والے کسی بھی لمحے میں میرا دل سینہ پھاڑ کر باہر نکل آئے گا۔ میں تو ان آدم خور قبائلیوں کی قید میں تھا۔ پھر یہ زمین سے آسمان پر کس طرح سے پہنچ گیا؟ کھال کی رفتار اس قدر تیز ہو چکی تھی کہ میری آنکھوں کے آگے دھندسی چھانے لگی تھی۔ میں نے خوفزدہ ہو کر کھال کے دونوں کناروں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ کیونکہ مجھے کئی بار ایسا لگا کہ ابھی میں کھال سے نیچے گر جاؤں گا۔ نہ جانے یہ کھال مجھے لیے کہاں جا رہی تھی؟ اس کی منزل کون سی تھی؟ لاجونتی نہ جانے کس حال میں ہو گی؟ میرے اس طرح سے غائب ہو جانے پر نہ جانے وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہی ہو گی۔ میری یہ سوچوں کا تسلسل زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔ میں نے بہت دور سے ایک عقاب نما خونخوار پرندے کو تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا۔ اس کا رخ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیدھا میری طرف ہی تھا اور اس کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ وہ چند سیکنڈ کے اندر اندر میرے سر پر پہ گیا۔ میں اس وقت جس صورتحال سے دوچار تھا۔ اس میں نہ تو میں اپنا بچاؤ کر سکتا تھا اور نہ ہی ا عقاب نما پرندے سے مقابلہ کر سکتا تھا۔ وہ میرے سر پر پہنچ کر تیزی سے میری جانب آیا۔ ا دوسرے ہی لمحے وہ اپنے پنجوں کے ذریعے میرے جسم پر کئی خراشیں ڈالتا ہوا گزر گیا۔ میری اختیار چیخیں نکل گئیں۔ کچھ دور جانے کے بعد اس نے ایک بار پھر اپنا رخ بدلا اور تیزی سے میر طرف آیا مگر اس سے قبل کہ وہ دوسری مرتبہ بھی میرے جسم پر خراشیں ڈالتا، ''شڑاک'' کی تیز آ کے ساتھ وہ فضا میں کئی فٹ دور تک قلابازیاں کھاتا چلا گیا۔ مجھے لگا جیسے کسی نادیدہ قوت نے پور طاقت سے اپنا ہاتھ اس پرندے پر آزمایا ہو۔ لیکن عقاب نے پھر سے اپنے وجود کو سنبھالا اور میر طرف لپکا مگر میرے سر پر پہنچ کر اس کے جسم میں آگ لگ گئی۔ وہ یکبارگی چیخا اور پھڑ پھڑاتا تیزی سے بستی کی جانب جانے لگا۔ میری سمجھ مین اب تک یہ نہ آ سکا تھا کہ آخر میرے ساتھ کیا رہا ہے۔ کیا میرے قریب اس وقت بھی کوئی نادیدہ ہستی موجود ہے؟ اس خیال کے آتے ہی میں اسے مخاطب کرنے کی کوشش کی۔

''کون ہو تم؟ اور کیا چاہتے ہو.....؟'' مگر جواب میں مکمل خاموشی رہی۔

میں نے اپنے دائیں بائیں اس نادیدہ ہستی کو کئی بار پکارا، لیکن جواب میں صرف خاموش رہی۔ اب مجھے وحشت سی ہونے لگی، کھال اسی رفتار سے انجانی منزل کی طرف رواں دواں تھی اور میرا ذہن اس وقت مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اچانک ہی کھال کی رفتار آہستہ ہونا شروع ہو گئی۔ وہ کسی جہاز کی طرح سے نیچے کی طرف جا رہی تھی۔ پھر وہ کھال ایک بہت بڑے محل کے صحن میں جا کر ٹھہر گئی۔ میں نے بے اختیار ہو کر کھڑا ہونے کی کوشش کی مگر میں چکرا کر گر پڑا اور نہ جانے کب میرا ذہن تاریکی کی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ دوبارہ جب آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو ایک خوبصورت سے بیڈ روم میں پایا۔ کمرے میں مدھم پراسرار سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے کمرے کا جائزہ لیا تو کمرے میں اپنے علاوہ کسی ذی روح کو نہ پایا۔ میں بیڈ سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ میری چھٹی حس مجھے یہاں پر بہت سے لوگوں کی موجودگی کا یقین دلا رہی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کہ میرے قریب بہت سی نادیدہ ہستیاں گھوم پھر رہی ہوں۔ کئی بار ایسا محسوس ہوا جیسے

میرے ساتھ ساتھ کوئی چل رہا ہو۔ میں نے کئی بار پلٹ پلٹ کر دیکھا مگر مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔ کیا مصیبت ہے۔ میں جھنجھلا گیا۔

''کوئی ہے.....؟ اگر ہے تو سامنے آئے۔'' میں حلق کے بل چیخا۔

ٹھیک اس وقت میں نے کانوں میں کسی کی سرگوشی سنی۔ ''تم جس کمرے سے نکل کر آئے ہو، اسی میں واپس جاؤ۔''

''نہیں پہلے بتاؤ تم کون ہو اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟''

''سب کچھ بتا دیا جائے گا۔ لیکن پہلے جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔'' اس کا لہجہ تحکمانہ ہو گیا۔

''اور اگر میں ایسا نہ کروں تو؟''

''تو پھر مجھے تمہارے ساتھ زبردستی کرنا پڑے گی۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھسیٹتا ہوا واپس اسی بیڈ روم میں لے جا کر باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ اور میں صرف چیختا ہی رہ گیا۔ کافی دیر تک چیخنے کے بعد جب میری چیخ پکار کا کوئی اثر نہ ہوا تو میں بے بسی سے آ کر بیڈ پر لیٹ گیا۔ میں نے کئی مرتبہ رینوکا دیوی کو پکارا۔ پاروتی کو پکارا۔ لیکن دونوں کی طرف سے مجھے کوئی جواب نہ ملا۔ اور میں نے مایوس ہو کر بے بسی سے آنکھیں بند کر لیں۔

اچانک ہی مجھے کمرے میں آہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے بے اختیار آنکھیں کھول دیں۔ میں نے دو بزرگ ہستیوں کو دیکھا۔ میرے دائیں طرف سفید لباس میں ملبوس ایک بزرگ موجود تھے اور میری بائیں طرف بھی سفید لباس میں ملبوس بزرگ عورت موجود تھی۔ میں نے ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کی مگر مجھے یوں لگا جیسے میرے پیروں کو کسی نادیدہ قوت نے جکڑ لیا ہو۔

''آپ لوگ کون ہیں..... اور مجھے یہاں پر کیوں لایا گیا ہے؟'' میں ان دونوں بزرگ ہستیوں کو دیکھ کر چیخ اٹھا۔

''شہریار بیٹے! اس خالق کائنات کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ جو کہ انسان کی سمجھ میں وقت سے پہلے نہیں آتی۔ اور ہم بھی اس خدا واحد کے حقیر سے بندے ہیں۔ ہم تمہیں خوشخبری سنانے آئے ہیں کہ تم بہت کچھ اپنے بارے میں جان جاؤ گے۔ مگر اس کے لیے تمہیں ابھی ایک لمبا اور خطرناک سفر کرنا ہے۔'' وہ بزرگ خاموش ہوئے تو اس خاتون نے بولنا شروع کر دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''شہریار بیٹے! اب اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔'' میں ان کے حکم پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اب مجھے اٹھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔ میرے اٹھ کر بیٹھتے ہی ان بزرگ خاتون نے اپنی انگلی سے ایک صندلی انگوٹھی اتار کر میرے ہاتھ کی ایک انگلی میں پہنا دی۔ تب ان بزرگ نے بھی ایک ڈوری میرے گلے میں ڈالی۔ یہ ہم دونوں کی طرف سے تحفے ہیں۔ اور یہ اس لیے دیے جا رہے ہیں کہ تم ایک نیک کام کرنے کے لیے جا رہے ہو۔

''میں اس وقت کہاں ہوں؟''

''تمہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے یہ تو تمہیں ہمارے جاتے ہی پتہ چل جائے گا۔ لیکن جانے سے پہلے ہم لوگوں کی ایک نصیحت گرہ سے باندھ لینا۔ شیطانی اور طاغوتی قوتیں قدم قدم پر تمہارے کام میں دخل ڈالیں گی۔ اب یہ تمہارے اوپر ہے کہ تم ثابت قدم رہتے ہو یا کہ لڑکھڑا جاتے ہو۔ اور ہاں رکھو زندگی میں گیا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔ اب تم آرام کرو۔ ہمارا جانے کا وقت ہو گیا ہے۔

''میرے بزرگ مجھے یہ تو بتا دیں کہ مجھے کس سفر پر روانہ ہونا ہے؟'' میں نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''سب کچھ تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا۔'' اس کے ساتھ ہی میری آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔ مگر دوسرے ہی لمحے میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

''تو کیا اب تک میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔ میری نظریں بے اختیار میرے ہاتھ میں موجود صندل کی انگوٹھی پر گئیں۔ صندل کی وہ انگوٹھی میری انگلی میں موجود تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب تک جو کچھ میرے ساتھ ہوا وہ کوئی خواب نہیں بلکہ حقیقت تھی۔ میں نے کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں مگر وہاں پر کوئی بھی موجود نہ تھا۔ جبکہ دروازہ جوں کا توں بند تھا۔ نہ جانے مجھے کس سفر پر روانہ ہونا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ پاروتی اور رینوکا کی کوئی نئی چال ہو۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ یہاں پر میری چیخ و پکار سننے والا کوئی نہ تھا۔ میں نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ بے آواز کھلتا چلا گیا۔ میں ایک بار پھر پورے محل کا چکر لگانے کے ارادے سے چل پڑا۔ میں کافی دیر تک محل کی تلاشی لیتا رہا۔ میں ایک ایک کمرے کا باریک بینی سے جائزہ لیتے ہوئے ایک ایسے کمرے میں پہنچ گیا جو کہ میرے خیال کے

مطابق اسٹور روم تھا اور اس میں دنیا جہان کا سامان بے ترتیبی سے پڑا ہوا تھا۔ میں اس سامان کی ایک ایک چیز کی تلاشی لینے لگا۔ مگر اس میں میری اپنی مرضی کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔ ابھی میں تلاشی لے رہا تھا کہ پورے کمرے میں آوازیں گونجنے لگیں۔

''بھاگ جاؤ..... بھاگ جاؤ.....'' میں نے ایک بار پھر چاروں طرف نظریں دوڑائیں مگر بے سود۔ وہاں میرے سوا کوئی بھی موجود نہ تھا۔ میں نے اس سمت کا تعین کیا جس سمت سے آوازیں آ رہی تھیں۔ اور وہاں سے جیسے ہی میں اس سمت آیا۔ سامنے بنے ریک پر ایک موٹی جلد کی کتاب پر میری نظر پڑی۔ میں تیزی سے کتاب اٹھانے کے لئے آگے بڑھا۔ مگر اس سے قبل وہ کتاب میرے ہاتھوں میں آتی۔ کسی کا نادیدہ تھپڑ میرے چہرے پر پڑا۔ لیکن اسے یہ تھپڑ بہت مہنگا پڑا۔ مجھے چھوتے ہی ایک آگ کا شعلہ سا لپکا اور اس کی چیخوں سے پورا کمرہ گونج اٹھا۔ چند لمحوں بعد ہی سیال مادہ زمین پر بہتا نظر آیا۔ میں نے وہ موٹی جلد کی کتاب اٹھا لی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے پورے محل میں زلزلہ سا آ گیا۔ پورا محل یوں لرزنے لگا جیسے ابھی زمین بوس ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کہ کئی بدروحیں مل کر چیخ رہی ہوں۔ میں وہ کتاب ہاتھ میں لیے تیزی سے کمرے سے باہر نکل کھڑا ہوا۔ میں نے جیسے ہی کمرے سے باہر قدم رکھا پورے محل میں اس قدر سناٹا چھا گیا کہ مجھے میرے دل کی بے ترتیب دھڑکنوں کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں دوڑتا ہوا دوبارہ اسی کمرے میں آ گیا جہاں کچھ دیر پہلے میں قید تھا۔ میں نے بیڈ پر بیٹھنے کے بعد جیسے ہی کتاب کے ٹائٹل پر نظر ڈالی۔ مجھے یوں لگا جیسے کہ یا تو میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں یا کہ میں پاگل ہو گیا ہوں۔ اس کے اوپر بڑے بڑے جلی حروف میں لکھا ہوا تھا۔ ''قبر کا بیٹا۔'' میں نے کئی بار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس ٹائٹل کو پڑھا۔ کہ کہیں میری آنکھوں کا دھوکہ تو نہیں ہے۔ مگر ایسا نہیں تھا۔ میں نے جو دیکھا۔ جو پڑھا۔ وہ ایک تلخ حقیقت کی طرح میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ ابھی میں اس کتاب کو کھول کر پڑھنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ پورے محل میں اس قدر شور شرابا شروع ہو گیا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ کئی بدروحیں ایک ساتھ مل کر بین کر رہی ہوں۔ میں نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دونوں کانوں میں ٹھونس لیں۔ مگر اس کے باوجود اس شور میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ میں دوڑتا ہوا ایک بار پھر کمرے سے باہر نکل آیا۔ لیکن میں نے جیسے ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمرے سے باہر قدم رکھا ایک زبردست گھونسہ میرے منہ پر پڑا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے جا گرا۔ اس اچانک افتاد نے میری کھوپڑی الٹ دی۔ میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو میرے خون کی گردش اس قدر تیز ہوگئی کہ میرے جسم میں لہو کی جگہ لاوا سا دوڑتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ میرے سامنے میرا دشمن دھرم ناتھ اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے چہرے پر موجود طنزیہ مسکراہٹ نے میرے وجود کے اندر آگ لگا دی۔

''دھرم ناتھ۔'' میں کسی خونخوار چیتے کی طرح غرایا۔

''دھیرج بالک..... دھیرج۔'' اس کے چہرے کی مسکراہٹ اور گہری ہوگئی۔

''ہندو بھگوڑے تیری موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔'' اس کے ساتھ ہی میں تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔

لیکن اس سے پہلے کہ میں اس تک پہنچتا۔ اس نے اپنے گلے سے مورتیوں کی ایک مالا نکال کر زمین پر دے ماری۔ اس میں موجود تمام مورتیاں اپنے قد بڑھاتے بڑھاتے بالکل میرے قد جتنی ہو گئیں اور پھر ایک مورتی نے آگے بڑھ کر میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن جیسے ہی اس نے میرے جسم کو چھوا ایک خوفناک چیخ کے ساتھ پیچھے ہٹی اور اس کے جسم کو آگ لگ گئی۔ چند لمحوں بعد ہی وہاں فرش پر سیاہ مادہ بکھرتا چلا گیا۔ دوسری تمام مورتیوں نے جب اپنی ایک ساتھی کا یہ حشر دیکھا تو ان میں سے کسی نے میرے قریب آنے کی جرات نہیں کی۔ لیکن میرا حوصلہ اب کھل چکا تھا۔ میں ان کو ہاتھوں سے پکڑنے کے لئے آگے بڑھا تو وہ گھبرا کر پیچھے ہٹنے لگیں۔ مگر اس کے باوجود میں نے ان میں سے دو مورتیوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ میری گرفت میں آتے ہی ان کی کربناک اور لرزہ خیز چیخوں سے پورا محل گونج اٹھا۔ جب دھرم ناتھ نے اپنا یہ وار ناکام ہوتے دیکھا تو اپنے گلے سے دوسری ایک ڈوری نکال کر میری طرف اچھال دی۔ ڈوری مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی ایک موٹی زنجیر کی شکل اختیار کر گئی اور میرے جسم سے مس ہوتے ہی اس نے تیزی سے میرے جسم کے گرد بل ڈالنے شروع کر دیئے۔ میں نے اپنے آپ کو اس کے وار سے بچانے کی بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی اور دھرم ناتھ مجھے بے بس کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ زنجیر نے میرے جسم پر بل ڈال کر کسنا شروع کر دیا۔ مجھے میرے جسم کی ہڈیاں چٹختی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ دھرم ناتھ نے ایک فاتحانہ

قہقہہ مارا اور مجھے گھسیٹتا ہوا ایک طرف لے جانے لگا۔ زنجیر بھی لحہ بہ لحہ میری ہڈیوں میں گھستی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک مجھے کسی سانپ کی تیز پھنکار سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے کانوں میں سرگوشی سنائی دی۔ ''تم اپنی انگلی میں موجود انگوٹھی کو اس زنجیر سے مس کر دو۔ جلدی کرو۔ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ دوسرے ہی لمحے صرف تھوڑی سی محنت کر کے میں انگوٹھی کو زنجیر پر لگانے میں کامیاب ہو گیا۔ انگوٹھی نے جیسے ہی زنجیر کو چھوا زنجیر کی کڑیاں میرے جسم سے کھل کر یوں بکھرتی چلی گئیں جیسے کسی نے شیشے پر پتھر مارا ہو۔ اور شیشے کی کرچیاں بکھرتی چلی گئی ہوں۔ میں زنجیر سے آزاد ہوتے ہی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کسی خونخوار بھیڑیئے کی طرح سے دھرم ناتھ پر جھپٹ پڑا۔ دھرم ناتھ! تیری موت میرے ہاتھوں لکھی ہے، اب بھاگ کتنا بھاگ سکتا ہے اور اب بلا اپنی مدد کے لئے اپنے گرو راجہ ارجن سنگھ کو۔ میں بولنے کے ساتھ ساتھ اپنے ہاتھ بھی ہلاتا جا رہا تھا۔ اور اس بار میں اس کو فرار ہونے کا کوئی موقع نہ دینا چاہتا تھا۔ میری مضبوط گرفت میں ہونے کے باوجود وہ میری گرفت سے نکل کر کسی فائٹر کی طرح سے میرے مدمقابل کھڑا ہو گیا۔

''شہریار احمد۔ میرے ہاتھوں تمہاری موت مقدر بن گئی ہے۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ میں نے ایک طرف ہٹ کر خود کو بچانے کی کوشش کی مگر دھرم ناتھ نے بھی کمال ہوشیاری سے اپنا رخ فضا میں ہی بدل ڈالا اور اس کی زوردار ٹکر میری ناک پر پڑی۔ ایک لمحے کے لیے تو میرا دماغ سن ہو کر رہ گیا اور میں لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم دور جا گرا۔ میں نے دوبارہ جیسے ہی زمین سے اٹھنے کی کوشش کی اس کی زوردار لات میری کمر پر پڑی اور میں ایک بار پھر زمین چاٹنے پر مجبور ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ میں اٹھنے کی کوشش کرتا۔ دھرم ناتھ نے مجھے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ میرا پورا چہرہ لہولہان ہو چکا تھا۔ مگر اس کی دھرم ناتھ کو تو کوئی پرواہ نہ تھی۔ اس نے ایک اور مرتبہ ایک بھرپور ٹکر میرے منہ پر دے ماری۔ میں نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑا۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا جا رہا تھا۔ میرا ذہن آہستہ آہستہ تاریکی کی طرف جانے لگا۔ اس سے پہلے کہ میرا ذہن مکمل تاریکی میں ڈوبتا اچانک مجھے سانپ کی تیز پھنکار سنائی دی۔ اس کے ساتھ ساتھ میرے کانوں میں کسی کی سرگوشی سنائی دی۔

''نہیں شہریار نہیں..... خدا کے لیے اٹھو۔ اگر یہ آج تمہیں شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تو تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور تمہارا ماضی ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائیں گے۔ ایک ہندو کے آگے مسلمان کی شکست نہیں ہے۔ اٹھو شہریار..... اس سے پہلے کہ یہ تمہیں ختم کر دے اٹھو اور اس کے ناپاک وجود کو صفحہ ہستی سے مٹا دو۔

میں آہستہ آہستہ اٹھ کھڑا ہوا۔ خود کو سرعت کے ساتھ تیار کیا اور اچھل کر اس کے منہ پر ایک زبردست گھونسہ دے مارا۔ اس کے بعد میرے ہاتھ مشینی انداز میں چلتے رہے اور دھرم ناتھ کی بھیانک اور لرزہ خیز چیخوں سے محل کے در و دیوار گونجتے رہے۔ اچانک نہ جانے کہاں سے دھرم ناتھ نے خنجر نکال کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں ایک لمحے کے لیے بوکھلا گیا۔ اس کے حملے میں شدت آتی گئی۔ میرے جسم پر اس نے خنجر سے کئی نشان لگا دیئے۔ میرا پورا جسم لہولہان ہو چکا تھا۔ اب تو مجھ سے کھڑا بھی نہ رہا جا رہا تھا۔ اچانک اس نے اپنا بھرپور وار میرے سینے پر کیا۔ اگر اس کا ہاتھ روکنے میں مجھے ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو اس کا خنجر میرے دل کے پار ہو جاتا۔ میں نے اس کا وار اپنے دائیں ہاتھ سے روکا اور ایک لمحے کی اس مہلت میں اپنی مضبوط گرفت اس کی گردن پر جما چکا تھا۔ میری گرفت کا دباؤ لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اب دھرم ناتھ کے منہ سے خرخر کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں ابل کر باہر آ گئی تھیں۔ میں نے اچانک ہی اس کی گردن سے ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ کسی بے جان مجسمے کی طرح زمین پر دھڑام سے گر گیا۔ دراصل میں اس کو اتنی آسان موت نہیں مارنا چاہتا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر دھرم ناتھ کا خنجر اٹھایا اور اس کی بائیں پنڈلی میں گھسیڑ دیا۔ مجھ پر جنون سوار ہو چکا تھا۔ میں نے اس کی دائیں پنڈلی کے ساتھ بھی یہی حشر کیا۔ اس کی کربناک اور لرزہ خیز چیخوں کے باوجود مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ میں نے تیزی سے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اس کی قمیض پھاڑ دی۔ اور کسی قصائی کی طرح اس کے جسم پر خنجر سے مختلف نقش و نگار بنانے لگا۔ وہ کتنی ہی بار ہوش میں آیا اور کتنی ہی بار بے ہوش ہوا۔ میں اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا بیڈ روم میں لے آیا۔ وہاں پر میں نے بجلی کی تار سے اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر اس کو ایک بار پھر خنجر سے ہوش میں لے آیا۔ اس کے ہوش میں آتے ہی میں نے خنجر اس کی ناک میں گھسیڑ کر اس کے دونوں نتھنے چیر ڈالے۔ وہ چیختے ہوئے کسی ذبح ہوئے بکرے کی طرح تڑپنے لگا۔

''شما شما کرو..... بھگوان..... بھگوان..... بھگوان کے لیے.....'' اس کے منہ سے الفاظ ٹوٹ کر ادا ہو رہے تھے۔

''تمہیں شما کر دوں.....؟ تاکہ تم ایک بار پھر معصوم لڑکیوں کو اپنی درندگی کا نشانہ بناؤ.....'' میرا لہجہ اتنا سرد ہو گیا تھا کہ مجھے اپنی آواز اجنبی محسوس ہو رہی تھی۔''

''مم..... مم..... میں بھگوان کی سوگند کھاتا ہوں..... کالی ماتا کی سوگند..... کبھی کسی معصوم کو میلی نظر سے نہیں دیکھوں گا۔'' وہ کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح سے گڑگڑا رہا تھا۔

''میں تجھے جان سے نہیں ماروں گا دھرم ناتھ'' لیکن ان نظروں کو بھی اس لائق نہیں چھوڑوں گا کہ تو دوبارہ کسی معصوم پر میلی نظر ڈال سکے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کر کے خنجر دستے تک اس کی بائیں آنکھ میں اتار دیا۔ اس کے ناپاک خون کے چھینٹے مجھے میرے چہرے پر پڑتے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ ایک بار پھر تڑپتا ہوا بے ہوش ہو گیا۔ میں نے دوبارہ خنجر بلند کر کے اس کی دائیں آنکھ میں اتارا اور وہ چیختا ہوا ہوش میں آ گیا۔

''دھرم ناتھ..... دیکھ تو کس قدر بے بس ہے۔ یہ ہی حال ان معصوم لڑکیوں کا ہوتا تھا جو تیری درندگی کا شکار ہوئیں۔ آج کے بعد تو کسی لڑکی کے ساتھ زیادتی کرنے کے لائق ہی نہیں رہے گا۔ میں نے ایک بار پھر خنجر اپنے ہاتھوں میں سنبھالا اور قوت سے اس کے نازک حصے پر وار کیا کہ وہ لڑکیوں کے ساتھ زیادتی کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میرا جنون ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ اور میں نے آخر میں خنجر سے اس کی شہہ رگ کاٹ ڈالی۔ اور لڑکھڑاتا ہوا دھرم ناتھ کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر میں کسی شرابی کی طرح سے جھوم رہا تھا۔ میرے ذہن کے آگے اندھیرا چھاتا جا رہا تھا۔ اور میں باوجود کوشش کے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکا اور لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ آخری احساس جو میرے ذہن میں تھا وہ کسی سانپ کی تیز پھنکار کا تھا۔ اس کے بعد میرا ذہن مکمل تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ میں یہ تو نہیں جانتا کہ میں کتنی دیر تک بے ہوش رہا۔ لیکن جب دوبارہ میری آنکھ کھلی تو میں ایک خوبصورت اور سجے سجائے بیڈ روم کے ایک آرام دہ بیڈ پر نیم دراز تھا۔ میرے جسم پر ایک نفیس قسم کا لباس موجود تھا۔ پیروں سے لے کر سینے تک میرے جسم پر ایک خوبصورت سا لحاف پڑا ہوا تھا۔ میں تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ میں کہاں آ گیا ہوں.....؟ چند لمحے تو میرا ذہن بالکل خالی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خالی سا رہا۔ پھر پچھلی ساری باتیں ایک ایک کر کے میرے ذہن میں گردش کرنے لگیں کہ میں نے کس بے رحمی سے دھرم ناتھ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ مجھے اچانک اس کتاب کا خیال آیا جو کہ مجھے محل کے اسٹور روم سے ملی تھی۔ میں نے تیزی سے اپنے دائیں بائیں نظریں دوڑائیں مگر وہاں کتاب تو کیا کتاب جیسی اور کوئی چیز بھی نظر نہ آئی۔ قبل اس کے کہ میں کچھ اور سوچتا کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ایک خوبصورت سا نوجوان مسکراتا ہوا داخل ہوا۔

''کیا حال ہے تمہارا شہریار احمد!'' اس نوجوان نے میرے قریب ہی بیٹھ کر مجھ سے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔ لیکن دوسرے لمحے مجھے یوں لگا جیسے اس نوجوان کو میں پہلے کہیں دیکھ چکا ہوں۔ لیکن کہاں..... یہ یاد نہیں آ رہا تھا۔ مجھے یہ آنکھیں میرے دل و دماغ میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ کہیں نہ کہیں دیکھا ہے۔

''کن سوچوں میں گم ہو گئے شہریار احمد.....؟'' اس کے چہرے پر موجود مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

''تم..... تم کون ہو؟ ..... مجھے یوں لگتا ہے کہ میں تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں اور تمہیں بہت قریب سے جانتا ہوں۔''

''دوست پہلے تم کچھ کھا پی لو۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں تیز نمی کو صاف طور پر محسوس کر لیا تھا۔ لیکن میرے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی وہ تیزی سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور میں بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ میری بے چینی تھی کہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی اور میرے لبوں پر اس وقت صرف ایک ہی دعا تھی کہ میں اپنے بارے میں سب کچھ جلد از جلد جان لوں۔ اس وقت ایک ایک لمحہ مجھ پر ایک ایک صدی بن کر گزر رہا تھا۔ چند منٹ کے بعد ہی اس نے میرے آگے کھانے کی ٹرے لا کر رکھ دی۔ اتنا بڑھیا کھانا دیکھ کر میری بھوک چمک اٹھی اور میں کچھ سوچے کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ جب میں کھانے وغیرہ سے فارغ ہو چکا تو ایک بار پھر میرا سوال میرے لبوں پر آ گیا۔

''خدا کے واسطے تم مجھے اپنے بارے میں کچھ بتا دو۔ ورنہ میں اب حقیقتاً پاگل ہو جاؤں گا۔''

''تم میرے بارے میں جاننا چاہتے ہو نا اور ساتھ میں اپنے بارے میں بھی، ہے نا.....؟''

نے بیڈ سے کھڑے ہوتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا تم میرے بارے میں بھی کچھ جانتے ہو.....؟''

''ہاں! آؤ میرے ساتھ۔'' اتنا کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں تیزی کے ساتھ اس کے پیچھے چل پڑا۔

ہم دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے ایک ایسے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے جس پر ایک مضبوط قفل پڑا ہوا تھا۔ لیکن اس کی حالت بتا رہی تھی جیسے کہ یہ صدیوں سے بند پڑا ہے۔ وہ رک گیا۔

''کیوں رک گئے ہو؟''

''اب یہ قفل کھولیں تا کہ ہم آگے بڑھ سکیں۔'' اس نے اپنے مخصوص لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں اسے کس طرح کھولوں۔ مجھے یہاں تک تم لائے ہو۔ تو اس کو کھولنے کے بارے میں بھی تم ہی جانتے ہو گے۔''

''نہیں! اگر آپ کو اپنے بارے میں جاننا ہے تو پہلے اسے کھولیے۔''

''میں اپنے بارے میں جاننے کے لیے تو کچھ بھی کر سکتا ہوں۔'' میں تیزی سے قفل کو کھولنے کے لیے آگے بڑھا۔ مگر اچانک ہی میں کسی خیال کے تحت ٹھٹک کر رک گیا اور اپنے پیروں میں پڑے ہوئے اس کارپٹ کو دیکھنے لگا جو کہ کمرے کے باہر فرش پر ایک ٹکڑے کی شکل میں موجود تھا۔ میں نے بے اختیار ہی وہ کارپٹ اٹھا دیا اور اس کے نیچے موجود چابی پر نظر پڑتے ہی میرے دماغ میں آندھیاں چلنے لگی تھیں۔ میں نے چابی اٹھا کر تیزی سے قفل کھولا اور کمرے کے اندر داخل ہوا۔ اندر داخل ہوتے ہی میں نے جو چیز دیکھی وہ سامنے دیوار پر موجود میری تصویر تھی۔ میں اسے ہونقوں کی طرح دیکھنے لگا۔ میں اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام کر وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔ یہ سب کیا تھا؟ اب تک میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا؟ مجھے کس طرح سے پتہ چلا کہ کارپٹ کے نیچے چابی موجود ہے۔ اور یہ میری تصویر یہاں پر کس نے لگائی؟ اور کیوں؟ میں نے چاروں طرف کا جائزہ لینے کے لیے نظریں دائیں بائیں گھمائیں تو دوسری طرف دیوار پر موجود تصویر دیکھ کر میں حیرت سے اچھل پڑا۔ میرے ساتھ اس تصویر میں وہ ہی خوبصورت سا نوجوان موجود تھا۔ جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا تھا۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نوجوان کا ان تصویروں سے میرے ماضی سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا میرے ماضی کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے لیکن آخر وہ ہے کون.....؟''

''کچھ سمجھ میں آیا شیری.....؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

''تم.....تم کون ہو.....؟ اور مجھ سے میرے ماضی سے تمہارا کیا تعلق ہے.....؟'' میں بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

ان تصویروں کو دیکھنے کے بعد تمہیں یہ تو یقین ہو گیا ہوگا کہ میں تم سے تمہارے یا میرے میں جو بات کہوں گا وہ جھوٹ نہیں ہوگی۔

''میں تمہارا دوست ہوں.....''

''کیا تم میرے ماضی کے بارے میں جانتے ہو؟''

''ہاں میں تمہارے بارے میں ایک ایک بات جانتا ہوں۔ کیونکہ تم میری آنکھوں کے سامنے کھیل کود کر بڑے ہوئے ہو۔''

''کیا واقعی!'' میں نے اپنے دل کی بے قابو ہوتی دھڑکنوں پر بڑی مشکل سے قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں! آؤ میرے ساتھ۔'' اور میں ایک بار پھر اس کے ساتھ چل پڑا۔ ہم دونوں چلتے چلتے ایک وسیع و عریض قبرستان میں پہنچ گئے جو کہ میرے اندازے کے مطابق صدیوں پرانا تھا۔ وہ میرے لیے جس قبر کے پاس پہنچا تھا اسے دیکھ کر میرا حیران ہونا لازمی تھا کیونکہ وہ وہی قبر تھی جس میں کی تاریکی میں، میں پیدا ہوا تھا۔

''یہ..... یہ..... یہ سب کیا ہے؟'' میں نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''تم جانتے ہو تم اس قبر میں کتنا عرصہ قید رہے.....؟'' اس نے اس خالی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں.....''

''تم اس قبر میں نو سال قید رہے اور تمہیں قید کرنے والا تمہارے خاندان کا ازلی دشمن سارا وقت تمہارے والد کی جگہ وادی سحر کا حکمران بنا بیٹھا ہے۔''

''وادی سحر۔''

''ہاں وادی سحر..... جس کا ایک ایک پھول پودا پتھر تک سارع کے حکم کے غلام ہیں اور وہ خود اتنا بڑا جادوگر ہے کہ وادی سحر میں اگر ہوا بھی گزرتی ہے تو اس کے حکم سے گزرتی ہے۔''

''مگر میری اس سے کیا دشمنی ہے جو اس نے مجھے نو سال تک اس قبر میں قید رکھا.....؟''

''اس کی دشمنی تم سے نہیں تھی تمہارے والدین سے تھی اور تمہارے والدین کو.....''

''کیا ہوا میرے والدین کو.....'' میں نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔

''تمہارے والد کی عمر اس وقت کوئی پندرہ سولہ سال ہوگی جب یہ پراسرار کہانی شروع ہوئی۔ ایک رات اپنے کمرے میں تمام بتیاں وغیرہ بند کر کے سوئے ہوئے تھے۔ ابھی ان کو سوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اچانک ہی ان کی چھٹی حس نے ان کو بیدار کر دیا ان کو ایسا محسوس ہوا جیسے کہ کمرے میں ان کے علاوہ بھی کوئی اور موجود ہے۔ وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے لیکن کمرے میں مکمل اندھیرا تھا انہوں نے اٹھ کر کمرے کی تمام بتیاں جلا دیں اور لائٹ جلاتے ہی انہوں نے جو منظر دیکھا اس نے ان کو دیوانہ کر دیا۔ ان کے سامنے ایک نہایت ہی حسین و جمیل لڑکی دلہن کے لباس میں تمام تر زیورات سے آراستہ کھڑی تھی۔ اور اس کے چہرے پر موجود دلفریب مسکراہٹ نے تمہارے والد کے اوپر بجلیاں گرا دیں۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے اور جیسے ہی اس کو چھونے کی کوشش کی تو وہ ہوا میں تحلیل ہو گئی اور اس کے بعد تمہارے والد کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ کئی بار وہ انہیں خوابوں میں نظر آئی کئی بار وہ اسی طرح انہیں اپنے کمرے میں نظر آئی مگر وہ جب بھی اسے چھونے کی کوشش کرتے وہ اسی طرح سے ہوا میں تحلیل ہو جاتی۔ تمہارے والد کا یہ حال ہو گیا کہ اسے دیکھے بغیر انہیں کسی پل چین نہیں آتا وہ ہر وقت کھوئے کھوئے سے رہنے لگے۔ اب نہ ان کا گھر میں دل لگتا اور نہ ہی وہ گھر والوں سے زیادہ بات کرتے۔ بس ان کے ذہن پر صرف وہ لڑکی سوار ہو کر رہ گئی تھی جس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ پھر ایک دن تمہارے دادا انہیں ایک بزرگ کامل کے پاس لے گئے۔ مگر جیسے ہی وہ ان کے آستانے کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے باہر ہی سے واپس جانے کے لیے کہہ دیا۔ لیکن تمہارے والد بھی بہت ضدی قسم کے انسان تھے۔ انہوں نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور وہیں دھرنا دے کر بیٹھ گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہارے دادا نے انہیں پیار سے ڈانٹ سے بھی سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔ کب دن گزرا، کب رات گزری، کچھ پتہ نہیں تھا تیسرے دن وہ بزرگ بڑے جلال کی سی کیفیت میں باہر نکلے اور کہنے لگے۔

''جا..... چلا جا یہاں سے۔ کیوں اپنی زندگی برباد کرنے پر تلا ہے۔''

''نہیں میں آپ کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔ آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے مایوس مت کیجئے۔'' یہ کہتے ہوئے انہوں نے بزرگ کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔

''اٹھ جا بالکا..... کیوں ہمیں گنہگار کر رہا ہے۔ اب بھی وقت ہے واپس لوٹ جا، یہ پیری فقیری تیرے بس کا روگ نہیں ہے۔''

مگر تمہارے والد نہ مانے اور آخر تمہارے والد کی ضد کے آگے ان کو ہار ماننی پڑی۔ شروع میں ان بزرگ نے تمہارے والد کے ساتھ بڑا جارحانہ رویہ رکھا۔ لیکن وہ بھی ان کا ہر ظلم ہنس کر سہتے رہے۔ کئی سال اسی طرح گزر گئے انہوں نے کئی روحانی علوم سیکھے اب کئی جن اور روحیں تمہارے والد کے ایک حکم پر حاضر ہو جایا کرتی تھیں۔ آہستہ آہستہ وہ روحانیت کی حدود کو چھونے لگے اور روحانیت کا وہ درجہ حاصل کر لیا جو کہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ ایک دن وہ سو رہے تھے کہ اچانک وہی لڑکی جسے تمہارے والد کب کے بھول چکے تھے، اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ ان کے سامنے موجود تھی۔ وہ جیسے ہی اس کو چھونے کے لیے آگے بڑھے ایک زوردار تھپڑ ان کے منہ پر پڑا۔ وہ تھپڑ کھا کر ابھی سنبھلنے ہی نہ پائے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ وہ لڑکی جسے وہ برسوں سے خوابوں میں دیکھتے چلے آ رہے تھے وہ ایک آٹھ انچ کی بولتی گڑیا کی صورت ایک لوہے کے پنجرے میں بند تھی۔ اور وہ پنجرہ ان بزرگ کے دائیں ہاتھ میں تھا۔ اور وہ بزرگ اس وقت بڑی جلالی کیفیت میں تمہارے والد کے سامنے کھڑے تھے۔

''تو ان شیطانوں سے دوستی کرے گا مردو.....؟ چل اب دفعہ ہو جا یہاں سے۔'' ان بزرگ نے انہیں دھکے دے کر باہر نکال دیا۔ مگر وہ بھی بڑے ضدی تھے۔ اتنی آسانی سے کہاں جانے والے تھے۔

''تو یہاں سے جاتا ہے یا نہیں.....؟'' ان بزرگ کا غصہ آسمان کو چھونے لگا۔

''ٹھیک ہے۔ میں چلا جاتا ہوں۔ مگر یہ پنجرہ مجھے دے دیں۔'' انہوں نے فریاد کی۔

مردود یہ بھی لے جا اور دفع ہو جا یہاں سے۔ انہوں نے وہ پنجرہ تمہارے والد کے منہ پر دے مارا۔ وہ اتنی شدت سے تمہارے والد کے چہرے پر لگا کہ ان کی آنکھوں کے آگے رنگ برنگے ستارے ناچ گئے اور اس کے بعد ان کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ جب دوبارہ ان کی آنکھ کھلی تو ان پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ کیونکہ وہ جہاں تھے وہاں چاروں طرف ریگستان ہی ریگستان تھا۔ دور دور تک کسی آبادی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اب تو وہ بڑے پریشان ہوئے کہ کیا کریں۔ وہ پنجرہ بھی نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا؟ دن گزر ارات آئی گزر گئی دن آیا بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر وہ ایک طرف گر پڑے۔ اور نہ جانے کب ان کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر آہستہ آہستہ ان کا ذہن تاریکی سے روشنی کی طرف سفر کرنے لگا۔ جب مکمل طور پر ان کا ذہن کام کرنے لگا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ بہت بڑے مندر کے فرش پر لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے اوپر وہی حسین و جمیل لڑکی جھکی ہوئی ہے۔ نہ معلوم اس لڑکی کی آنکھوں میں کون سا سحر تھا کہ تمہارے والد دیوانہ وار اٹھ کھڑے ہوئے۔

''کک..... کون ہو تم.....؟''

''تم مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو نا؟'' اس نے شوخ لہجے میں پوچھا۔

''ہاں۔''

''لیکن اس کے لیے تمہیں کچھ قربانی دینی ہو گی؟''

''میں تمہارے لیے ہر قربانی دینے کو تیار ہوں۔''

''اچھی طرح سوچ لو جو میں کہوں گی اس پر عمل کر سکتے ہو؟''

''ہاں تم کہو تو.....؟''

''تو سب سے پہلے اپنا مذہب چھوڑ دو تب مجھے حاصل کر سکو گے.....؟'' اس نے اپنے مخصوص لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''تمہارے والد کو اس کی بات سن کر یوں لگا جیسے کسی نے انہیں زندہ زمین میں گاڑ دیا ہو۔ وہ تیزی سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھے، دفع ہو جا، یہاں سے میں تجھ جیسی ہزاروں حسینائیں اپنے مذہب پر قربان کر سکتا ہوں۔ اور دوسرے ہی لمحے وہ وہاں سے غائب ہو گئی۔ تمہارے والد تیزی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے چلتے ہوئے مندر سے باہر نکل آئے۔ انہیں کچھ بھی پتہ نہ تھا کہ وہ کس شہر میں ہیں اور انہوں نے کہاں جانا ہے۔ وہ چلتے چلتے ایک آبادی کے نزدیک پہنچ گئے۔ یہاں پر چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں اور کچے پکے مکان بنے ہوئے تھے۔ جب وہ آبادی میں داخل ہوئے تو ہر انسان کو اپنے آپ میں مصروف پایا۔ کسی کو کسی سے کوئی غرض نہ تھی۔ ابھی وہ آبادی میں کچھ دور ہی چلے تھے کہ ان کے کانوں میں ایک نسوانی چیخ پڑی۔ وہ چیخ ان کو بہت قریب سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ وہ آواز کی طرف لپکے وہ آوازیں ایک مکان کے اندر سے آ رہی تھیں۔ وہ کھلا دروازہ دیکھ کر مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ مگر مکان میں داخل ہوتے ہی جو منظر انہوں نے دیکھا اس نے ان کی آنکھوں میں خون اتار دیا۔ سامنے چارپائی پر ایک لڑکی بندھی ہوئی تھی اور چار نوجوان اس سے دست درازی کر رہے تھے دوسری طرف ان لوگوں نے دیوار کے ساتھ اس لڑکی کے ماں باپ کو باندھا ہوا تھا۔ وہ نوجوان آہٹ سن کر پلٹے۔

''کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو.....؟'' لیکن اس نوجوان کو زبان چلانا بہت مہنگا پڑا۔ اور تمہارے والد کا ہاتھ صرف ایک لمحے کے لیے ہوا میں لہرایا اور اس نوجوان کی گردن کی ہڈی کڑاک کی آواز کے ساتھ ہی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ دیگر تینوں نوجوان اکٹھے تمہارے والد کی طرف بڑھے مگر دو اور اپنی جانیں گنوا بیٹھے اور ایک بھاگ کھڑا ہوا۔ اب جو پلٹ کر اس لڑکی کے چہرے کی طرف دیکھا تو ان کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ یہ وہی لڑکی تھی جس کی وجہ سے وہ اس حال تک پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کو رسیوں سے آزاد کیا۔

''آپ..... آپ کون ہیں؟'' اس لڑکی نے تمہارے والد سے سوال کیا تو وہ سن کر حیران رہ گئے۔ کیونکہ آواز میں بھی کوئی فرق نہ تھا۔

''میں ایک اجنبی ہوں یہاں سے گزر رہا تھا کہ چیخ کی آواز سن کر اس طرف آ گیا۔ اور پھر جو کچھ بھی ہوا سب آپ کے سامنے ہے۔''

''لیکن یہ لوگ کون تھے.....؟''

''یہ وادی سحر کے حکمران تلواگ کے آدمی تھے۔ اور تلواگ ایک بہت بڑا جادوگر ہے اور یہاں سے وہاں تک تلواگ کی حکومت ہے۔

''تلواگ!'' تمہارے والد بڑبڑائے۔

''ہمیں اپنی تو فکر نہیں ہے لیکن اپنی اس بچی کی طرف دیکھتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ یہاں پر کسی لڑکی کو تلواگ کی اجازت کے بغیر شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے کہ ہم اس بچی کی حفاظت کس طرح کریں۔''

''تمہارے والد پہلے تو چند لمحے سوچتے رہے پھر ان کے والدین کو مخاطب کر کے کہا۔

''ہو سکتا ہے کہ میری بات آپ کو بری لگے..... الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ اسلام قبول کر لیں اور آپ اپنی اس بچی کو میرے نکاح میں دے دیں۔ پہلے اس کی حفاظت اللہ اور رسولؐ کے حوالے اس کے بعد میری ذمہ داری ہو گی۔'' چند لمحے تو وہ یوں سن ہو گئے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔

پھر اس لڑکی کی والدہ کہنے لگیں۔ ''اس طرح تو تلواگ کو اور بھی اپنا دشمن بنا لیں گے؟''

''خدا جب کسی کی حفاظت کرتا ہے تو ایک ہزار تلواگ بھی کچھ نہیں ہیں۔''

''لیکن ہم تو اس مذہب کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے ہیں؟''

''جب آپ اسلام قبول کر لیں گے تو ساری باتیں خود بخود روز روشن کی طرح آپ پر عیاں ہونے لگیں گی۔''

''قصہ المختصر یہ کہ تمہارے والد نے اس لڑکی جس کا سابقہ نام (سنگیتا) تھا اس سے نکاح کر لیا اور اس کا نام درخشاں رکھ دیا۔ شادی کی پہلی رات ان بزرگ سمیت تمام اجنا اور روحوں نے انہیں اسلام قبول کرانے اور نکاح کرنے پر مبارکباد دی۔ خوشی کے ساتھ غم بھی لگا ہی رہتا ہے۔ دوسرے ہی دن ان کو ایک جن کے ذریعے تمہارے دادا کے انتقال کی خبر ملی تو وہ غم سے نڈھال ہو گئے۔ قبل اس کے کہ وہ اپنے والد کا آخری دیدار کرنے کو جاتے انہیں وہاں جانے سے منع کر دیا گیا۔

''ایک روز شلز اگ اپنے لشکر سمیت اس وادی میں پہنچ گیا لیکن تمہارے والد نے اسے وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا اور یہاں سے تمہارے والد کے اذیت ناک دن شروع ہو گئے۔ بڑے بڑے پنڈت پجاری تمہارے والد کے دشمن بن گئے۔ وہ ہر صورت میں درخشاں کی واپسی چاہتے تھے۔ پھر ایک روز ان کو اطلاع ملی کہ درخشاں کے ماتا پتا کو تلواگ کے آدمی اٹھا کر لے گئے ہیں۔ وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درخشاں کو اطلاع دینے جلدی جلدی گھر آئے تو دیکھا کہ وہ بڑے انہماک سے نماز پڑھنے میں مصروف تھی۔ وہ اسے بڑی محویت سے دیکھتے رہے دوسرے ہی لمحے درخشاں نے سلام پھیرا اور ان سے مخاطب ہوئی۔

''آپ اب تک کھڑے کیوں ہیں؟ آیئے بیٹھ جایئے۔'' جبکہ وہ اب تک اسی انداز میں کھڑی تھی۔

''درخشاں وہ.....؟''

''آپ پریشان نہ ہوں۔ میرے والدین کی حفاظت کرنے والا خدا ہے۔ اگر ان کی موت تلواگ کے ہاتھوں لکھی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں نہیں بچا سکتی اور اگر نہیں لکھی تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں نہیں مار سکتی ہے۔'' اس کے چہرے پر پریشانی کے کوئی آثار تک نہ تھے۔

''لیکن..... تمہیں یہ سب کچھ.....''

''میں آپ کی بیوی ہوں اور آپ کو پریشان نہیں دیکھ سکتی ہوں۔ اب میں مسلمان ہوں اور اللہ نے آپ کی طرح مجھ پر بھی اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اور ایک خوشخبری اور بھی لیجئے۔ بہت جلد اس دنیا میں آپ کا نام لینے والا آنے والا ہے.....'' درخشاں نے شرماتے ہوئے بتایا۔

تمہارے والد نے آگے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں لے لیا۔ دوسرے دن تمہارے والد مکمل تیاریوں کے ساتھ وادی سحر جا پہنچے اور وہاں پہنچتے ہی انہوں نے تلواگ کو للکارا تھا۔ تلواگ کی زندگی میں کبھی کسی نے اتنی دیدہ دلیری سے نہیں للکارا تھا۔ تمہارے والد اور تلواگ کے درمیان ایک جنگ چھڑ گئی جس میں نہ جانے کیسے کیسے حربے استعمال کئے گئے۔ آخر کار تمہارے والد نے تلواگ کو جہنم واصل کیا۔ لیکن ایک نمرود مرا تو دوسرا پیدا ہو گیا۔ اور وہ تھا تلواگ کا بھائی سارع۔ تلواگ کے مرتے ہی وہ وادی سحر کا حکمران بن گیا۔ پھر تمہارے والد اور سارع کے درمیان ٹھن گئی۔ لیکن جہاں تمہارے والد رہتے تھے وہاں سارع کا کوئی داؤ نہیں چلتا تھا۔ کیونکہ اس مکان کے گرد ایک حصار ہوا تھا اور وہاں جن اور روحیں پہرا دیتی تھیں۔ پھر ایک روز تم دنیا میں آ گئے۔ تمہارے والد اور والدہ اس قدر خوشیوں میں مگن ہو گئے کہ اپنے دشمنوں کو بھی فراموش کر بیٹھے۔ اور یہی ان کی سب سے بڑی

غلطی تھی۔ اس وقت تمہاری عمر کوئی سات یا آٹھ سال کی ہو گی کہ ایک روز تم ایک بلی کے بچے کے ساتھ کھیلتے ہوئے اپنے اس مکان سے باہر نکل گئے اور سارع کا ایک غلام جن تمہیں وہاں سے اٹھا کر لے گیا۔ سارع نے تمہیں قید خانے میں ڈلوا دیا اور وادی سحر کے گرد اپنا حصار اتنا مضبوط کر دیا کہ کوئی پرندہ بھی اس کی اجازت کے بغیر پر نہیں مار سکتا تھا۔ تمہیں جس کوٹھری میں رکھا گیا تھا ٹھیک اس زمین کے نیچے سانپوں کی بہتات تھی۔ اور وہ اکثر اوپر اس اندھیری کوٹھری میں آتے رہتے تھے۔ ایک روز ایک بہت بڑا ناگ اوپر کوٹھری میں نکل آیا اور دور بیٹھ کر تمہیں دیکھتا رہا۔ پھر نہ جانے کیوں اس کو تمہاری حالت پر رحم آ گیا مگر پھر اچانک تمہاری نظر اس ناگ پر پڑ گئی اور تم خوف سے چیخ پڑے اور وہ ناگ تیزی سے اپنی جگہ سے غائب ہو گیا۔ اس ناگ کی عمر پوری سو سال ہونے میں کچھ دن باقی تھے۔ چند دن گزرنے کے بعد تم نے ایک بار پھر اس ناگ کو دیکھا مگر قبل اس کے کہ تم چیختے وہ ناگ اچانک ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں تمہارے سامنے آ گیا۔ جب تم نے یہ منظر دیکھا تو خوف سے چیخنے کی کوشش کی مگر چیخ نہیں سکے۔ پھر وہ تم سے کہنے لگا۔

''ڈرو مت بیٹا! میں تمہارا دوست ہوں۔''

ابھی وہ نوجوان تمہیں تسلی دے ہی رہا تھا کہ اچانک ایک اور خوبصورت سا نوجوان کوٹھری میں ظاہر ہو گیا۔ اب دونوں نوجوان ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑے تھے۔ اچھا تو تم ایک ناگ ہو۔ نئے آنے والے نوجوان نے ناگ سے مخاطب ہو کر کہا۔ لیکن تم.....؟''

''میں ایک جن ہوں اور ان کے والد کا غلام ہوں۔''

''کیا ان کے والد نے آپ کو قید کیا ہوا ہے؟'' اس ناگ نے جن سے مخاطب ہو کر کہا۔

''نہیں ہم اپنی مرضی سے ان کے غلام ہیں اور صرف میں ہی نہیں میرے جیسے کئی جن رات دن ان کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔

''کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو.....؟''

''ہاں نوجوان اگر یقین نہ ہو تو چل کر دیکھ لو۔''

''ہاں میں ایسی ہستی سے ضرور ملنا چاہوں گا۔'' چلو پھر وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اور دوسرے ہاتھ سے اس جن نے ہاتھ پکڑ کر تمہیں آنکھیں بند کرنے کے لیے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسرے ہی لمحے ناگ نے اور تم نے دونوں نے جھٹکا محسوس کیا اور صرف ایک ڈیڑھ منٹ بعد تم دونوں اپنی رہائش گاہ پر تھے۔ تمہارے والد نے اس ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ مگر وہ ناگ تمہارے والد کی باتوں سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے وہاں سے جانے سے انکار کر دیا اور پھر تمہارے والد نے اسے تمہاری حفاظت کے لیے رکھ دیا۔ اب تم ڈرنے کے بجائے اکثر اس سے کھیلتے۔ کبھی وہ سانپ بن جاتا تھا کبھی وہ باز بن جاتا تھا۔ اور میں اکثر اس سے ایک خوبصورت سا کبوتر بننے کی فرمائش کیا کرتا تھا۔ اور وہ فوراً میری اس خواہش پر عمل کرتا اور مجھے خوش دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتا اور مجھے اکثر اپنے دوستوں، سانپوں کے پاس کھیلنے لے جایا کرتا تھا۔ میں اس کی بات درمیان سے کاٹ کر اس کو وہ باتیں بتانے لگا جو کہ مجھے یاد آتی جا رہی تھیں۔ وہ تیزی سے اٹھ کر میرے قریب آ گیا۔

''شہریار.....'' مگر میں پیچھے ہٹ گیا۔

''او بابا سوری شہریار.....'' اور میں آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا اور ہم دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ یہ خوشی کے آنسو تھے جو کہ ہم دونوں کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ جب یہ جذباتی لمحے گزرے۔ ہم دونوں کے آنسو تھمے تو وہ کہنے لگا۔ اب تو تمہیں سب یاد آ گیا نا۔ تب مجھے لگا کہ میرے ذہن سے پردہ اٹھتا جا رہا ہے۔ مجھے ایک ایک بات یاد آتی جا رہی تھی۔

جب وہ جن مجھے والد کے پاس چھوڑ کر چلا گیا تو میرے والد اور والدہ اب مجھے کسی قیمت پر اپنے آپ سے جدا کرنے کو تیار نہ تھے۔ ہر وقت میری حفاظت پر کوئی نہ کوئی مامور ہوتا۔ مجھے اپنے ماں باپ سے بے انتہا محبت تھی۔ میرے والد اس آبادی میں میاں صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ ایک دن والد نے مجھے اپنے حجرے میں بلایا اور میرے آگے ایک گلاس پانی کا رکھ دیا۔

''بیٹا! یہ پانی پی لو۔ اس میں ایسی تاثیر ہے کہ زندگی بھر کوئی جادو وغیرہ تم پر اثر نہیں کرے گا۔ لیکن اس وقت تک جب تک کہ اپنے نفس پر قابو رکھو گے اور شیطان کے کسی جال میں نہیں آؤ گے۔ تم ایک مسلمان باپ کے بیٹے ہو۔ مجھے امید ہے کہ میری باتیں تمہاری سمجھ میں آ گئی ہوں گی۔

میں نے پانی پی لیا اور اٹھ کر حجرے سے باہر نکل گیا۔ بچپن گزر گیا اور میں بھی اٹھارہ سال کا ایک نوجوان بن گیا۔ میری اور میرے دوست ناگ کی دوستی یونہی برقرار تھی۔ ایک دن میں اور میرا دوست ناگ جس کا نام وکرم تھا۔ ہم دونوں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ میری والدہ نے مجھے بلا بھیجا

میں حاضر ہو گیا۔

''آؤ بیٹا آؤ بیٹھو۔'' میں ان کے قریب جا کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔

''امی جان آپ نے مجھے بلوایا؟''

''ہاں بیٹا! تم سے ایک ضروری کام تھا.....'' انہوں نے پیار سے میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے

ہا۔

''امی جان آپ حکم کریں۔''

''اب تم ماشاءاللہ سے جوان ہو گئے ہو۔ لہذا اب جہاں ظلم ہوتے دیکھو، اسے مٹا دو۔

''امی جان، آپ کا حکم سر آنکھوں پر، لیکن میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا ہوں۔''

''بیٹا! یہاں سے چند کوس دور وادی سحر ہے وادی کا حکمران سارع ایک ظالم و جابر حکمران ہے اس کی وادی میں اپنے مذہب والے اس کے ظلم و ستم سے بہت تنگ ہیں۔ اس وادی میں ایک لمان گھرانا آباد ہے اب تک اس وادی میں ان لوگوں کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ لمان ہیں مگر کچھ دن پہلے کسی طرح سارع کو اس کی خبر ہو گئی۔ اور اس نے ان لوگوں پر ظلم کے پہاڑ ڑ دیئے ہیں۔ اور اب تمہیں اس مسلمان گھرانے کو سارع کے ظلم و ستم سے نجات دلانی ہے۔

''لیکن! امی جان میں وادی سحر میں پہنچوں گا کیسے؟''

اس سلسلے میں تم اپنے بابا سے مدد لو۔ اور یاد رکھو کل تمہیں اس سفر پر روانہ ہونا ہے۔'' میں ماں ے مل کر بابا کے حجرے میں جا پہنچا اور امی جان کی تمام باتیں بتانے کے بعد ان سے مدد کی خواست کی۔ پہلے تو چند لمحے وہ سوچتے رہے پھر ایک تعویذ میرے بازو پر باندھ دیا اور کہنے لگے۔ ل اپنے سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ خدا تمہارا نگہبان ہو۔ میں انہیں سلام کرتا ہوا باہر نکل آیا تو سب ے پہلے میرا ٹکراؤ وکرم سے ہوا۔ میں نے اس کو ساری بات بتائی۔ تو وہ بھی میرے ساتھ جانے کے ئے تیار ہو گیا۔ ہم دو دن کا سفر طے کر کے وادی سحر آ پہنچے۔ ہم نے جیسے ہی وادی سحر میں قدم رکھا ہر ف سرخ و سفید آندھیاں سی چلنے لگیں اور ہر قدم پر میرا ٹکراؤ عجیب و غریب قسم کی مخلوق سے ہونے ا کئی ایک تو مجھے چھوتے ہی چیختی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئیں۔ میں بھی ہمت اور حوصلے سے چلتا ہوا ارع کے محل کے قریب جا پہنچا۔ وکرم ناگ بنا میرے گلے میں جھول رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''سارع باہر نکل دیکھ تیری موت تیرے سر پر آ گئی ہے۔'' میں نے آواز لگائی۔ اور وہ اس سے باہر نکل آیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ یوں قہقہے لگانے لگا جیسے اس کے سامنے کوئی نادان بچہ کھڑا ہو۔

''تو سارع سے جنگ کرنے آیا ہے.....؟'' تو نہیں جانتا سارع کس چیز کا نام ہے اور وہ باپ کون سے سوراخ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس کو جا کر کہہ کہ سارع بچوں کے منہ نہیں لگتا ہے تو خود آ اور پھر سارع کی طاقت دیکھ۔''

''سارع تجھے اپنی طاقت پر اتنا ہی گھمنڈ ہے تو پہلے اس بچے سے دو دو ہاتھ کر کے دیکھ۔''

''وہ بڑے آرام سے چلتا ہوا میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔''

''لگتا ہے تیرے باپ کو سبق سکھانے کے لیے تیرا تھوڑا سا لہو بہانا پڑے گا۔'' اس کے ساتھ اس کا زوردار تھپڑ میرے منہ پر پڑا۔ میں کئی قدم دور جا گرا۔ لیکن گرتے ہی فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اب کی بار میرا تھپڑ سارع کے منہ پر پڑا اور ساری وادی والوں نے دیکھا ایک اٹھارہ سالہ کے ہاتھ میں کتنی طاقت تھی۔ سارع میرا تھپڑ کھاتے ہی کئی فٹ دور جا گرا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹتی چلی گئیں۔ اسے شاید اب تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ تھپڑ میں نے مارا ہے۔

''اے وادی کے لوگو! گواہ رہنا اور دیکھنا میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔'' میں نے آواز لگائی۔ دوران سارع پھر میری طرف بڑھا لیکن قبل اس کہ وہ مجھ تک پہنچتا ایک اور زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر پڑا۔ میں نے اور ساری وادی نے پلٹ کر دیکھا سامنے ہی میرے والد کھڑے تھے۔

''سارع تیرے لیے میرا یہ بیٹا ہی کافی تھا مگر تو نے مجھے چھپنے کا طعنہ دیا تو مجبوراً مجھے اپنے سے نکل کر آنا پڑا۔ اس کے بعد میرے والد اور سارع کے درمیان ایک ناقابل فراموش جنگ اور پھر نہ جانے کس طرح سے وہ سارع وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ ساری میرے والد کے آگے جھک گئی مگر انہوں نے سب کو ڈانٹ دیا۔ اور پھر ان سے کہنے لگے۔ اگر ہے تو اس ذات باری تعالیٰ کے آگے جھکو جس کے آگے ساری کائنات جھکتی ہے پھر کافی دیر تک کو سچی باتوں اور راہ حق پر چلنے کا سبق دیتے رہے۔ پھر آخر میں ان لوگوں سے کہنے لگے کہ اے کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جو کہ انصاف پسند ہو اور تم لوگوں کے لیے مخلص ہو اسے یہاں کا حکم دو تا کہ تم لوگ امن اور سکون سے رہ سکو۔'' یہ کہہ کر میرے والد جانے لگے مگر ان میں سے چند

نے میرے والد کو روک لیا اور ان سے التجا کرنے لگے کہ ہمیں آپ جیسے کسی انصاف پسند حکمران کی ضرورت ہے اور ہم سب یہ ہی چاہتے ہیں کہ آپ یہاں پر ہی رہیے اور ملک کے حکمران بنئے اور پھر انہیں مجبوراً یہ بات ماننی پڑی۔ میرے والد وادی سحر کے ایک انصاف پسند حکمران بن گئے۔ وادی سحر کے لوگ بھی بہت خوش تھے۔ دو سال یوں پلک جھپکتے گزر گئے کہ پتہ ہی نہ چلا۔ ایک روز اچانک سارع وادی سحر میں دوبارہ آ گیا لیکن اس بار وہ اکیلا نہ تھا۔ اس کے ساتھ دو بہت بڑے پنڈت تھے ان دونوں کی ہیبت اس قدر تھی کہ اگر انسان انہیں دن میں بھی ایک بار دیکھ لے تو رات کو اسے نیند نہ آئے۔ سب سے پہلے میری نظر اس پر پڑی تھی۔

''سارع رک جا..... ورنہ پہلے سے بھی زیادہ عبرت ناک انجام ہو گا تیرا؟'' میں اس کے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔

''جا..... جا کے اپنے باپ سے کہہ دے کہ اس وادی کا اصل حکمران واپس آ گیا ہے اور اپنے ساتھ اس کی موت بھی لایا ہے۔'' اس نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔ اپنے والد کے متعلق اس کی بے ہودہ بکواس سن کر میں آپے سے باہر ہو گیا۔ اور تیزی سے اس کی طرف بڑھا لیکن اس سے پہلے ہی اس کے ساتھ موجود پنڈت نے اپنا ہاتھ بڑھا کر مجھے گردن سے پکڑ لیا اور کئی فٹ زمین سے اوپر اٹھا لیا۔ میں نے اس کی گرفت سے نکلنے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر مجھے کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ میرے دوست وکرم نے اس سے مجھے بچانے کے لیے تیزی سے اس کے ہاتھ پر ڈس لیا۔ مگر وہ مردود نہ جانے کس مٹی کا بنا ہوا تھا کہ اس نے ہاتھ بڑھا کر وکرم کو بھی پکڑ لیا اور وہ تینوں ہم دونوں کو لیے تیزی کے ساتھ وادی سحر سے باہر نکل آئے۔ وہاں لا کر مجھے انہوں نے ایک بہت بڑے مندر کے تہہ خانے میں بند کر دیا۔ نہ جانے کتنے دن ایسے ہی گزر گئے۔ مجھے باہر کے حالات کا کوئی علم نہ تھا۔ پھر ایک روز مجھے زنجیروں میں باندھ کر ان کی کالی ماتا کے سامنے لے جایا گیا۔ پھر مجھے وہاں لٹا کر وہ تینوں عجیب و غریب قسم کے چلے کاٹنے لگے۔ آہستہ آہستہ مجھے یوں لگنے لگا جیسے کہ میرے جسم سے روح نکلتی جا رہی ہو۔ میرا دماغ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھوتا جا رہا ہو۔ پھر انہوں نے مجھے زنجیروں سے آزاد کر دیا اور مجھے لئے ایک بڑے قبرستان میں آ گئے۔ اور مجھے ایک قبر میں لٹا دیا گیا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر ان میں سے ایک پنڈت کہنے لگا۔ ''سمارع اب یہ سالوں تک اس قبر میں قید رہے گا
تمہیں ہر سال اپنے جسم کے کسی نہ کسی حصے کا خون اس قبر کو دینا ہوگا اور جس سال تم یہ بھول
سال تمہاری زندگی کا آخری سال ہوگا کیونکہ یہ آزاد ہوتے ہی تمہارے لیے موت کا پیغام بن
گا۔ اس کے بعد میری قبر پر مٹی ڈال کر بند کر دیا گیا اور چند لمحوں بعد ہی میرا دماغ تاریکیو
ڈوب گیا۔

مگر جب دوبارہ ہوش کی دنیا میں آیا تو اپنی یادداشت کھو بیٹھا تھا۔ اور اب تک یہی سمجھتا
میں ''قبر کا بیٹا'' ہوں اور مجھے اسی قبر نے جنم دیا ہے۔ اب ساری حقیقت ایک شفاف آئینے کی
سے میرے سامنے آ گئی تھی۔

''کن سوچوں میں گم ہو گئے ہو......؟''

''نہیں کچھ نہیں دراصل میں اپنے ماں باپ کے بارے میں سوچ رہا تھا پتہ نہیں وہ زندہ بھ
یا کہ......'' میری آواز بھرا گئی۔

''خدا کرے کہ وہ زندہ ہوں......'' وکرم نے خلوص دل سے کہا۔

''وکرم یہ کون سی جگہ ہے اور یہاں سے وادی سحر کتنی دور ہے......؟'' یہ وہی جگہ ہے
تمہارے والد نے پہلی بار رہائش اختیار کی تھی۔''

''وکرم تمہیں میرے والد کے بچپن کے متعلق اتنی باتیں کہاں سے پتہ چلی تھیں۔'' میں دما
گھومتا ہوا سوال لبوں پر لے آیا۔

''ایک روز خود تمہارے والد نے مجھے ساری باتیں بتائی تھیں۔'' میں اس کا جواب سن کر
ہو گیا۔

''مجھے اتنا مارنے والا اور وہاں سے یہاں تک اٹھا کر لانے والا کون تھا؟'' تم اس کے با
میں کچھ جانتے ہو؟''

''میری یہ بات سن کر اس کے چہرے پر بڑی پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی...... اور میں ہونقو
طرح اسے دیکھنے لگا اور میرے یوں دیکھنے پر اس کے چہرے پر موجود مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

''وہ دھرم ناتھ کا ایک غلام جن تھا جو کہ تمہارے ہاتھوں مارا گیا۔ دراصل میں خود بھی دیکھنا

تھا کہ تم میں اب بھی بہادری ہے یا نہیں ہے اس وجہ سے میں نے تمہارے اور دھرم ناتھ کے درمیان
دخل اندازی نہیں کی اور یہ جان کر خوشی ہوئی کہ تم اب بھی ایک بہادر انسان ہو۔

''اچھا تو میں نے جتنی بار بھی پھنکار سنی تھی وہ تم تھے؟'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہاں! تم نے دھرم ناتھ کو بہت ہی بے رحمانہ انداز میں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔''

''وکرم میرے ماں باپ زندہ ہیں یا نہیں اور کس حال میں ہیں......؟'' میں جلد سے جلد ان کو
تلاش کرنا چاہتا ہوں۔

''شیری! اس کے بارے میں تو وہ پنڈت یا سمارع ہی بتا سکتا ہے۔''

''تو پھر مجھے بتاؤ کہ ہم کس طرح سے وادی سحر تک پہنچیں گے؟''

''شیری! وادی سحر اب پہلے والی وادی نہیں رہی بلکہ اب تو وہاں بہت سی تبدیلیاں واقع ہو گئی
ہیں۔ اور اس وادی سحر میں داخل ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہو چکا ہے۔''

''نہیں دوست اس دنیا میں کوئی بھی کام ناممکن نہیں ہے بس ذرا ہمت اور حوصلے کی ضرورت
ہوتی ہے۔''

''وادی سحر یہاں سے کئی کوس دور ہے اور وادی سحر سے پہلے ایک جنگل آتا ہے جو خونی جنگل
کے نام سے مشہور ہے اور وہاں کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ اس جنگل میں چوبیس گھنٹے پیڑ
پھول اور پتوں سے خون ٹپکتا رہتا ہے اور اس جنگل میں جانے والوں میں سے صرف ایک شخص صحیح
سلامت باہر نکل سکا ہے مگر وہ بھی چند دنوں بعد دماغ کی رگیں پھٹنے سے مر گیا تھا۔'' ابھی ہم یہ باتیں
کر ہی رہے تھے کہ پورا محل لرزنے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کہ ابھی یہ محل زمین بوس ہو جائے گا۔ پھر
اچانک مجھے میرے سر پر کوئی شے گرتی ہوئی محسوس ہوئی اور میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔
آخری منظر جو میری آنکھوں نے دیکھا تھا وہ میں نے وکرم کو ایک دم انسان سے ناگ بنتے دیکھا تھا
اس کے بعد میرا ذہن مکمل تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ جب دوبارہ ہوش آیا تو میں کسی عمارت کے تہہ
خانے میں زمین پر زنجیروں سے بندھا ہوا پڑا تھا۔ میں اپنے ہاتھ پیر کو حرکت بھی نہیں دے سکتا تھا۔
میں نے دائیں بائیں کا جائزہ لینے کی کوشش کی مگر سوائے تاریکی کے کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ میرے
چاروں طرف ہولناک تاریکی ہی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کہ کسی نے مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زنجیروں میں باندھ کر ایک بار پھر کسی اندھیری قبر میں ڈال دیا ہو۔ اچانک ہی مجھے دور سے کسی کے قدموں کی آواز آنے لگی۔ میرے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا اور میں بڑی بے چینی سے آنے والے لمحات کا انتظار کرنے لگا۔ چند لمحے بعد ہی میں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور ساتھ میں دو انسانی ہیولوں کو دروازے سے اندر داخل ہوتے دیکھا۔ مجھے ان کے صرف سائے سے نظر آ رہے تھے۔ پھر اچانک ہی پوری جگہ تیز روشنی میں نہا گئی۔ اور پھر جو منظر میں نے دیکھا اس نے میرے ذہن میں آندھیاں سی چلا کر رکھ دیں۔ میرے سامنے وہی دونوں پنڈت کھڑے تھے جن دونوں کی وجہ سے میں نو سال تک قبر کا قیدی بنا رہا۔ اور آج انہیں اپنے سامنے دیکھ کر میرا خون کھول اٹھا۔

''آخر تم ہماری قید سے آزاد ہو ہی گئے تھے؟ مگر دیکھ لو ہم نے دوبارہ پکڑ لیا اور اب کی بار تمہیں قید نہیں کیا جائے گا، بلکہ اب تمہیں سارع کے راستے سے ہمیشہ کے لیے صاف کر دیا جائے گا۔''

''اوم پرکاش۔'' میں اب تمہاری موت بن کر آیا ہوں۔ تمہاری یہ زنجیریں مجھے زیادہ دیر قید نہیں رکھ سکتی ہیں۔'' میں کسی بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح سے غرایا۔

''رسی جل گئی مگر بل نہیں گئے۔ تجھے اب بھی خوش فہمی ہے کہ تو اس قید سے آزاد ہو جائے گا۔'' ادم پرکاش نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

''اوم پرکاش تو کیا تیرے جیسے دس اوم پرکاش بھی میرا کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔'' میں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''بنتی لال! اسے اٹھا کر لے چلو۔'' اس نے اپنے ساتھ آنے والے دوسرے پنڈت کو مخاطب کیا جو کہ اب تک صرف خاموشی سے ہماری باتیں سن رہا تھا۔ پھر دونوں نے آگے بڑھ کر مجھے اٹھایا اور اس کمرے سے باہر نکل آئے۔ وہاں سے نکال کر وہ لوگ مجھے ایک ایسے کمرے میں لے گئے جہاں پر ایک بہت بڑا شیطانی مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ مجھے انہوں نے لے جا کر اس شیطانی مجسمے کے قدموں میں ڈال دیا اور وہ دونوں خود مجھ سے کئی قدم دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح سے ان زنجیروں سے آزاد ہو جاؤں لیکن میری یہ کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ پھر اچانک سناٹے میں اوم پرکاش کی آواز گونجی۔

''اے ابلیس اعظم ہم تیری خواہش کے مطابق ایک انسان کی بھینٹ دے رہے ہیں تو اسے

سویکار کر اور ہمیں ہمیشہ زندہ رہنے کی شکتی دان کر دے۔'' میں حیرت سے اوم پرکاش کی بات سن رہا تھا۔ پھر بنتی لال نے اپنی جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکالا اور میرے قریب آنے لگا۔ مجھے اپنی موت اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی۔ بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی اور بنتی لال ہر لمحہ مجھ سے قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ میرے نزدیک پہنچتا ایک تیز چیخ وہاں پر گونجی اور اس کے ساتھ ہی وہ دھڑام سے فرش پر گر گیا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھنے کی کوشش کرتا سانپ کی تیز پھنکار نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا۔ چند لمحوں بعد ہی بنتی لال کا جسم نیلا پڑ گیا۔ اور اوم پرکاش پاگلوں کے سے انداز میں چیخا۔

''کچھ بھی ہو جائے آج تمہاری بلی ضرور چڑھاؤں گا۔'' اور تیزی سے وہ خنجر زمین سے اٹھا کر میری طرف بڑھنے لگا۔ میرے بالکل قریب پہنچ کر اس نے وہ خنجر میرے گلے میں موجود ڈوری پر رکھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ چیختا ہوا کئی فٹ دور جا گرا۔ اور گرتے ہی مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے کہ میں کوئی عجوبہ ہوں۔ وہ ایک بار پھر اٹھ کر تیزی سے میری طرف آیا۔ اس بار اس نے مجھے چھونے کی کوشش نہیں کی بلکہ میرے قریب کھڑے ہو کر کتنی دیر تک تو نہ جانے کیا اناپ شناپ جاپ کرتا رہا۔ پھر جے کالی کا نعرہ مار کر خنجر کو دونوں ہاتھوں سے بلند کر کے میرے سینے میں اتارنے کی کوشش کی تو میں نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن جب چند لمحے گزر جانے کے باوجود خنجر میرے سینے تک نہ پہنچا تو میں نے حیران ہوتے ہوئے آنکھیں کھول دیں پھر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

میں نے دیکھا کہ اوم پرکاش کے گلے میں مضبوطی سے ایک زنجیر پڑی ہے۔ اس کی آنکھیں ابل گئی ہیں زبان بھی منہ سے باہر کو آ گئی ہے اور اس کے پیچھے میرا دوست وکرم (ناگ) زنجیر کا ایک سرا پکڑے کھڑا ہے۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر مجھے ان زنجیروں سے آزادی دلائی تو میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وکرم نے ایک بار پھر اس کی گردن پر دباؤ بڑھانا شروع کر دیا۔

''نہیں وکرم..... اسے مرنا نہیں چاہیے۔ اس سے ابھی بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔'' میں نے چیختے ہوئے وکرم سے کہا۔

وکرم نے اس کو میری طرف دھکیل دیا اور میں نے اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر سنبھال لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اوم پرکاش! میں نے تم سے کہا تھا نا کہ اس بار میں تمہاری موت بن کر آیا ہوں اور دیکھ لو تمہاری موت میرے ہاتھوں ہی میں لکھی ہے۔ میں نے اس کے گلے میں موجود زنجیر کو جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ تو وہ کسی کتے کی طرح کھنچتا ہوا میرے پاس آیا مگر دوسرے ہی لمحے میری زوردار لات اس کے منہ پر پڑی تو وکرم کے قدموں میں جا گرا کافی دیر تک وہ ہم دونوں کے درمیان فٹ بال بنا رہا۔ پھر ہم دونوں مل کر اسے ایک کمرے میں لے گئے اور اسی زنجیر کے ذریعے الٹا لٹکا دیا۔ مگر حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اب تک اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی تھی۔

''اوم پرکاش۔ اب بتاؤ میرے ماں باپ کہاں ہیں؟'' میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس کی اس مسکراہٹ نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی۔

''بتاؤ..... بتاؤ.....'' میرے ہاتھ مشینی انداز میں حرکت میں آ گئے۔

''تم نہیں بتاؤ گے؟''

''وکرم..... جاؤ باہر سے بنتی لال والا خنجر اٹھا کر لے آؤ۔ میرے اس جملے کے ساتھ ہی میں نے پہلی بار اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے منڈلاتے دیکھے لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے خود پر قابو پا لیا۔ اگلے لمحے وکرم باہر سے خنجر لے آیا تھا۔

''اب تم سب کچھ بتاؤ گے۔ میں خنجر لے کر تیزی سے اوم پرکاش کی طرف بڑھا اور اس کے قریب پہنچتے ہی میں نے اپنی انگلیوں سے اس کے دائیں کان کی لو کو پکڑا اور اگلے لمحے اس کا دایاں کان میرے ہاتھوں میں تھا۔

''بتاؤ اوم پرکاش.....'' میں نے دوسرے ہاتھ سے دوسرے کان کی لو ہاتھوں میں پکڑی اور وہ بھی کاٹ دی۔ اس کا جسم یوں تڑپنے لگا جیسے کہ اس پر مرگی کا دورہ پڑ گیا ہو۔ اور میرے مزید کچھ پوچھنے سے پہلے وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ مگر میرا جنون ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ میں نے وہ خنجر بڑی بے دردی سے اس کی دائیں پسلی میں اتار دیا اور وہ ایک بار پھر چیختا ہوا ہوش میں آ گیا۔

''تت..... تت..... تم..... تمہیں..... تمہارے خدا کا واسطہ مجھ پر رحم کرو.....'' وہ بری طرح گڑگڑانے لگا۔

''تو نے مجھ پر یا میرے ماں باپ پر رحم کیا تھا؟''

''میں تمہیں تمہارے ماں باپ کے بارے میں بتاتا ہوں۔'' اس کی زبان کسی ریکارڈ کیے ہوئے ٹیپ ریکارڈ کی طرح سے چل پڑی۔ تمہارے ماں باپ کو سارع نے تابوتوں میں بند کر کے خونی جنگل کے ایک حصے میں دفن کیا ہوا ہے۔ مگر میں تمہیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے ماں باپ زندہ ہیں۔ لیکن وہاں کی ہر چیز پر سارع کی حکومت ہے۔ وہاں پر موجود پودے تک سارع کے حکم کے غلام ہیں۔ سارع کی اجازت کے بغیر انسان کا داخل ہونا ناممکن ہے۔

''میرے ماں باپ کی رہائی کی کیا صورت ہے؟''

''اگر تم ان دونوں میں سے کسی ایک تک پہنچ کر اس کو قابو کر لو تب تمہارے ماتا پتا کی رہائی ممکن ہے۔''

''دونوں کون؟ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہاں آج کل وہاں ایک اور پجاری بھی موجود ہے جس نے وہاں پر ایک لڑکی کو قید کیا ہوا ہے.....'' اور وہ سارع کے بچپن کا دوست راجہ ارجن منگو ہے۔''

''راجہ ارجن سنگھ اور لڑکی کا نام سن کر مجھے بے اختیار غزالہ یاد آ گئی۔''

''کیا تم اس لڑکی کے بارے میں کچھ جانتے ہو.....؟''

''صرف اتنا کہ راجہ ارجن سنگھ نے اسے کچھ عرصہ پہلے قید کیا ہے۔''

''یہاں سے خونی جنگل تک پہنچنے کا راستہ کیا ہے.....؟'' میں نے تیز دھار خنجر اس کے چہرے پر پھیرتے ہوئے پوچھا۔

''میں تمہیں خونی جنگل کے قریب ترین پہنچا سکتا ہوں۔ لیکن.....''

''لیکن کیا.....''

''کیا وہاں پہنچنے کے بعد تم مجھے چھوڑ دو گے.....؟''

''یہ ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ اگر تم نے صحیح طور پر تعاون کیا تو ہو سکتا ہے کہ ہم تمہیں زندہ چھوڑ دیں اور دوسری صورت میں تم خود سمجھ دار ہو۔''

''میں بھگوان کی سوگند کھاتا ہوں کہ تم سے کوئی دھوکہ نہیں کروں گا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''چلو میں نے آگے بڑھ کر اس کے پیر کھولے اور اسے نیچے اتارا۔ چلو اپنا حلیہ درست کر
ہمیں آج ہی سفر پر روانہ ہونا ہے۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد ہم لوگ خونی جنگل کی طرف روانہ
گئے۔ خونی جنگل تک پہنچنے تک ہم پر کیا کیا بیتی اگر یہ لکھنے بیٹھ گیا تو شاید میری داستان بہت طول
جائے گی۔ بہرحال ہم تین دن کی جان توڑ مسافت کے بعد خونی جنگل کے بالکل قریب پہنچ گئے۔
ایک جگہ اوم پرکاش رک گیا۔

''بس اس سے آگے میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔''

''تم ہمارے ساتھ ہی جاؤ گے۔'' میں نے غراتے ہوئے کہا۔

''لیکن.....''

''لیکن ویکن کچھ نہیں.....'' میں نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔

اور ایک بات سن لو کہ تم ہم دونوں سے آگے چلو گے۔ اوم پرکاش کا چہرہ خوف سے زرد
تھا۔ اگر اس کو ذرا بھی موقعہ مل جاتا تو وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا۔

میں نے آیۃ الکرسی کا ورد کیا اور خدا کا نام لے کر خونی جنگل میں قدم رکھ دیا۔ ہمارے جنگل
قدم رکھتے ہی تیز آندھیاں سی چل پڑیں وہاں پر موجود دھول اتنی شدت سے ہماری آنکھوں میں
کر آنے لگی کہ ہمیں مجبوراً اپنی آنکھیں بند کرنی پڑیں۔ مگر مئی کے گرم گرم تھپیڑے ہمارے چہروں
لگنے لگے۔ مجھے یوں لگ رہا تھا کہ اگر چند لمحے مزید کھڑے رہے تو ہمارے جسموں میں آگ
جائے گی۔ پھر اچانک سب کچھ تھم گیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اور ہمارا سفر ایک بار پھر خونی جنگل
اندر شروع ہو گیا۔

''اوم پرکاش! اب یہاں سے تم ہمیں وہ راستہ بتاؤ گے جہاں پر میرے ماں باپ تابوت
دفن ہیں۔'' پھر اوم پرکاش ہمیں راستہ بتانے لگا۔ مگر کافی دیر گزر جانے کے باوجود بھی جنگل میں
بھٹکتے رہے۔

''اوم پرکاش کہیں تم ہم سے دھوکہ تو نہیں کر رہے؟'' لیکن قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب
اچانک ہی نہ جانے کہاں کہاں سے عجیب عجیب سی بلائیں نکلنے لگیں۔ اور ان بلاؤں کے ہاتھ منہ
پیروں سے تازہ تازہ سرخ خون ٹپک رہا تھا۔ اب جو میں نے دائیں بائیں نظریں دوڑائیں تو وہا

پر موجود پھول پودے پیڑ سرخ تھے اور ان سے خون بہہ رہا تھا لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ وہ خون
زمین پر گرتے ہی پراسرار طور پر غائب ہو جاتا۔ ان بلاؤں نے چاروں طرف سے ہم لوگوں کو گھیر لیا
اور تیزی سے ہماری طرف بڑھنے لگیں۔ ان بلاؤں کی کریہہ چیخیں پورے جنگل میں گونج رہی تھیں۔
پھر سب سے پہلے اوم پرکاش ہی ان لوگوں کے ہاتھوں میں آیا۔ جیسے ہی اوم پرکاش ان لوگوں کے
ہاتھوں میں آیا صرف ایک منٹ کے اندر اندر انہوں نے اسے جگہ جگہ سے نوچ کھسوٹ کر رکھ دیا۔
چند لمحوں بعد ہی اوم پرکاش کا ہڈیوں کا پنجر زمین پر پڑا تھا۔ مجھے اپنا حشر بھی اوم پرکاش جیسا ہوتا نظر آ
رہا تھا۔ میں نے پلٹ کر وکرم کو دیکھا تو میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ وہ بھی نہ جانے
کہاں غائب ہو گیا تھا۔ میں نے بھی بھاگنے کے ارادے سے ایک طرف قدم بڑھائے اور ان
بلاؤں کو دھکا دیتا ہوا ایک طرف بھاگنے کی کوشش کی مگر دوسرے ہی لمحے ایسے جھماکے ہونے لگے جیسے
کہ بجلی چمکنے لگی ہو اور ساتھ ہی ان بلاؤں کی لرزہ خیز اور بھیانک چیخیں گونجنے لگیں۔

دراصل جس بلا نے مجھے گردن سے پکڑنے کی کوشش کی تھی اس کا ہاتھ سیدھا میری گردن پر
موجود اس دھاگے پر پڑا تھا جس کو بزرگ نے بطور تحفہ مجھے دیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ بلا سیال مادے
کی صورت میں بہہ گئی مگر وہ مادہ بھی اگلے لمحے غائب ہو گیا۔ باقی تمام بلائیں بھی غائب ہو گئی تھیں۔
پورا جنگل ویران پڑا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس سمت جاؤں۔ اب آہستہ آہستہ پورا جنگل
تاریکی میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ میں اندھیرے میں بھی ٹٹول ٹٹول کر قدم بڑھا رہا تھا۔ اچانک ہی مجھے کسی
چیز کی ٹھوکر لگی اور میں منہ کے بل زمین پر آ گرا۔ اس سے قبل کہ میں زمین سے اٹھتا میں نے اچانک
کسی چیز کو اپنے جسم پر محسوس کیا میں نے تیزی سے کروٹ بدلی مگر مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی جانور یا
کوئی زہریلا سانپ میرے جسم کے گرد بل کس رہا ہے۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اندازہ کرنے کی کوشش
کی تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ کسی آدم خور درخت کی ٹہنیاں تھیں۔ جو کہ تیزی سے میرے جسم کے گرد بل
ڈالنے میں مصروف تھیں۔ اب ان کی سختی مجھے میری ہڈیوں میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔ آہستہ آہستہ
میرے پورے جسم پر ان ٹہنیوں کا جال بن گیا تھا۔

ان کی سختی آہستہ آہستہ میری برداشت سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک ہی اس آدم خور درخت
نے اپنے بل کھولنا شروع کر دیئے اور میں کروٹنگ کرنے کے انداز میں کئی فٹ دور تک نکل گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک تو تاریکی اتنی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا اور اب کسی چیز کا سہارا لیتے ہوئے اب مجھے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ میں ایک بار پھر ہمت کر کے اٹھا اور آگے بڑھنے لگا۔ لیکن قبل اس کے کہ میں مزید آگے بڑھتا میں نے دور سے ایک آگ کے گولے کو اپنی طرف آتے دیکھا وہ صرف پلک جھپکنے کی دیر میں مجھ تک پہنچ گیا اگر مجھے اپنے آپ کو جھکائی دینے میں ذرا بھی دیر ہو جاتی تو یقیناً اب تک میں راکھ کا ڈھیر بن چکا ہوتا۔ میں نے جیسے ہی جھکائی دی وہ آگ کا گولہ زن کی تیز آواز کے ساتھ میرے سر پر سے گزر گیا۔ لیکن جتنی تیزی سے گیا اتنی ہی تیزی سے پلٹ گیا۔ میں نے اس بار بھی اپنے آپ کو بڑی مشکل سے بچایا۔ مگر دوسرے ہی لمحے مجھے میری کمر دھکتی ہوئی محسوس ہوئی اور میں زمین سے کئی فٹ اوپر اچھلا اور ایک طرف جا گرا دراصل زمین سے بھی اسی طرح کا آگ کا گولہ میری کمر پر پڑا تھا۔ میرا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ جب دوبارہ میری آنکھ کھلی تو چند لمحے تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر پچھلا سارا منظر کسی فلم کی طرح سے میری ذہنی اسکرین پر چلنے لگا۔ میں نے اپنے اطراف کا جائزہ لیا تو یہ جان کر حیرت ہوئی کہ میں ایک لکڑی کے تابوت میں چت لیٹا ہوا تھا۔ اور میرے ہاتھ پیر رسیوں کی مدد سے باندھ دیئے گئے تھے۔ تابوت کا ڈھکن اوپر سے غائب تھا۔ میں کہاں آ گیا ہوں؟ میں نے اپنے آپ سے سوال کیا۔''

''سارع کی قید میں آ گئے ہو.....'' سارع کی مانوس آواز نے میری کنپٹیاں سلگا کر رکھ دیں۔

''سارع.....'' میں حلق کے بل چیخا۔ میری چیخ کے جواب میں سارع کا جاندار قہقہہ گونجا۔

''تجھے بہت شوق ہے نا اپنے ماتا پتا سے ملنے کا..... آج تجھے تیرے ماتا پتا سے ملا دیتے ہیں۔''

سارع کی آواز زہر بن کر میرے کانوں میں اتر رہی تھی۔

''سارع! یہ بزدلوں کی طرح مجھے باندھ کر اور خود چھپ کر مجھے نہ ڈرا بلکہ مردوں کی طرح سامنے آ کر مقابلہ کر.....'' میں نے اسے غصہ دلانے کی کوشش کی مگر میری یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

پھر اچانک میں نے قدموں کی آواز سنی اور خاموشی سے آنے والوں کا انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی میرے دو دشمن سارع اور ارجن سنگھ میرے سامنے موجود تھے۔ اس سے پہلے میرے اور میرے دشمنوں کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی پورے کمرے میں ملگجا سا دھواں پھیلنا شروع ہو گیا۔ دھواں اس قدر تیزی سے کمرے میں بھرتا جا رہا تھا کہ اب مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی

سارع اور ارجن سنگھ نظر آ رہے تھے۔ پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا جیسے کہ کسی نے مجھے رسیوں سے آزاد کر دیا ہے۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی مگر مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں، میں تابوت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میرے تابوت سے کھڑے ہوتے ہی دھواں آہستہ آہستہ چھٹنے لگا۔ اور جیسے ہی میری نظر راجہ ارجن سنگھ اور سارع پر پڑی۔ میں نے دیوانہ وار دونوں پر چھلانگ لگا دی۔ میں اس قدر تیزی سے ان دونوں سے ٹکرایا تھا کہ ایک لمحے کے لیے تو وہ بوکھلا گئے اور مجھے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ اور ان کی یہ حیرت ان کے لیے مصیبت کا پیغام بن گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر راجہ ارجن سنگھ کو گردن سے دبوچ لیا۔ راجہ ارجن سنگھ بری طرح سے میرے ہاتھوں کی گرفت میں پھڑ پھڑانے لگا۔ اچانک ہی سارع نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میں بھی غافل نہیں تھا۔ میں نے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے ایک زوردار لات سارع کی کمر پر رسید کی اور وہ کئی فٹ دور جا گرا۔ مگر کمال ہمت سے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔ اور اناپ شناپ منتر پڑھنے لگا۔ پھر اس نے زمین سے مٹی اٹھا کر میری طرف اچھال دی۔ اس مٹی نے مجھ تک پہنچتے پہنچتے ایک زہریلے ناگ کی شکل اختیار کر لی لیکن میرے جسم تک پہنچنے سے پہلے نہ جانے کہاں سے ایک باز نکل آیا اور اس ناگ کو اپنے پنجوں میں دبا کر دور لے گیا۔ سارع نے جب اپنا یہ وار ناکام ہوتے دیکھا تو دوسرا وار کیا۔ اچانک میرے چاروں طرف آگ بھڑک اٹھی۔ اور میں اور راجہ ارجن سنگھ دونوں اس آگ کے دائرے میں قید ہو گئے تھے۔ میں راجہ ارجن سنگھ کو گھسیٹتا ہوا تیزی سے آگ کے دائرے سے باہر نکلنے لگا۔ میرا دایاں ہاتھ جیسے ہی آگ کے شعلوں سے ٹکرایا، آگ یک لخت غائب ہو گئی۔

''سارع دیکھا ایک مسلمان کی طاقت کو دیکھ لے تجھ جیسے بیس کافروں پر یہ ایک شیر جیسا مسلمان بھاری پڑ گیا۔ اگر تیری کوئی اور حسرت ابھی ہے تو نکال لے۔

''شہریار احمد! ابھی تو نے سارع کی طاقت دیکھی ہی کہاں ہے؟''

''سارع.....'' میں حلق کے بل چیخا لیکن دوسرے ہی لمحے سارع کے گرد گرد کا غار پھیلتا چلا گیا اور جب چھٹا تو سارع غائب ہو چکا تھا۔ ارجن سنگھ میرے مضبوط ہاتھوں کی گرفت سے شاید بے ہوش ہو گیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی نبض ٹٹولی تو وہ زندہ تھا۔ میں نے رسی کی مدد سے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ہاتھ پیروں کو باندھ کر اسے اس ہی تابوت میں لٹا دیا جس میں آدھے گھنٹے پہلے میں قید تھا۔ میں آگے بڑھ کر تابوت میں لگی کوئی کیل تلاش کرنے لگا۔ چند منٹ کی تلاش کے بعد ہی ایک کیل تابوت سے برآمد کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے دائیں ہاتھ میں کیل تھام کر بائیں ہاتھ سے اس کا جبڑا بھینچا اور اس کی زبان باہر نکال کر بڑی بے دردی سے وہ چھ انچ لمبی کیل اس کی زبان کے آر پار کر دی۔ وہ بلبلاتا ہوا ہوش میں آ گیا۔ میں اسے اس انداز میں باندھ کر تیزی سے اس عمارت کے دوسرے حصوں کو تلاش کرنے لگا۔ پھر ایک کمرے میں داخل ہوتے ہی مجھے تہہ خانے کا راستہ نظر آ گیا۔ میں تیزی سے اس تہہ خانے میں اترنے لگا۔ نیچے اترتے ہی میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ میں نے تینوں تابوتوں کو وہاں فرش پر پڑے دیکھا اور تینوں لکڑی کے تابوتوں پر تین انسان بیٹھے پہرے دے رہے تھے۔ مگر ان تینوں کا سر اپنے دائیں ہاتھوں میں تھا اور اس میں سرخ زبانیں نکلی ہوئی تھیں جو کہ زمین کو چھو رہی تھیں۔ آنکھوں کی جگہ گڑھے پڑے ہوئے تھے اور ان میں یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے موم بتی روشن کر کے رکھ دی ہو۔ دانت تقریباً ایک ایک فٹ لمبے۔ مجھے ان تینوں کو دیکھ کر وحشت ہونے لگی۔ میں واپس پلٹا مگر میرے پیچھے دروازہ بند ہو چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ تینوں بلائیں تابوت پر سے کھڑی ہوگئیں۔ ان کے سر خود بخود اچھل کر ان کی گردن سے جڑ گئے۔ وہ تینوں ایک دم سے میری طرف بڑھیں۔ میں تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اور وہ تینوں اکٹھے ہی اپنی جھونک میں آگے بڑھتی چلی گئیں۔ مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ میں ان کا مقابلہ کرتا میں صرف اپنا بچاؤ ہی کر سکتا تھا۔ مگر وہ تینوں تو مجھے مارنے کے درپے تھیں۔ وہ تیزی سے پلٹیں اب ان تینوں کے منہ سے عجیب سی غراہٹیں سی برآمد ہو رہی تھیں۔ پھر اچانک ہی نہ جانے انہیں کیا سوجی کہ انہوں نے اپنی اپنی سمتیں الگ کر لیں اور اب وہ تینوں سمت سے میری طرف بڑھ رہے تھے اور میں درمیان میں کھڑا تھر تھر کانپنے لگا۔ ان تینوں نے ایک ساتھ ہی مجھے پکڑا اس کے ساتھ ہی ان کے ناخن مجھے میرے جسم میں گھستے ہوئے محسوس ہوئے۔ مگر دوسرے ہی لمحے ان تینوں کی کربناک اور لرزہ خیز چیخوں سے مجھے میرے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے میں نے جلدی سے انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں۔ چند لمحوں بعد ہی وہ تینوں بلائیں راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو کر وہاں فرش پر بکھری پڑی تھیں۔ میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر تابوت کا ڈھکن اٹھایا۔ ڈھکن اٹھاتے ہی میرے چہرے پر

روشنی کی لہر دوڑ گئی میرے سامنے تابوت میں میری والدہ لیٹی ہوئی تھیں میں نے جیسے ہی ان کے چہرے کو چھوا انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے آگے بڑھ کر باری باری تینوں تابوت کے ڈھکن اٹھا دیئے۔ تیسرے تابوت میں موجود شخصیت کو دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ غزالہ تھی۔ میں بہت دیر تک والد، والدہ کے گلے لگ کر آنسو بہاتا رہا۔

''تم کہاں چلے گئے تھے بیٹا!'' میرے والد نے مجھ سے الگ ہوتے ہوئے پوچھا۔

''یہ بڑی لمبی کہانی ہے، پھر بتاؤں گا۔ آیئے ابھی تو سارع سے حساب کتاب کرنا ہے۔'' ہم لوگوں کے کمرے سے باہر نکلنے سے پہلے میں نے وکرم کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔ پھر میں سب کو لیے راجہ ارجن سنگھ کے پاس پہنچ گیا۔ راجہ ارجن سنگھ اب تک اسی حالت میں بندھا پڑا ہوا تھا۔

''راجہ ارجن سنگھ! سارع اس وقت کہاں ہوگا؟'' میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

لیکن وہ خاموش رہا۔ میرے دو تین بار پوچھنے کے باوجود وہ خاموش رہا۔ مگر اب وہ میری برداشت سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے کھڑے ہو کر اپنا پیر راجہ ارجن سنگھ کی گردن پر رکھ دیا اور دوسرے ہی لمحے اس کی زبان میں گڑھی ہوئی کیل باہر نکال لی۔ کیل کے نکالتے ہی میں نے اپنے پیروں پر مزید دباؤ بڑھا دیا۔

''بتاؤ سارع اس وقت کہاں ہوگا.....؟'' میں نے جنونی انداز میں اسے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی کربناک چیخ نے مجھے چونکا دیا۔ لکڑی کے دستے والا خنجر دستے تک اس کی پسلیوں میں اتر گیا۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ دوسرے لمحے مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ میرے سامنے وہ پہاڑی حسینہ لاجونتی کھڑی بڑی محبت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''تم اور یہاں.....!'' میں نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''یہ تم وکرم سے پوچھو۔'' اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم نے یہ خنجر کیوں اسے مارا.....؟''

''جو تمہارا دشمن وہ میرا دشمن۔ تم آہستہ آہستہ مار رہے تھے۔ میں نے ایک دفعہ ہی مار دیا۔''

''میں ایک بار پھر راجہ ارجن سنگھ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اس کی اکھڑی اکھڑی سانسیں اب بھی چل رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ارجن سنگھ تمہارا آخری وقت گیا ہے۔اب بھی بتادو کہ سارع اس وقت کہاں ہوگا؟''

''وہ.....وا.....وا.....وادی سحر میں.....'' اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

''وکرم ہمیں ابھی اور اسی وقت وادی سحر روانہ ہونا ہے۔'' جب ہم دونوں نکلنے لگے تو لاجونتی نے رستہ روک لیا۔ میں بھی تم لوگوں کے ساتھ جاؤں گی۔اور ہم تینوں اکٹھے ہی وادی سحر کی طرف روانہ ہوگئے۔ چند گھنٹے بعد ہی ہم وادی سحر میں پہنچ گئے۔ہم نے جیسے ہی وادی سحر میں قدم رکھا وہاں کی ایک چیز چیخ چیخ کر ہماری آمد کا اعلان کرنے لگی۔

''آقا سارع.....آقا سارع ہوشیار۔تمہارے دشمن وادی سحر میں داخل ہوگئے ہیں۔'' ہم جس جگہ سے بھی گزر رہے تھے۔ایسی ہی آوازیں آرہی تھیں۔مگر ہم بے بس تھے۔ان آوازوں کو کسی طرح سے نہیں روک سکتے تھے۔ابھی ہم ان آوازوں کے بارے میں ہی سوچ رہے تھے کہ اچانک سینکڑوں کی تعداد میں چمگادڑوں نے ہم پر حملہ کردیا۔ چمگادڑوں کے اس حملے پر مجھے بابا اور راجو آگئے اس کے ساتھ ہی میرے لبوں پر آیۃ الکرسی کا ورد جاری ہوگیا۔آیۃ الکرسی مکمل ہوتے ہی میں نے تیزی سے چمگادڑوں کی طرف منہ کرکے پھونک ماردی۔اگلے ہی لمحے چمگادڑوں کی راکھ زمین پر بکھرتی چلی گئی۔وکرم نے اور میں نے تو اپنا بچاؤ کرلیا مگر لاجونتی کے جسم پر اچھی خاصی خراشیں پڑ گئی تھیں۔ابھی ہم اس حملے سے سنبھل بھی نہ پائے تھے کہ ہمارے چاروں طرف زمین شق ہونے لگی۔ زمین میں سے تقریباً پندرہ پندرہ فٹ لمبے ہڈیوں کے ڈھانچے برآمد ہونے لگے۔میں نے لاجونتی کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے اپنی طرف گھسیٹا۔لاجونتی کو گھسیٹتے ہی مانوس عنبر و مشک کی تیز خوشبو کا جھونکا میرے اطراف میں پھیلتا چلا گیا۔میرے محترم آپ کہاں ہیں.....؟ آپ کو دیکھنے کے لیے میری آنکھیں ترس گئی ہیں۔مگر دوسرے لمحے وہ خوشبو میرے گرد بہت ہلکی رہ گئی اور پھر آہستہ آہستہ وہ سحر کا رخ بھی میرے اطراف سے غائب ہوگئی۔مگر یہ کیا میں تو سارع کے محل کے بالکل سامنے موجود تھا۔

''سارع.....'' میں نے وہاں کھڑے کھڑے سارع کو للکارا.....'' دوسرے ہی لمحے محل کی تمام روشنیاں جاگ اٹھیں اور پورا محل روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔

''آؤ شہریار احمد..... مجھے معلوم تھا تم ضرور آؤ گے۔تم وادی سحر میں تو آؤ گے مگر میری اجازت

کے بغیر یہاں سے جا نہ سکو گے۔''

''سارع.....میں نے تجھے چتاؤنی دی تھی کہ کل صبح کا سورج تو نہیں دیکھ سکے گا اور دیکھ میں اپنے وعدے کے مطابق تیری موت بن کر یہاں پہنچ گیا ہوں.....'' میں نے کسی خونخوار چیتے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

''شہریار احمد! میں اب تجھے اپنی شکتی دکھاتا ہو۔دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے ہاتھ کو فضا میں لہرایا۔اچانک ہی مجھے جھٹکا لگا۔میں نے تیزی کے ساتھ ایک طرف چھلانگ لگادی۔اگر مجھے یہ جگہ چھوڑنے میں ایک لمحے کی بھی دیر ہوجاتی تو شاید وہ جگہ اب تک میرا مقبرہ بن گئی ہوتی۔اچانک ہی مجھے دور سے لاجونتی کی چیخ سنائی دی اور میں تیزی سے اس کی طرف دوڑنے لگا۔ابھی ذرا سا ہی آگے گیا تھا کہ دوسری جانب سے وکرم کی چیخ سنائی دی۔میں نے ایکدم سے اپنی سمت بدلی اور وکرم کی طرف دوڑ پڑا اب مجھے وقفے وقفے سے دونوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔میں درمیان میں رک گیا۔میرے رکتے ہی سارع کا طوفانی قہقہہ میرے کانوں میں پڑا۔

''شہریار تم ان میں سے کسی ایک کو بچا سکتے ہو۔تم جب تک پہنچو گے دوسرے کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔میں تیزی سے سارع کی طرف دوڑنے لگا۔مگر سارع کے قریب پہنچتے ہی کسی نادیدہ دیوار سے ٹکرا کر کئی فٹ دور جا گرا۔گرتے ہی میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔وہ کھڑا قہقہے لگا رہا تھا اور میں بے بسی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں اس پر کس طرح سے قابو پاؤں۔سارع نے ایک بار پھر اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا تو اتنی تیز ہوائیں چلنے لگیں کہ میرے قدم زمین سے اکھڑ گئے میرا وجود ادھر سے ادھر ڈولنے لگا۔میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی مگر سنبھال نہیں پایا۔اب ہوا مجھے زمین سے کئی فٹ اوپر اٹھاتی اور پھر تیزی سے زمین پر پٹخ دیتی۔ میرے ہاتھ، پیر، چہرہ ہر ایک چیز لہولہان ہوگئے تھے۔ان ہواؤں کا زور ٹوٹنے کی بجائے بڑھتا جارہا تھا اور میرا ذہن تاریکی میں ڈوبتا جارہا تھا۔لیکن قبل اس کے کہ میرا ذہن مکمل تاریکی میں ڈوبتا۔مجھے میرے کانوں میں سرگوشیاں سی سنائی دینے لگیں۔لیکن وہ سرگوشیاں اس قدر ہلکی تھیں کہ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ابھی میں اسی کشمکش میں تھا کہ میرے اطراف میں عنبر و مشک کی تیز خوشبو کا جھونکا پھیلتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں ان ہواؤں سے محفوظ ہوتا چلا گیا۔میں پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا اب میرا رخ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سارع کی جانب تھا۔ میں دوڑتا ہوا سارع تک پہنچ گیا اس بار کوئی نادیدہ دیوار میری راہ میں رکاوٹ نہیں بنی تھی۔ سارع کے قریب پہنچتے ہی میرا ہاتھ فضا میں لہرایا اور ایک زناٹے دار تھپڑ سارع کے منہ پر اتنی شدت سے پڑا کہ وہ لڑکھڑا کر رہ گیا۔ میں نے دوسری بار ہاتھ لہرایا مگر اس نے کسی ماہر فائٹر کی طرح میرا ہاتھ روکا اور دوسرے ہاتھ سے میرے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے ستارے ناچتے ہوئے نظر آنے لگے۔ مگر میں اپنے سر کو جھٹک کر ایک بار پھر سارع کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مگر سارع کے ہاتھ پیر مشینی انداز میں چل رہے تھے۔ میری حالت لحہ بہ لحہ بگڑتی جا رہی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو بڑی مشکلوں سے سنبھالا ہوا تھا لیکن کب تک سنبھالتا آخر کار میں نڈھال ہو کر گر پڑا۔ ایک بار پھر میرے کانوں میں سرگوشیاں سنائی دینے لگیں۔ میں نے اپنی تمام تر توجہ ان سرگوشیوں پر مرکوز کر دی تھیں۔ مگر یہ سرگوشیاں آپس میں اس طرح گڈمڈ ہو رہی تھیں کہ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ پھر اچانک ہی لاجونتی کی دلخراش چیخ نے مجھے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ سارع لاجونتی کو بالوں سے پکڑ کر بڑی بے دردی سے گھسیٹ کر مجمع تک لا رہا تھا۔ وادی کے تمام لوگ ہمارے گرد اکٹھے ہو گئے تھے۔ سارع نے لاجونتی کو میرے قریب لا کر پھینک دیا اور وہاں کھڑے ہو کر درندوں کی طرح سے قہقہے لگانے لگا۔

''شہریار..... اٹھو..... اٹھو.....'' لاجونتی نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

لیکن میں اپنی پوری کوشش کے باوجود نہ اٹھ سکا۔ میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ مگر میرا جسم میرا ساتھ دینے کو تیار نہ تھا۔ پھر نہ جانے اچانک ہی مجھے یوں لگا جیسے کہ کسی نے مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا ہو۔ اور میں خود حیران ہو کر اپنے آپ کو دیکھنے لگا لاجونتی کی حیرت بھی دیدنی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا سارع کی طرف بڑھنے لگا۔ سارع کی میری جانب پشت تھی۔

''سارع.....!'' میں حلق کے بل چیخا۔

''سارع ایک دم پلٹا مگر دوسرے ہی لمحے میرا بھرپور ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ میرے ایک ہی ہاتھ میں وہ کئی قدم لڑکھڑا گیا۔ اس نے لڑکھڑاتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالتے ہی مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میرے قریب پہنچتے ہی میری زوردار لات اس کے منہ پر پڑی تو وہ لڑکھتا ہوا کئی قدم دور جا

گرا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے پیروں سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا۔ اس کا ایک پیر میرے دائیں ہاتھ میں اور دوسرا پیر میرے بائیں ہاتھ میں تھا میں نے اس کے دونوں پیروں کے درمیانی نازک حصے میں اپنے گھٹنے کی بھرپور ضرب ماری تو اس کی بھیانک اور لرزہ خیز چیخیں سن کر یوں لگا جیسے کہ بہت سی بدروحیں مل کر رو رہی ہیں۔

''سارع.....! آج تو میرے ہاتھوں جہنم واصل ہو گا۔ میں نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر اس کے دائیں ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسے موڑ دیا اور اتنی شدت سے ضرب اس کے ہاتھ کے جوڑ پر ماری کہ وہ درد کی شدت سے بلبلا اٹھا۔ میں نے اس کے دوسرے ہاتھ کے ساتھ بھی یہ ہی سلوک کیا۔ اچانک ہی اس نے اپنی پوری قوت سے ایک لات میرے پیٹ میں دے ماری اور میں کئی فٹ دور جا گرا۔ اور وہ تیزی سے ٹانگوں کے بل اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر اچانک ہی اس کے منہ سے آگ کا ایک شعلہ برآمد ہوا اور میری طرف بڑھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ میرے جسم کو چھوتا لاجونتی میری جان بچانے کی خاطر خود درمیان میں آ گئی اور دوسرے ہی لمحے اس کے پورے جسم میں آگ بھڑک اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ راکھ کا ڈھیر بن گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر لاجونتی کا وہ خنجر اٹھا لیا جس سے اس نے ارجن سنگھ کو مارا تھا۔ میں ایک بار پھر خنجر لے کر سارع کی طرف بڑھ گیا۔ سارع کی آنکھوں میں اب خوف کے سائے منڈلانے لگے تھے۔

''سارع.....!'' میں نے قریب پہنچتے ہی خنجر اس کی دائیں ران میں اتار دیا۔ اس کی کربناک اور لرزہ خیز چیخوں سے پوری وادی سحر گونجنے لگی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی دوسری ٹانگ کے ساتھ بھی یہ ہی سلوک کیا وہ چیختا ہوا بے ہوش ہو گیا۔

''سارع میں تجھے اتنی جلدی مرنے نہیں دوں گا۔ میں نے اس کا ہاتھ کھول کر خنجر اس کی ہتھیلی میں اتار دیا وہ ایک بار پھر چیختا ہوا ہوش میں آ گیا۔

''سارع دیکھ میں نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔ میں تجھے جان سے نہیں مارتا ہوں مگر اپنے وعدے کے مطابق تجھے کل کا سورج نہیں دیکھنے دوں گا۔ یہ کہتے ہی میں نے خنجر اس کی دائیں آنکھ میں اتار دیا اس کے گندے خون کے چھینٹے مجھے اپنے چہرے پر آتے ہوئے محسوس ہوئے۔ جس تیزی سے میں نے خنجر اتارا تھا اس تیزی سے میں نے خنجر اس کی آنکھ سے واپس کھینچ لیا۔ میں نے اس کے دونوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کان کاٹ دیئے۔ زبان کاٹ دی۔ دونوں نتھنے چیر دیئے۔ دونوں آنکھیں پھوڑ دیں اور اس کے بعد اس کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چیختا رہا چلاتا رہا۔ پھر اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ اس کی روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی۔ میں نے وہاں سے اٹھنے کی کوشش کی مگر لڑکھڑا گیا۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا چلا گیا اور پھر میرا ذہن مکمل تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

جب دوبارہ میری آنکھ کھلی تو میں ایک شاندار قسم کے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ میرے تمام جسم پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میرے والدین، وکرم، غزالہ سب لوگ میرے اطراف میں کھڑے تھے۔ میرے کسی سوال کرنے سے پہلے ہی عنبر و مشک کی خوشبو کا تیز جھونکا میرے اطراف میں پھیلتا چلا گیا اور میں اس کے سحر میں کھوتا چلا گیا۔ میری آنکھیں خود بخود بند ہونے لگیں۔ جیسے ہی میری آنکھیں بند ہوئیں میں نے ان بزرگ کو اپنے سامنے کھڑا پایا۔

''باباوہ میں.....''

''میں جانتا ہوں کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو.....'' انہوں نے میری بات درمیان میں کاٹ دی۔

''سنورینو کا دیوی اور پاروتی ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔ وہ تمہیں بہکا کر تمہارے ماضی سے دور رکھنے کی کوشش کر رہی تھیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ تم مسلمان ہو اور یہ لوگ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے یہ مختلف روپ میں تمہیں بہلا رہی تھیں۔

تمہیں تمہارے بارے میں تو معلوم ہو ہی گیا کہ سارع نے تمہیں قبر میں قید کر دیا تھا اور وہ سے خداوند کریم کے حکم سے میں نے تمہیں رہائی دلائی۔ بس ایک بات گرہ میں باندھ لو کہ ا آپ کو ضرورت مند لوگوں کی خدمت کے لیے وقف کر لو۔ اچھا اب میرے جانے کا وقت ہو گیا اچھا اللہ حافظ۔ اس کے ساتھ عنبر و مشک کی تیز خوشبو کا جھونکا میرے اطراف سے غائب ہو گیا۔ میں نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر سب کے چہروں پر خوشی کی دوڑ گئی۔ پھر میں نے اپنے والدین کی اجازت سے غزالہ سے شادی کر لی۔ کئی سال اسی طر گزر گئے۔ اب میرے بچے جوان ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنے والد کی جگہ ان کا حجرہ سنبھال لیا میرے والدین اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ اب میں بھی عمر کے آخری حصے میں ہوں۔ نہ جانے کب موت مجھے اپنی آغوش میں لے لے اور میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قبر میں جا کر سو جاؤں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوفناک کہانیوں کے ڈائجسٹ ماہنامہ مسٹر میگزین کے سلسلے

مکمل کتابی صورت میں

دہشت ناک پراسرار

دل دہلا دینے والی

خوف واسرار سے

لبریز کتابیں تنہائی

میں پڑھنے والا

ڈر ... ہوگا

قیمت فی کتاب 150

قریبی بک سٹال سے دستیاب۔

بذریعہ V.P طلب فرمائیں

... حضرات کے لیے پرکشش رعایت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk